

سچی کہانی

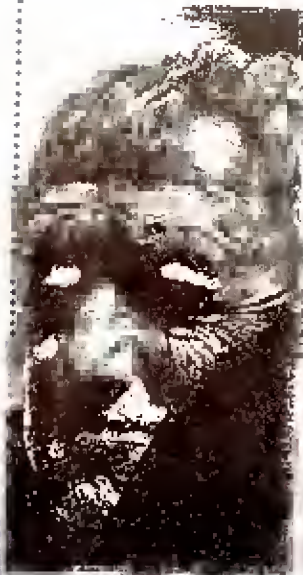
2014

کی کہانی
یا ڈرامہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

خوفناک، دہشت ناک، ہیبت ناک، پراسرار، حیرت ناک،
جبرائیل پر قبضہ زور، جاسوسی، گہائیوں کی فوجیں

ماہنامہ مسچی کہانی لاہور



چیف ایڈیٹر۔ ایم اے زاہد

ایڈیٹر۔ طاہر امین

ایڈیٹر معائنہ۔ محمد درجیل (اعزازی)

لیگل ایڈوائزر۔ حبیب یوسف ایڈووکیٹ (بائی کورٹ)

جلد نمبر 28 شمارہ نمبر 10
اکتوبر 2014ء

قلمی معاونین

..... محمد رضوان نیوم

..... بس کرن

..... رانا جی

..... فدا شاہین بسنی

..... رفعت محمود

..... نسیم امتیاز

مینیسٹر۔ محمد امین زاہد
پرنسز۔ ملک خیر محمد نمونی روز
قیمت فی شمارہ = 60 روپے
سالانہ قیمت بعد رجسٹری
فیس = 1000 روپے

مقام شاعت۔ ماہنامہ گچی کہانی لاہور مکان نمبر 2-A جعفر سڑک نمبر 53 قارہ پارک ٹوال گولڈ فلکس روڈ لاہور

ماہنامہ گچی کہانی لاہور میں شائع ہونے والی تمام کہانیاں واقعات، مقام اور نام فرضی ہوتے ہیں۔ کسی قسم کی
مشابہت اتفاقیہ ہوگی۔ اس سلسلے میں ادارہ گچی کہانی لاہور اور پرنٹرز کوئی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔ اگر مطلوبہ
کہانیوں اور واقعات کے بارے میں ہمیں کوئی تردید ملی تو ہم اسے شائع کریں گے۔ (ادارہ گچی کہانی لاہور)

✉ خط و کتابت و ملاقات کے لیے ①

ماہنامہ گچی کہانی لاہور 29 حبیب بینک بنگلہ چوک۔ اردو بازار لاہور۔ موبائل نمبر 314-4008530

ماہنامہ گچی کہانی لاہور جلد نمبر 28 شمارہ نمبر 10

- 7 میری باتیں ایم اے زاہد
- 8 روح کی واپسی مس کرن
- 18 وہ سرد بھیا تک رات ڈاکٹر سید نعیم احمد لایب جعفری
- 22 پراسرار حویلی ڈاکٹر نگینو
- 30 جاوگر رفعت محمود
- 40 پراسرار سیٹی اشتاق انور
- 50 میں واپس آؤں گا رانا جی
- 58 روح کا ملاپ فریحہ ملک
- 70 بیس برس بعد ضرفام محمود
- 84 حج اسلام کا عظیم الشان اجتماع فدا شاہین بخش
- 92 مجبوریاں ملک علی رضا
- 96 حیوانی انتقام محمد رضوان تیمم
- 114 ہماری جات والا عنصرت چغتائی

ماہنامہ سچی کہانی لاہور اکتوبر 2014 قیمت = 60 رو

- 124 انجانی راہوں کے مسافر انوار الحق طاہر
- 141 عائدہ کے ٹوٹکے عائشہ جمیل
- 142 پیغامات ادارہ
- 145 روحانی دنیا سیدہ احت علی شاہ
- 156 پراسر بانڈ کی دنیا چاند بابو
- 160 بیوٹی کیئر فضلہ مبین
- 161 طب نبوی سے علاج حکیم شیخ محمد امین
- 171 قلمی دوستی ادارہ
- 177 ناقابل فراموش واقعات ادارہ
- 183 شاہدہ کا بستر خواب شاہدہ دین
- 187 میری پسند ذرا لعین مینی
- 193 نرالیں نظمیں معینہ دھر
- 203 گلستان ردینہ کوثر
- 208 سچی کہانی کوئٹہ ادارہ

شہر بار

میسرے وجود ہزار پارہ کو ایک کر دے

یہ شور کیا ہے؟

خاموشی کے سیاہ کفن میں یہ شور کیا ہے؟

جو سماعت کے سارے پردوں کو چاک کر کے سری رنگوں میں اتر رہا ہے
اسے سٹلا دو

جواں آنکھوں کے سر دلائے

جمود کے مقبروں سے اُٹنے

نو کا تنائی مسد افقوں کے فقتش کو بے نشان کریں گے
زیاں کریں گے

وجود کا ناتواں گھوڑا

بکھر گیا تو قصاب بن کر

حیات زنا آفتابی کبرئوں کی ساری نصیلیں لٹا دے گا

اُجاڑ دے گا

ہمو کی رفتند

تیز سے تیز تر

میری آنکھوں میں، میرے کانوں، میرے ہونٹوں پر

وغم پھینکا رہیں گئے ہیں

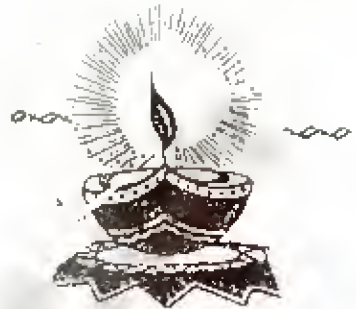
سے بدن کی تہوں کے اندر، جزائرِ بادی، دھڑک دھڑک کر

غضب سے تکار رہیں گئے ہیں

سبہ کرتی آواز، کرتی معنی، کرتی اشارہ؟

جواں کس وجود پارہ کو ایک کر دے؟

سینہ زہت



سیلاب کی تباہ کاریاں اور اسلام ناسخ گانے کی محفلیں شرمناک ہیں
 سابقہ سیلابوں سے زیادہ اس سال سیلاب کی تباہ کاریاں شدت کے ساتھ جاری ہیں۔ لاکھوں افراد
 کے گھر تباہ ہونے کے ساتھ ساتھ سینکڑوں افراد موت کی دلدلی میں سوجھے ہیں۔ لاکھوں ایکڑ پر کمزری فصلیں تباہ
 ہو چکی ہیں۔ دوسری طرف طاہر القادری اور عمران خان کے اسلام آباد میں دھرنے جاری ہیں۔ پوری دنیا کی دیکھ
 پر دیکھ رہی ہے کہ عمران خان کے دھرنوں میں خواتین ناسخ گانے میں مصروف ہیں۔ دھرنوں کو ایک ماہ سے زیادہ
 ہونے کے باوجود بھی کچھ حاصل نہ ہونے پر بھی جشن منایا جا رہا ہے۔..... آتش بازی کا شاندار مظاہرہ کیا جا رہا
 ہے۔..... یہ سب کچھ شرمناک ہے۔ جس پر پوری دنیا حیران رہ گئی ہے کہ بارے ہوئے سیاستدان عمران کی دنیا
 حرکتوں پر..... جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ بہت ہی کم ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ
 طاہر القادری اور عمران کو بنیاد کار یوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔ اقتدار کے خواہش مندوں کو تو صرف اپنی سیاست
 چکانے سے ہی فرصت نہیں ہے۔ جو چور دروازے سے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں..... جمہوری طریقے سے
 نہیں۔ مگر یہ بات عمران خان یا دیگر ناسخ گانوں اور قومی اداروں کو پامال کر کے کبھی اقتدار نہیں ملتا۔
 (نیم اے زاہد)

میں گمراہوں میں جا رہی تھی لیکن شاید میری روح تھیں
پہنچنے سے قبل ہی بدن کی قید سے آزاد ہو گئی تھی۔ میں نہیں
کرتے اپنے بدن کو دیکھ رہی تھی اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسے اپنے
ہاتھوں میں لپک لوں۔ لیکن ان نادیدہ ہاتھوں میں اتنی شوق نہیں تھی

روح کی واپسی

کچھ... مس کزن

سڑکوں کو گھوم رہی تھی۔ اس رات مجھے ڈیڈی کی
بانس بار آئی تھیں وہ ٹھک ہی کہتے تھے۔ پہلے شاید
کو پر کھلایا جائے اس کے بعد اسے آزاری دی جائے۔
شاید میں آوارگی کے جراثیم تھے۔ وہ چھوٹا انسان تھا۔
رہتی طور پر چھوٹا تھا اور اپنی طور پر چھوٹے انسان کو
جب درست مل جاتی ہے تو وہ بہت پست ہو جاتا ہے۔
لیکن فہور ڈیڈی کا بھی تھا۔ یہ سب کچھ تو نہیں
شاری سے خلی سوچنا چاہیے تھا۔ شاید میری پسند تو نہیں
تھا۔ میں نے اس سے محبت تو نہیں کی تھی۔ بس ڈیڈی
ات میرے سامنے لائے اور ایک خاص مقصد کے
نحت لائے۔ میں نے ان سے اعتراض نہیں کیا اور
راہ کیچہ کیا جہاں کی اپنی خواہش تھی۔ لیکن اس خواہش
کی تکمیل کے بعد شاید کے بارے میں شک و شبہ کیا
میں رکھتا تھا۔ یہ تو ان کا فرض تھا کہ وہ اس کے بارے
میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد فیصلہ
کرے اور حقیقت رہی تھی۔

شاید اب دولت میں کیلئے لگا تھا اور یہ دولت

اس کے علاوہ شاید میں بھی کچھ تبدیلیاں رہنا
ہوئی تھیں۔

ایک رات اس نے شراب بھی پی تھی۔ جس پر
پہلے تو مجھے حیرت ہوئی اور پھر شدید غصہ آیا۔ شاید نے
مجھ سے معافی مانگ لی تھی۔ لیکن میں نے اچھی طرح
محسوس کیا تھا کہ اب اس کے وہ جذبات نہ رہتے تھے
جو چند روز پہلے تھے۔ وہ مجھ سے کتر اسنے لگا تھا اور
اکثر تنہا گھومنے نکل جاتا تھا۔ طرح طرح کے بہانے
تراشنا تھا۔

ایک بار مجھے شبہ ہوا تو میں نے اس کا ناقب کیا
اور پہلی بار میرا دل کا خون ہو گیا۔ میں نے شاید کو ایک
فرانسیسی عورت کے سانچہ دیکھا تھا۔ وہ دونوں بالآخر
ایک ہو گئی کے کمرے میں بند ہو گئے تھے۔

میں نے کوئی گھبراہٹ حرکت نہیں کی اور خاموشی
سے واپس آ گئی۔ اس رات شاید ہو گئی سے واپس
نہیں آیا تھا۔ رات کو تیز بارش ہوئی تھی اور میں ساری
رات ہو گئی کے کمرے کی کھڑکی کے پاس بیٹھی خاموش

WWW.PAKSOCIETY.COM



www.paksociety.com

میرا ذہن سپاٹ تھا۔ میں کوئی بات نہیں سوچ رہی تھی نہ فیصلہ ضرور کر لیا تھا کہ ڈیڈی سے اس بارے میں بات کروں گی اور ان سے کہوں گی۔

’ڈیڈی! شاید کی طرف سے محتاط رہنا بے حد ضروری ہے۔ وہ اس مزاج کا انسان نہیں ہے جس کا ہم نے سمجھا تھا۔ وہ چھوٹا آدمی ہے اور یقیناً آئندہ بھی وہ چھوٹی حرکتیں کرے گا۔‘

گھر واپس پہنچی تو ایک عجیب سا ماحول پایا۔ ملازم سے سے تھے اور مجھے دیکھ کر بھونپکے سے ہو گئے تھے۔ پھر ہمارے دو دیرینہ ملازم میرے پاس آ کر رونے لگے اور میں دھک سے رہ گئی۔

”کیا بات ہے.....؟“

”آپ..... آپ..... آپ کو نہیں معلوم ہو سکا بی بی!“ فضل بابا نے پوچھا۔

”کیا نہیں معلوم ہو سکا.....؟“ میں تھیرا نہ انداز میں بی بی اور فضل کی بھنگی ہوئی آنکھوں مجھے کچھ بتانے لگیں..... میں نے دہشت زدہ انداز میں فضل بابا کو جھنجھوڑ دیا۔

”کس بارے میں کہہ رہے ہو فضل بابا! بتاتے کیوں نہیں.....؟“

”ہاں..... کیا ہو گیا صاحب کو.....؟“

”بی بی! وہ تو آپ کے جانے کے 15 دن کے بعد ہی..... بس دل کا دورہ پڑا تھا۔ آپ کو باڈر کرنے کرنے..... فضل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور میرے حواس گم ہو گئے۔ مجھے بانٹیں رہا کہ میں نے کیا کچھ کیا اور کب تک کرنی رہی.....“

ہوش آنا تو نہ تھا بس ملا زمین کے علاوہ اور کوئی

اب اس کی آنکھوں پر پردے گرانی جاری تھی۔

وہ صبح کو داہیں آیا۔ چہرے پر شرمندگی اور گزری ہوئی رات کی نحوست کے آثار نمودار تھے۔ مجھ سے آنکھیں نہیں ملا پار ہا تھا۔ وہ ہشبان سے لہجہ میں بولا۔

”مجھے احساس ہے کہ تمہیں بڑی تکلیف سے یہ رات گزارنی پڑی ہوگی۔ لیکن میں کہا کروں چند لوگوں سے شناسائی ہوگئی ہے۔ یہ ہمارے کاروباری بھی ہیں۔ بس انہوں نے دعوت کر ڈالی تھی۔ پھر اسی دعوت میں تھا کہ بارش شروع ہوگئی اور کچھ ایسی تیز ہوئی کہ میں واپس نہ سکا۔“

بڑا گھٹیا بہانہ کیا تھا اس نے۔ لیکن میں نے اس پر حقیقت منکشف نہیں کی۔ یہ نہیں بتا با کہ اسے کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہو چکی ہوں۔ بس میں نے ایک ہی بات کی۔

”سناہ! ہم واپس چلیں گے۔“

”ایں..... کیا کہہ رہی ہوں۔“ میرا مقصد ہے ابھی ابھی سے ابھی رفت ہی کتنا گزرا ہے.....؟“

”شاید! ہم واپس چلیں گے۔“ میں نے سرو لہجے میں کہا اور وہ جھنجھٹائے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ اس وقت تو اس نے کچھ نہیں کہا لیکن بعد میں خاصی برہمی کا اظہار کیا تھا۔

”ابھی تو ہمارے پاس کافی وقت ہے۔ شعی! اگر تم نہیں جانا چاہتے ہو تو نم یہاں رک جاؤ میں واپس چلی جاتی ہوں۔“ میں نے بدسنور تخی سے کہا۔

”نہ کبے ممکن ہے بھلا! خیر اگر تم واپس ہی جانا چاہتی ہو تو میں تیار ہوں۔“ اس نے بے دلی سے کہا اور پھر نہایت بے دلی سے دو واپس چل پڑا۔

”اطلاع..... وہ تو دوسری گئی تھی۔“ نور صاحب
نجب سے بولے۔

”کسے دی گئی تھی.....؟“

”آپ سوئیز لینڈ میں تھیں۔ کیمبل کا جواب
بھی ملا تھا۔ شاہد صاحب کی طرف سے۔“

”آپ جھوٹ بول رہے ہیں نور صاحب!“

”جوانی تار میرے پاس موجود ہے کئی بیٹی!“

”لے کر آئیں میرے پاس۔“ میں نے غصیلے

لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا۔ غم دغصے سے مہری

کیفیت بہت خراب ہو رہی تھی۔ نور صاحب اتنا بڑا

جھوٹ تو نہیں بول سکتے ہیں لیکن شاہد نے یہ بات

کیوں چھپائی مجھ سے..... اس نے اتنے عرصہ تک

مجھے کچھ نہیں بتایا اور پھر خود ہی میں نے اس کا جواب

بھی حاصل کر لیا۔ شاہد نور جگ رہا ہاں مٹانے آیا تھا۔

وہ بھلا فوری واپسی کب پسند کرتا..... اسے خود بھی نو

واپس آتا پڑتا۔

نور صاحب نے شاہد کا جواب میرے سامنے

دکھ دیا۔ لکھا تھا۔

”خست غم ہوا۔ ٹھکی نڈھال ہے۔ ابھی است

واپس لا تا ٹھیک نہیں ہے۔ اسے بہانے کے لیے روت

ضروری ہے۔ آپ تمام امور کی نگرانی کریں۔ شاہد۔“

”فرہی شاہد! کہاں ہے وہ.....؟ وہ کہاں سے

نور صاحب!“

”معلوم نہیں بیٹی! وہ بہت کم نظر آئے ہیں۔“

تمام کام ان دنوں ان کا سیکرٹری حسن دیکھ رہا ہے۔

بڑی پریشانیاں ہوتی ہیں شاہد صاحب کے بغیر۔“

نور صاحب نے جواب دیا۔

نہیں تھا میرے پاس۔ شاہد بھی نہیں تھا۔ میں نے
نفاہت بھرے لہجے میں شاہد کے بارے میں پوچھا تو
بواپسراں نے بتایا کہ۔

”صاحب! وہ بہت کم گھر آتے ہیں بس کبھی بن
میں آ جاتے ہیں کبھی رات کو دفتری کاموں میں دیکھے
رہتے ہیں۔“

غم دالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے خستہ بچھ پر۔

ذیڈی نے ساری زندگی مجھے نہایت جھوڑا تھا۔ دنیا

ترک کر دی تھی انہوں نے میرے لیے۔ لیکن میں

نے نئی زندگی پاتے ہی انہیں نظر انداز کر دیا تھا۔ میں

انہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی اور میری جدائی وہ برداشت نہ

کر سکے..... لیکن ذیڈی کے انتقال کو کئی ماہ گزر گئے

تھے۔ ابیں خبر بھی نہ دی گئی حالانکہ بے شمار لوگ موجود

تھے۔ ملازم تھے ہمارے مجھے ان لوگوں پر شدید غصہ

آیا۔ میں نے اسی وقت نور صاحب کو فون کیا۔ نور

صاحب ہماری ایک فیکٹری کے نگران تھے۔ میں نے

بچپن سے انہیں دیکھا تھا۔ ذیڈی ان پر بہت اعتماد

کرتے تھے۔

”نور صاحب! ابیں ٹھکی بول رہی ہوں۔“

”کبھی طبیعت ہے ٹھکی بیٹی! ڈاکٹر بتا رہے تھے

کہ نہایت طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“

”ڈاکٹر اور طبیعت کو جسم میں جود کہیں مجھے اس

بات کا جواب دیں کہ آپ کو ہمارے بارے میں

معلوم نہیں تھا.....؟“

”میں سمجھا نہیں بیٹی!“

”مجھے ذیڈی کی موت کی اطلاع کیوں نہیں دی

گئی تھی.....؟“

زیادہ کچھ نہیں کہتا۔ تم اپنے ملازمین سے دبلا رکھو۔ ان سے دوستیاں کرو۔ جو کچھ دو کہیں اس پر غور کرتی دہو مجھے ذیل دوسرا سمجھو میں تمہیں اس سے نہیں دوک سکتا۔“

شاہد یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا او میں اسی کے باوے میں سہ جہتی رہی۔ میں اس مکار آدمی پر بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔ فرانس میں اگر میں اسے اس انداز میں نہ دیکھ لیتی تو شاید یہی سمجھتی کہ شاہد کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے لیکن جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ غلط نہیں تھا اور اس کے بعد میں کسی حادثہ کی شاکر نہیں ہو سکتی تھی۔ شاہد پر قابو رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ میں اس کی لگا میں کھینچے رکھوں اور لگام کو کبھی ڈھیلا نہ ہونے دوں۔

یہ بات اس سے قبل مجھے نہیں معلوم تھی کہ ڈیڈی جاسید او کے باوے میں کوئی وصیت نامہ چھوڑ گئے ہیں نہ ہی میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی میری تو حالت ہی دوست نہیں تھی لیکن شاہد یہ بات بھی مجھے بتا گیا تھا۔ یقیناً اسے ان ساری چیزوں سے دلچسپی ہوگی۔ ڈیڈی کی بات نہ مان کر میں نے شدید نقصان اٹھایا تھا۔ اگر شاہد کو باہر کی دنیا کی ہوائ لگتی تو شاہد انسان ہی رہتا۔ لیکن میں نے اس کی اصلی تصویر دیکھ لی تھی او اب میں شاہد اس پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔ جو اب سے پہلے مجھے اس کی ذات پر تھا۔ چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ ڈیڈی کر گئے ہیں اب اس سے قطعاً انحراف نہ ہوگا۔

شاہد حسب معمول اپنی دنگ رلیوں میں مصروف تھا۔ میں اسے کسی بات کا پابند نہیں کر سکتی تھی۔ جب

”نہیں شاہد ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا آپ نے تنویر صاحب کو یہ بھی لکھ دیا تھا کہ آپ نے مجھے ڈیڈی کی موت کے باوے میں کچھ نہیں بتایا؟“ میں نے چھپتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

او شاہد لا جواب ہو گیا۔ ظاہر ہے بے چارے تنویر صاحب کو یہ بات کیا معلوم تھی کہ شاہد نے مجھے ڈیڈی کی موت کے باوے میں کچھ نہیں بتایا اس لیے شاہد کا یہ اعتراض خود بخود ختم ہو گیا تھا۔

”بہر صورت۔“ شاہد نے گہری سانس لے کر کہا۔

”میں محسوس کرو رہا ہوں شمش! کہ میرے لیے حالات بہت نامساعد ہوتے جا رہے ہیں۔ میں یہ بھی محسوس کرو رہا ہوں کہ شروع سے لے کر اب تک میں صرف ایک کھولنے کی حیثیت رکھتا ہوں۔ ڈیڈی مرحوم نے مجھے ایک تنہا آدمی پایا اپنی بیٹی کے لیے ایک گھر داماد حاصل کر لیا۔ یہ سوچ کر کہ میں ان کا دست نگر دوں گا او ان کے احکامات پر عمل کرتا رہوں گا۔ ان کا انتقال ہو گیا تو ساری دولت او ساری جائیداد وہ تھاوے نام کر گئے۔ ظاہر ہے کہ ان کے ذہن میں یہ بات ہو گی کہ میں ایک اجنبی شخص ہوں اور اسی طرح ان کی بیٹی کا غلام بن کر وہ ہسکتا ہوں کہ اس کا دست نگر ہوں مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے شمش! لیکن ایک حقیقت میں تھاوے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ میں وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکا جو مجھے ملنی چاہیے تھی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں تمہارے گھر میں صرف ایک ذمی ہوں اور شمش! اڈی بن کر انسان خوش نہیں ہو سکتا..... بس مجھے اس سے

”تمہیں یہ خبر کس نے دی ہے شعی؟“

”مجھے مری بات کا جواب دو شاہد! مجھے صرف

جواب دو کا دے۔۔۔۔۔؟“

”وقت آگیا ہے شعی! کہ میں تم پر اپنی حقیقت

کھول دوں۔ ہمارے دشمنوں نے ہمارے دو سالان

ایک وسیع خلیج حائل کر دی ہے۔ اتنی وسیع کہ اگر

میں تمہیں حقیقت حائل سے روٹناں نہ کر دوں تو نہ

جانے کیا ہو جائے۔۔۔۔۔ آؤ شعی! بدو! کرم! اس وقت

تک کے لیے برے خیالات ذہن سے نکال دو۔

جب تک تم پر مری حقیقت واضح نہ ہو جائے۔ آؤ شعی

اس سے قبل تم سے کچھ نہ کہوں گا۔“

کچھ ایسی اداکاری کی تھی اس نے نبوی! میں۔

ذوق فہم کن گئی۔ میں اس اسرار کو جاننے کی خواہاں

ہو گئی۔ جس کے بادے میں شاہد نے کہا تھا اور شاہد

مجھے اپنی کا دس لے آیا۔ وہ بہت بخنبد تھا اور دہرے

استفسار کے باوجود خاموش رہا تھا۔ بس اس نے ایک

جملہ کہا تھا۔

”چند لمحات توقف کرو شعی! تم پر تمام حقیقتیں

عیاں ہو جائیں گی۔“ میں اس کا فریب نہیں سمجھی تھی

اور جس میں ڈوبی میں یہاں تک آگئی تھی۔ آخری

وقت تک میں اس کی چال نہ سمجھی۔ مجھے تو اس وقت

احساس ہوا جب شاہد نے مجھے اس پیاز کی چوٹی سے

نیچے دھکیل دیا تھا۔ میں مگر انہوں میں جا رہی تھی لیکن

شاہد میری روح مجھے پہنچنے سے قبل ہی بدن کی قید سے

آزاد ہو گئی تھی۔ میں نیچے گرتے اپنے بدن کو دیکھ رہی

تھی اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسے اپنے ہاتھوں میں

لپک لوں۔۔۔۔۔ لیکن ان ناویدہ ہاتھوں میں انہی قوت

دل چاہتا وہ گھرا جاتا۔ جب دل چاہتا چلا جاتا۔

ابتداء میں میں نے اس سے پوچھا۔۔۔۔۔ مگر کوئی تسلی

بخش جواب نہ پاسکی۔ کئی بار اس نے مجھ سے بڑی

بڑی رفیقہ وصول کی تھیں۔ اس کے علاوہ دفتر سے بھی

دو دفعیں حاصل کرتا رہتا تھا۔ جس کی اطلاع مجھے مل

جاتی تھی۔ لیکن میں چشم پوشی کرتی رہی۔ البتہ اس دن

میں خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ جب مجھے شاہد کی دوسری

شادی کی خبر ملی۔ شاہد نے ایک اور شادی کر لی تھی۔ نہ

جانے کب۔۔۔۔۔ لیکن ہے مجھ سے شادی سے قبل ہی وہ

شادی شدہ ہو۔۔۔۔۔ اس جیسے شخص کے بارے میں کیا

کہا جاسکتا تھا۔ یہ خبر مجھے ایک بالکل غیر متعلق آدمی

سے ملی تھی۔ یہ ایک اسٹیٹ برہ کر تھا۔ جو شاہد سے

ملاقات کے لیے آبا تھا۔ شاہد نے اپنی بیوی کے لیے

ایک بنگہ خریدا تھا۔ اس کے کاغذات کی تکمیل کے

لیے بروکر یہاں آگیا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ میں

بھی شاہد کی بیوی ہوں۔ لیکن چند ایسی باتیں ہوئیں

کہ مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا۔ یہ بھی پتہ چل گیا کہ

شاہد نے یہ بنگہ اپنے بیٹے کے نام سے خریدا ہے۔

فراڈ شاہد یہ اس کے بیٹے کا نام تھا۔ اسی بات سے

میں نے سوچا تھا کہ ممکن ہے مجھ سے قبل ہی وہ شادی

شدہ ہو۔

میں غم دغے سے میں باہل ہو گئی۔ شاہد آبا تو

میں طوفان بنی بیٹھی تھی جو اسے، دیکھتے ہی پھر گیا۔

”تم پہلے سے شادی شدہ ہو شاہد! میری تقدیر

پھوڑنے کے بعد تم نے یہ شادی کی تھی؟“ جواب دو

شاہد! شاہد کا چہرہ اتر گیا۔ وہ پچھلی پچھلی آنکھوں سے

مجھے دیکھنے لگی لیکن پھر سنبھل گیا۔

نہیں تھی۔ میرا بدن پانی میں آگرا اور یہاں لگی ہوئی جھڑیوں میں اٹک گیا۔ یہ جھڑیاں اب یہاں نہیں ہیں پہلے نہیں۔ میرا وجود بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ میں ہر فکر سے بے نیاز ہو گئی تھی اور..... اور اس کے بعد سے آج تک میں نے کبھی اپنے بارے میں نہیں سوچا کوئی خیال ہی نہیں آیا مجھے۔ لیکن ذی اس وقت نہ جانے کیوں مجھے سب یاد آ رہا ہے..... یہ سب کچھ.....

ہمیشہ شرارتوں پر آملا رہے رانا نوئی بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

”آؤ دیکھیں نہیں اب وہ لوگ کیا کر رہے ہیں ریکھو نہ سہی..... پتہ تو چلے کہ شاید اب کس حال میں ہے۔“

دھنسا میرے دل میں بھی شاید دیکھنے کی خواہش جاگ اٹھی اور اس بار میں تیار ہو گئی۔ نوئی میرے ساتھ پرداز کر رہا تھا۔

”ہم اس تک کیسے پہنچ سکیں گے نوئی؟“

”ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔ چلتی رہو میرے ساتھ۔ میں تمہیں شاید کی رہائش گاہ کے سامنے لے جا کر کمرہ کر دوں گا۔ آؤ چلتی رہو۔“

یہ وہ گھر نہیں تھا جہاں میں اپنے زلیلی کے ساتھ رہتی تھی کوئی نئی جگہ تھی۔ لیکن بے حد خوبصورت بہلی کوٹھی سے ہزار درجے حسین اور کشادہ۔ سامنے کی سمت ایک بڑا لان تھا۔ ایک طرف چھوٹے چھوٹے کوارٹر بنے ہوئے تھے جو ملازمین کے لیے تھے۔ مالکان کے حصے کی رونق دیکھنے کے قابل تھی۔ ملازم ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ خوب چہل پھل

نھی۔

نوئی ایک کھلے درخت کی شاخ پر اٹکا چلاکا۔

”اب تم جانو تمہارا کام یہ دنیا تمہاری ہے۔“

اس نے کہا۔

”یہ سادہ کی کوٹھی ہے۔ مگر شاید کہاں ہے؟“

”مٹا کر۔“ منہوس نوئی پھر نہیں پڑا۔ اس کی

بننے کی عادت بھلا کہاں جا سکتی تھی۔ میں اس انجینی

ماحول میں خیران نہ تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

کہاں جاؤں..... کیا کروں..... بہر حال رہاں سے

آگے بڑھ گئی اور اصل رہائش گاہ کی عینی سمت نکل

آئی۔ اس سمت ایک اور عمارت بنی ہوئی تھی۔ چھوٹی

سی عمارت جو الگ تھلک تھی۔ اس کا بڑا سار دروازہ بند

تھا مجھے شاید کی تلاش تھی۔ شاید کہاں ہے.....؟

ابھی میں سوچ ہی رہی تھی کہ مجھے کچھ لوگ اس

طرف آنے نظر آئے۔ وہ اچانک گھوم کر سامنے آ گئے

تھے۔ اس لیے میں خور کان سے چھپا بھی نہیں سکی۔

چند نوجوان لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا اور یہ نوجوان لڑکا

شاید تھا۔ خوبصورت، خوبرو شاید جو پہلے سے زیادہ

حسین پہلے سے زیادہ جوان نظر آ رہا تھا۔ میں اسے

دیکھتی رہ گئی..... آہ..... اس قدر خوبصورت لگ رہا

نہا۔

ان لوگوں نے مجھے دیکھا اور نکل گئے۔ پھر

آگے بڑھ آئے۔

”آپ..... آپ شاید بھگ کر ادھر آ گئی ہیں

خانوں ملازموں نے آپ کو گائیڈ نہیں کیا..... کس

سے ملتا ہے آپ کو.....؟“ شاید نے مصوہبت سے

پوچھا۔

2014 اکتوبر 15

دونوں میکسچر نے گل چکے ہیں۔ ہر وقت خون تھکے کتے ہیں۔ دراصل انہوں نے اپنی صحت اپنے ہاتھوں جابہ کی ہے۔ شراب کی زیادتی کی اور اب بھی باز نہیں آتے۔ "نوجوان کے لیے میں نے زامی تھی۔"

”تو کسی ہسپتال میں ہیں؟“ میں نے پوچھا۔
 ”جی نہیں گھر پر ہیں۔ سوت کا انتظار کر رہے
 ہیں۔“ نوجوان نے کہا۔

”میں ان سے ماننا چاہتی ہوں۔“

”ایک دشمن ہیں آپ؟“

”کیوں.....؟“ میں نے کہا۔

”ان کا مرض شدت اختیار کر چکا ہے۔ ڈاکٹروں نے ہدایت کر دی ہے کہ ان سے قطعاً دور دربارا جائے۔ ورنہ کوئی بھی اس مرض کا شکار ہو سکتا ہے۔“

”ہسپتال میں کیوں نہیں رکھا آپ نے انہیں؟“

سے انہیں شدید خوف محسوس ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ہسپتال میں انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ کئی بار انہیں ہسپتال اور سینٹر نو ریم بھیجا..... لیکن بھاگ آتے ہیں وہاں سے۔ بس یہ یوڑے لوگ بعض اوقات اولاد کے لیے دوسرے بن جاتے ہیں۔ لاپرواہ ہو جاتے تو زمانہ اغلاقات کے لاکھوں سبق و ہر لوے کا لیکن.....“

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شاہد کا بیٹا بول رہا تھا۔ شاہد کا گناہ بول رہا تھا۔ یہ شاہد کی حیثیت تھی اس گھر میں جو میری دولت کو غصب کر کے حاصل کیا گیا تھا۔ ان کے لیے شاہد نے مجھے قتل کیا تھا۔ اسے اس کے لیے سزا تو ملنی ہی چاہیے تھی۔ قدرت کسی ظالم کو اس طرح تو نہیں چھوڑ دیتی۔ مجھے انوکھا

میں بخور اسے دیکھ رہی تھی۔ میرے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔ کچخت کو گمان بھی نہیں ہوگا کہ یہ میں ہوں۔

”کس سے ملنا ہے آپ کو؟“ شاہد نے پھر پوچھا۔

کسی سے نہیں..... یونہی آگئی تھی۔" میں نے
معمری سانس لے کر کہا۔

”یونہی.....؟“ شاہد حیرانی سے بولا۔

”تم... تم شاید ہو...“ جی میں نے تلخ مسکراہٹ سے لہجھا اور شاید کے بہنوئوں کی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”فراز شاید شاید میرے والد کا نام ہے۔“ اس نے جواب دیا اور میں چونک پڑی۔ مجھ سے بھی تو حماقتہ ہوئی تھی۔ میرے بھول ہی گئی تھی، کوئی آج کی بات تھوڑی تھی سا بہا سال بیت گئے تھے۔ طویل عرصہ

گیا۔ یوں جاہو گیا ہو گا 25 سال کم تو نہیں ہوتے..... تو
 شاید کا مینا سے فرما کر شاید۔

دو سب مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ مگر
فراز نے نہ ہونچا۔

”آپ کون ہیں.....؟“

”میں..... میں آپ کے والد سے ملنا چاہتی
ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”ذوبہ.....! خاتون! شاید آپ کسی دوسرے شہر سے آئی ہیں اور شاید آپ کو میرے والد کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔“ غفرانہ نے کہا۔

”کیا مطلب.....؟“ میں نے پوچھا۔
 ”وہ بیمار ہیں، شدید بیمار۔ لی لی ہے انہیں۔“

وہ بڑی امانیت سے آگے بڑھ کر بولا۔

سکون محسوس ہوا۔

”تو اس میں پریٹائی کی کیا بات ہے آپ صبح

”تو شاید کی تیار داری کون کرتا ہے؟“

جگہ پہنچ گئی ہیں بس اتنی کافی ہے کہ آپ یہاں تک آئیں۔ ہم سب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔“ پھر فراز نے اپنی ساتھی لڑکیوں سے میرا تعارف کرایا۔

”بس ایک بڑے میاں ہیں ہمارے پرانے ملازم۔ میرے بچپن سے ساتھ ہیں۔ دونوں بوڑھے موت کے منتظر ہیں۔“ فراز مسکرا کر بولا۔

”یہ میری بہن عذرا شاہد ہے۔ یہ جیسی شاہد اور یہ خواتین ان دونوں لڑکیوں کی سہیلیاں ہیں اور آپ؟“ اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔ میں اس جبرمٹ میں ایک نام بھی گھڑ چکی تھی۔

”کہاں ہیں وہ.....؟“ میں نے پوچھا اور فراز نے اس الگ تھلگ عمارت کی طرف اشارہ کر دیا جو میرے عقب میں تھی۔

”میرا نام ماریہ ہے۔“

”وہاں..... شاید ڈیڑی نے یہ عمارت اسی لیے تعمیر کرائی تھی اور کوئی مصرف تو نہیں ہو سکتا اس کا۔ مگر خاتون! میں نے آپ کے سوالات کے جواب تو دے دیے۔ اب میری باری ہے۔ اپنے بارے میں تو کچھ بتائیں آپ۔ آپ کا کل وقوع کیا ہے.....؟“

”بڑی خوش ہوئی آپ سے مل کر ماریہ!“ فراز نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ ”اور خاص طور سے اس لیے کہ اب آپ ہمارے ساتھ رہیں گی۔ آئیے میں آپ کو کبھی سے ملاؤں۔ مگر یوں کریں۔ عذرا تم گیٹ روم کھلو دو۔ میں ماریہ کو پہلے غسل وغیرہ سے فارغ ہونے دیں۔ اس کے بعد انہیں می سے ملائیں گے۔ جاؤ کوئی تکلیف نہ ہو ماریہ کو۔“

”میں.....؟“ میں نے ایک گہری سانس لی۔ جھوٹ ہی والا جاسکتا تھا ان سب سے حقیقتوں کو برداشت کرنے کی ہمت کہاں ہوں گی ان میں۔ چنانچہ میں نے کہا۔

”آئیے۔“ عذرا نامی لڑکی نے کہا۔ جو فراز کی بہن تھی اور میں اس کے ساتھ چل پڑی۔ نوی کا قبچہ پھر میرے کانوں میں ابھر اٹھا۔ یہ شریہ شخص نے میری اس حرکت سے بہت خوش ہوا ہوگا۔ میں اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھی۔

”میں ایک ستم رسیدہ ہوں بے حد بد نصیب“ یورپ میں رہتی تھی۔ میرے والد صاحب شاہد صاحب کے دوست تھے۔ ان کے سوا میرا کوئی نہیں تھا اس جہاں میں۔ لاکھوں روپے کی دولت کی وارث ہوں لیکن اس جہاں میں ایک دتہا ہوں۔ اپنوں کے لیے ترستی ہوئی۔ مرتے ہوئے والد صاحب نے کہا تھا کہ ان کے دوست شاہد کے پاس ٹیلی جاؤں۔ نہ جانے کتنی دتوں کے بعد یہاں تک آئی ہوں لیکن اب اب کیا کروں.....؟“

لیڈیز گیٹ روم اس کوٹھی کے شایاں شان تھا۔ عذرا مجھے ایک خوبصورت کمرے میں چھوڑ گئی۔ اس نے میرے سامان کے بارے میں پوچھا۔

(جاری ہے)

❦ ❦

فراز کے چہرے پر بھردی کے آثار پھیل گئے۔

ایک پندرة فٹ کے سیاد بھون نے جس کی زبان باہر لٹکتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ دانت باہر۔ لباس کے نام پر پوزے جسم پر صرف ایک لنگوٹ بندھا ہوا بن مانس کی مانند سارے جسم پر کالے لمبے بال نے ہمیں سلاخ سمیت حصار سے باہر کھینچ لیا اور میں اڑتا ہوا ببس تبس فنا دور غبروں پر بھد سے جا کر غرا

وہ سرد بھیانک رات

کچھ..... ڈاکٹر سید نعیم احمد ادیب جعفری

سال بری ہوگی۔

دن پر دن یونہی گزرتے رہے ماموں جان کی چلہ کشی و رباقت و عبادت جاری رہتی اور میں رفتہ رفتہ ان کا مزید و معتقد ہوتا چلا گیا..... انہی دنوں کثرت سے ایک قدیم کتاب جو کہ تغیر جن بھوت و ہمزاد سے متعلق تھی میرے زیر مطالعہ رہی..... بس اب سر میں سودا سانا چلا گیا کہ ہم بھی کسی جن بھوت کو قابو میں کریں تاکہ وہ چشم زدن میں ہمارے تمام کام کر دیا کرے.....! ہم نے اپنی خواہش کا اظہار دے لفظوں میں اپنے ماموں جان سے بھی کر دیا۔ شروع میں تو انہوں نے تجنی سے منع کر دیا لیکن میرے روز روز کے اصرار پر آخر انہیں ہتھیار ڈالنے ہی پڑے۔

دسمبر کی سب سے راتیں اور دھند میں آنے لگی تھیں۔ نو پندرہ جمرات کی شام کو انہوں نے مجھے تیار رہنے کو کہا۔ دل بلبوں اچھل رہا تھا اور درواں درواں مسرت سے سرشار تھا..... میری نظر میں شاید یہ سب کچھ کھیل قماشے سے زیادہ حشیت نہیں رکھتا تھا..... رات گہری ہوتے ہی ماموں جان ہمیں اور اپنے

یہ ان دنوں کی بات ہے جب آتش جوان تھا..... مجھے ان دنوں غلبات سمجھنے کا جنوں کی حد تک شوق تھا..... اور میرے اس شوق کو ابھارنے میں میرے مرحوم دشمن ماموں جان ایوب لکھنوی اور ان کی عملیات و وظائف پر مشتمل کتب کا زیادہ عمل دخل رہا..... بلاشبہ میرے ماموں اور استاد ہی نہیں تھے بلکہ ان کی شخصیت بطور عامل دماہر روحانیات بھی مسلمہ تھی.....

قارئین! جو واقعہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے جا رہا ہوں یہ بالکل سچا اور حقیقی بر حقیقت ہے۔ ان لفظوں کی صداقت و سچائی کے ثبوت لیے میں خود آپ میں موجود ہوں..... ان دنوں ہم موضع کٹھن محلہ فوج ریکی یو پی میں قیام پذیر تھے..... ہماری تالی اماں کا گھر اٹھارہ اچھا اور اس میں ماموں ایوب کی حیثیت ایک روشن چراغ کی سی تھی..... غلبات سے میری خاص الخاص دلچسپی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مجھے اپنی کتب کے مطالعے کی اجازت دے رکھی تھی..... اس وقت میری عمر بھی کوئی سترہ



عملیات سے متعلق ساز و سامان کو ساتھ لے کر
قبرستان کی جانب چل پڑے۔ ان دونوں قبروں کو پکا
کرنے کا رواج قطعاً نہیں تھا۔ وہ عام رات نہیں بلکہ
ایک کھٹکھو رسیاہ سنا نے بھری تاریک ترین رات تھی

ہڈیوں کا گودا تک ہماوئے والی ٹھنڈی رات..... ہم
دونوں کپڑوں میں ملبوس ٹھنڈے ہوئے چلے جا رہے
تھے..... چلے چلے ہم قبرستان پہنچ گئے۔ قبرستان پہنچ
کر ماسوں جان نے جان بوجھ کر یا شاید عمل کے

تھانے کے تحت ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں کا ماحول پہلے ہی بوہل تھا۔ ایک ٹھنڈا درخت اور چند شکستہ ٹوٹی پھوٹی قبریں اپنا حال آپ بیان کرنی نظر آ رہی تھیں..... بقول استاد محترم (ماموں جان) کے۔

”ہمیں یہیں چوکی جمانا ہوگی۔“ علیات کی دنیا کے اصطلاحات میں چوکی جمانا یا بٹھانا سے مراد وظیفہ یا چلہ کشی کی مخصوص جگہ پر ساز دسان کے ساتھ بٹھنا ہوتا ہے۔

ماموں جان نے چلہ کشی کے لیے حصار (ایک حفاظتی دائرہ جس میں عامل جہیز کر اپنے وظائف پڑھتے یا مقرر جنسروں کا چاب کرتے ہیں) بنا کر ہمیں بٹھا دیا۔ اب انہوں نے حصار کے باہر کی جانب آگ روشن کر دی۔ میرے ہاتھ میں لوہے کی ایک سلاخ تھی۔ جسے بچے نہ چالائی کرنے رہنے کے ساتھ ساتھ دم کر کے دائرے کے اندر مارتے رہنا تھا۔

پہلی رات تین گھنٹے کا بہ عمل میں نے کامیابی کے ساتھ کیا..... دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا.....

الغرض بوٹی سامت روز گزر گئے..... یہ آٹھویں دن کا ذکر ہے۔ میں پہلے ہی بنا چکا ہوں کہ مجھے وظیفہ پڑھنے رہنے کے ساتھ ساتھ سلاخ پر دم کر کے حصار کے دائرے کے اندر کی جانب مارتے رہنا تھا۔

نجانے اس روز مجھے کیا ہوا.....؟ سر میں کون سا سودا سا.....؟ کیا ہوا تھا میرے حواس کو میں نہیں جانتا۔

میں میرے دماغ میں آیا کہ۔

”اتنے دنوں سے خیر جنات بھوت پرست کا عمل کبے جا رہا ہوں یہ سب ڈھونڈ ڈھونڈا ہے۔ آج

سلاخ کو حصار کے دائرے سے باہر چلی ہوئی آگ پر مار کر دیکھنا چاہیے کہ کیا ہوتا ہے.....؟“ میں اس خیال کا آنا تھا کہ میں نے وظیفہ پڑھا..... سلاخ پر دم کیا اور جیسے ہی سلاخ کو باہر چلی آگ پر مارنے کے لیے اپنے حفاظتی دائرے سے ہاتھ باہر نکالا..... ایک پندرہ فٹ کے سیاہ بھوت نے جس کی زبان باہر نکلتی ہوئی نظر آ رہی تھی..... دانت باہر..... لباس کے مام پر پورے جسم پر صرف ایک ٹکڑا بندھا ہوا..... میں کی مانند مارے جسم پر کالے لمبے بال نے ہمیں سلاخ سمیت حصار سے باہر کھینچ لیا اور میں اڑتا ہوا میں نہیں فٹ دور قبروں پر بھد سے جا کر گر..... اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا.....

ہوش میں آنے کے بعد تمام گھر والوں کو اپنی مسہری کے اطراف میں پایا۔ بعد میں گھر والوں نے بتایا کہ۔

”مجھے پورے تین دن بعد ہوش آیا تھا۔ کامل 17 دن میں بخار میں پھنکتا رہا..... اور اس دن کے واقعہ کے بعد میں چھ ماہ تک میری یہ کیفیت رہتی کہ میں التامید حصار ہڈیاں بٹکا رہا تھا.....

خدا خدا کر کے وہ بھیا تک دن گزری گئے۔ آج میں برصغیر پاک و ہند کا نامور عامل ہوں۔ صرف اس نکتہ راز کی بدولت کہ استاد دمرشد کے حکم سے کبھی ادھر ادھر ایک رائج بھی نہیں ہوتا۔

عالم دعال با عمل محترم ماموں جان اہوب کھنڈی کو خدا نے قہار غنی رحمت کرے (آمین)



دنیا کی بہترین خوفناک پراسرار وحشت ناک
حیرت ناک وحشت ناک دل کو ہلا کر رو نگٹے
کھڑے کر دینے والی کہانیوں کا مجموعہ
”ماہنامہ سچی کہانی لاہور“

ماہنامہ سچی کہانی لاہور نے بہت جلد قارئین میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ اب ملک بھر میں ”سچی کہانی“ قارئین کا پسندیدہ و گزشتہ بن چکا ہے۔
سچی کہانی کا ہر شمارہ بہت مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی پروڈکٹس عوام میں مقبولیت حاصل کرے تو اپنی مصنوعات کو شہرت کی بلند یوں پر لانے کے لیے آپ ”سچی کہانی“ میں اشتہار دیجئے۔

نرخ اشتہارات

ایک صفحہ کلرا اشتہار فل صفحہ	15000 روپے
ان سائیز کلرا اشتہار فل صفحہ	12000 روپے
ایک ان سائیز کلرا اشتہار فل صفحہ	10000 روپے
بلیک اینڈ وائٹ فل صفحہ	4000 روپے
بلیک اینڈ وائٹ آدھا صفحہ	2000 روپے

✽ اگر آپ ”ماہنامہ سچی کہانی لاہور“ میں اپنے اشتہارات شائع کرانا چاہتے ہیں تو ”ماہنامہ سچی کہانی لاہور“ کے نام زرافت بنا کر ہمراہ اپنا اشتہار ہمیں ارسال کریں۔ اپنے اشتہارات ہر ماہ کی یکم تاریخ تک ارسال کریں۔

ایک سال کے لیے اشتہارات پر 20% فی صدر عایت دی جائے گی۔

✽ رابطہ۔ ماہنامہ ”سچی کہانی“ 29 حبیب بینک بلڈنگ چوبیس اردو بازار لاہور



0314-4008530 رابطہ نمبر



پراسرار حوبلی

بکھتر..... واجد نکینوی

کرے گی۔“ سارجنٹ سید ساجد حسین نقوی نے پہلے پردہ ہلا لگایا۔

”نہیں، نہیں میں کبھی گھر سے باہر نہیں جاؤں گی۔“ زہیدہ محترمہ سیدو شہنشاہی عرف ہونے عشت تاب دورت کی طرح کہا۔

گنبد یونین بینک کی چوری کے بعد نگیدہ شہر میں ہونے والی وارداتوں نے کافی شہرت حاصل کر لی تھی اس شہرت میں کافی رزل اخبار والوں کا تھا۔ جنہوں نے آئے دن دھوا چڑھا کر پولیس محکمے کے خلاف

Against police Department

لکھنا شروع کر دیا تھا۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کی مصروفیات میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ راتنی طور پر پریشانیوں اور الجھنیں بڑھ رہی تھیں۔ چاروں طرف ہاتھ پیر مارنے کے باوجود کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا تھا سوال سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے وقار کا پتہ اہو گیا تھا۔

عام شہریوں Ordinary civilians

اور ممبران اسمبلی و پارلیمنٹ میں عجیب عجیب چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔ ضلع کے اعلیٰ حکام کے لئے بھی شرم کا مقام تھا کیونکہ بات وزراء Ministers کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید راجد حسین نقوی کی رنوں

”اچھا تو مجھے اس مہینے کی تنخواہ ملنے پر وہ ساجد لا دو گے جو کہ پڑوسن پہن کر کبھی کبھی آتی ہے اور تم لپٹاتی ہوئی نگاہوں سے پتا نہیں ساڑھی کو دیکھتے ہو یا پڑوسن کو“ شہنشاہی عرف ہونے عجیب نگاہوں سے سارجنٹ سید ساجد حسین نقوی کو دیکھا۔ میری رانی! تو مجھے اتنا گرا ہوا سمجھتی ہے۔ ارے پڑوسن کو تو اس لئے دیکھا کرتا ہوں کہ وہ نئی ساڑھی پہن کر کبھی تیری خوبصورتی کا مقابلہ نہیں کر پاتی“ سارجنٹ سید ساجد حسین نقوی نے بھی کوئی گھاس نہیں کاٹی تھی۔ آخر کو تھا پولیس کا جوان۔

”تم نے کئی بار مجھے سینا دکھانے اور نقوی بارک گھمانے کے لئے وعدہ Promise کیا لیکن ایک دفعہ بھی جلد گھر نہیں آئے۔“ زہیدہ محترمہ شہنشاہی عرف ہونے اپنی تمام شکایات کا آج مداوا کرنا چاہا۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مجھے دفتر سے پیر پانے کی فرصت ہی کب ملتی ہے۔ دوسرے میں نہیں چاہتا کہ تیرا بہ نازک سا گھونگی جیسا بدن چنے بھرنے سے ہلکا ہو جائے تیسرے یہ کہ سینا اور پارکوں میں گھومنے والے لوگ تجھے لپٹاتی ہوئی بری نگاہوں سے دیکھیں گے اور خاص طور پر خواتین تیری مٹاؤ اللہ اللہ جراتی سے حد کرنے لگیں گی اور ہو سکتا ہے۔ تجھے نظر لگ جائے تیسرے بغیر تو میں اس دنیا میں مدہ بھی نہیں رہ سکتا اب بتا کیا تو پارکوں میں گھومنا اور سینا دیکھنا پسند



Laziness بجھلے ہی دور ہو گئی تھی لیکن دماغ کچھ
 بوجھل بوجھل سا تھا۔ سلیپنگ گاؤں
 Gaouon اپنے جسم پر ڈال کر گھر سے باہر ہوا
 خوری کے لئے نکل پڑا۔

فقوی پرانا اسپتال کے عقب میں کافی جھاڑ

سے دفتر نہیں جا رہا تھا اور اپنے نجی طور پر معاملہ سے
 بچنے کے لئے To cover case
 privately حتیٰ الوسع کوششوں میں سرگرداں تھا
 گزشتہ شب زیادہ دیر جاگنے کی وجہ سے اس بجے سو کر
 اٹھا، ایک سرسری نظر اخبار روزنامہ گینڈا ٹائمر پر ڈالی
 منہ دھو کر ناشتہ سے فارغ ہوا۔ نہانے سے سستی

بہر حال اسے اس معاملے کی چھان بین بھی اسی مقام سے ہی شروع کرنی تھی۔ جب Pocket سے محدب شیشہ نکالا اس نے پھر دیکھنا چاہا لیکن اگی ہوئی خود گھاس کے علاوہ قدموں وغیرہ کے نشانات دیکھنا ممکن نہیں تھا۔

اس نے آس پاس گھوم کر کچھ اور چیز تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر وہاں سے ناامید Hopless ہو کر اس نے مل چلائے کسانوں کی طرف رجوع Attract ہوا۔ فردا فردا ہر ایک سے معلوم کرنے پر کہ ان کی مستورات Women! جان پہچان والوں میں سے تو کوئی زیور Jewellery بچن کر وہاں نہیں آتی جواب نفی میں ملا۔

گھینے یونین بینک کے منیر سید حسن مہدی کو پازیب دکھانے پر اس کا خیال صحیح ہی نکلا۔ وہ چوری ہو جانے والے زیورات Theft Jewelleris میں سے ایک تھی۔ اگرچہ ان وارداتوں کا سراغ لگانے میں پہلی کامیابی اسے ہوئی تھی لیکن ابھی تک وہ اندھیرے میں تھا۔ وہ نہ تو یہ جان سکا تھا کہ چوری میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے اور وہ کہاں رہتے ہیں؟

بہر حال اب اسے کامیابی کی ایک کرن نظر آتی تھی۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ چور اس جگہ سے ضرور گزروے ہوئے تھے جہاں پازیب پائی گئی۔ ہو سکتا ہے چوروں Thieves نے اس رات اس علاقے کی خاموشی اندھیرے اور دھماڑ جھکار سے فائدہ اٹھایا ہو حقیقت میں یہ جگہ تھی بھی محفوظ ہی دن میں ہی سناٹا سا رہتا تھا۔ رات کو عام لوگوں کے گزرنے کا سوال

بھٹکا تھا دو سے چیر جی سید مظہر بخش نقوی کا مقبرہ Tomb آسانی سے نظر نہیں آتا تھا۔ ان جھاڑیوں Bushes میں جنگلی خرگوش اور بچتر تھے۔ چڑیاں بھی بکثرت دہتی تھیں۔ اس طرف دوشی کا حصول انتظام Proper Arrangement نہ ہونے کی وجہ سے رات کا منظر Scene ot night انتہائی ڈراؤنا ہوتا۔ گیدو Jackals اور جنگلی جانور اپنی ریشہ ناک آوازوں کی ریسہ رسل کیا کرتے تھے۔

موسم میں ابھی کچھ ٹھنڈک موجود تھی۔ اس لئے دن کی دھوپ Sun light تگوار خاطر ہونے کی بجائے ایک لذت بخش تھی۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی خراماں خراماں گھاس کو دوڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ کھیتوں کے اس پار بانسوں Bamboos کے جنگلات Forests کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

ایک باجھن کی سی آواز ہوئی۔ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کا جوتا کسی چیز سے ٹکرا گیا تھا۔ دور خلاؤں میں بھٹکا ہوا سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی چونک پڑا۔ جھک کر Bending ہانڈ میں اٹھانے والی چیز پازیب تھی۔ یہ اندازہ لگانے میں سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کو زیادہ دیر نہ لگی کہ یہ سونے Gold کی ہے۔

لیکن یہ مرحلہ اس کیلئے پریشان کن تھا کہ یہ یہاں کیسے پہنچی؟ اور اس کا مالک کون ہو سکتا ہے؟ دو دو تک نگاہیں دوڑانے کے باوجود اسے سوائے کھیتوں میں مل چلائے دہقانوں Farmers کے اور کوئی نظر نہیں آیا۔

ہی کب اٹھتا ہے؟

فتویٰ پرائیویٹ اسپتال کی عمارت سے سامنے نظر آجئے والے بانس کے جنگلات پر اس کا شبہ Doubt تھا اور پورا پورا یقین بھی کہ چور لیروں کا اوڈا یہی جگہ ہو سکتی ہے۔ ان جنگلات کے گھنے پن Density سے ضرور ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہوگا؟

اب اس کے سامنے ایک ہی سوال باقی تھا کہ کب اور کس طرح پورے جنگل کا محاصرہ کر کے اس کے پناہ گزینوں کو گرفتار Arrest میں لایا جائے

آج صبح سویرے Early morning ہی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے بسز چھوڑ دیا۔ نیم گرم پانی سے غسل Bath کیا۔ ناشتہ Break fast بھی کا میز پر لگ چکا تھا۔ جسم میں ہستی و توانائی Smartness and energy کچھ زیادہ ہی عبور کر آئی تھی۔

بتائے ہوئے وقت کے مطابق According calling time ڈرائیور

Driver نے گاڑی لا کر دروازے سے لگا دی۔ ہارن کی آواز سن کر Hearing of horn sound سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کی آمد سے By arrival مطلع ہو چکا تھا۔ تعہد بین نواب سید قاسم حسین زیدی کے ملازم عزیز نے آکر دی۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے عزیز کے ہاتھ ڈرائیور سید علی مہدی نقوی کے لئے چائے اور کھانے کے لئے پراٹھے وغیرہ بھجوائے دفتر کا عملہ Staff سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی سے بانس ہو چکا تھا۔ حالانکہ اسے بھیجہ شہر میں آئے اچھا

خاصا عرصہ ہو چکا تھا لیکن ہاتھوں Assitstants کے ساتھ اس نے کبھی سختی نہیں برتی۔ ہمیشہ نرمی سے Politely پیش آیا وہ آفیسر اندر عذاب کا قائل نہیں تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ عوامی خادم اور ملازم ہم سب ہی ہیں خواہ بڑا آفیسر ہو یا معمولی کلرک Ordinary clerck یا ڈرائیور سب کو اپنی ذمہ داری Duty خوش اسلوبی سے دیتے رہنا چاہئے اور کام کو عمدگی سے انجام دینے کے لئے سب کا تعاون Cowperate ضروری ہے اور کچھ ہی دیر بعد کار بڑی تیزی سے شہر City کی طرف دوڑ رہی تھی۔ کل تمام دن سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے عادی مجرموں Habitual Criminals کے پرانے فائلوں Files کی ورق گردانی کی تھی۔ ہر ایک عادی مجرم کے چہرے کے نقشوں کا بغور مطالعہ Carefully study کیا۔

مجرموں کی بسزری شیٹ History sheet سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اب یہ ذرا مشکل ہی تھا۔ کہ کوئی عادی مجرم اس کی نظر سے چونک جائے۔ آج کی مہم کے لئے انسپکٹر واجد نے تن خرابی بیڑا اٹھایا تھا۔ بھیڑ بھاڑ اس کے خیال میں صحیح تفتیش کے لئے مناسب نہیں تھی۔

آج کا خاص کام سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے لئے بھیجہ شہر کے تمام محلوں کو چیک Check کرنا تھا۔ احتیاطی تدابیر کے پیش نظر مختلف محلوں کے غنڈوں اور عادی مجرموں کو پہلے ہی سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کی ایماء پر گرفتار کیا جا چکا تھا۔ اب صرف ان لوگوں کی انٹرویو

دلال کی کھڑی تھیں۔

برآمدے میں جی رحول اور کبوتروں کی بیٹھیں تھیں۔ اس کے علاوہ پلیٹیں یہ بتا رہی تھی کہ مالک مکان Owner کتنی بے پرواہ طبیعت کا انسان ہے۔ صفائی کی طرف سے کتنا غافل Careless رہتا ہے۔ کواڑ Door پر چاک سے دکھلا لکھا ہوا تھا۔

دورازہ پر جھیم رینگ Knocking دینے کے بعد ایک عجیب پر اسرار شخص Stranger person برآمد ہوا تمام جسم پر بڑے بڑے چھلے رار بال Culging Hairs تہمند باندھے اور ایک بنیان پنے جسامت میں رویہ قامت افسانہ بڑی پر عجب شخصیت کے ساتھ کھڑا تھا۔

”آپے اندر تشریف لے آئے“ اجنبی فرماتے کہا اور سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی بغیر کسی جھجک کے اس کے پیچھے ہولیا۔ ”تشریف رکھیے“ چند بوسیدہ کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اجنبی نے کہا شکریہ سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے جواب دیا۔

برابر کے کمرے میں شاید دو لوگ بھی موجود تھے۔ مدھم مدھم دھیرے دھیرے گفتگو کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”اب آپ فرمائیے کیسے تکلیف کی؟“ اجنبی پر اسرار شخص نے کھڑے کھڑے دریافت کیا۔

”میں کوآپریٹو سوسائٹی میں انسپکٹر ہوں۔ کرائے کے مکان کی تلاش میں ادھر آ نکلا۔“ سی آئی ڈی انسپکٹر واجد نے تمہیدی۔ بہر حال آپ کا کچھ بھی نام ہو مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے اور دن رنج میں بہت

Enquiry کرنی تھی۔ جن کے خلاف مناسب ثبوت Available نہیں تھے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے کام کا طریقہ بڑا سلجھا ہوا تھا۔ وہ مشکوک لوگوں سے کئی حیثیتوں سے ملا۔ بیمہ کمپنی کا سرکل انسپکٹر Circle inspector of insurances company بن کر اور مختلف کاروبار کرنے والی کمپنیوں کا ایجنٹ بن کر اس نے مختلف افراد سے بات چیت Talking کی۔

گمنام شہر کی حام پارٹیوں میں شرکت کرنے سے رہ عموماً گریز کرتا تھا۔ اس لئے اسے پہچان لئے جانے کا زیادہ خدشہ نہیں تھا۔ بغیر کسی خاص میک اپ Make up کے ہی وہ اپنا کام آسانی سے کر رہا تھا۔ چنانچہ چند گھنٹوں اور علاقوں پر اسے خصوصی توجہ Special attention دینی پڑی۔ مثلاً بارہ رری، سلطان، کلیمبر، مسلم، کلیمبر، ہندو، پہاڑی دورازہ، قاضی سرائے، پنجابیان، اول اور درگم، لال سرائے، پٹیری سرائے، بھلیا، سرائے میر، کلان، لوہاری سرائے، نعلبدان، بشنوی سرائے، سبزی، منڈی فیاری سرائے جہاں عجیب و غریب کردار کی کچھ شخصیتیں رہتیں تھیں۔ اس کے علاوہ سیدراڑہ اور رحمن کی رہتی بھی اس کے زیر غور تھے۔

کار ایک ایسی اجاڑ اور یریاں گشتی میں داخل ہوئی جس کی کوئی چھادہ دیوار نہیں تھی کسی بھی طرف سے داخل ہوا جا سکتا تھا۔ لان میں غور و گھاس پھوس اور جھاڑیاں آگی ہوئی تھیں۔ گونگی کا پلاستر بھی جگہ بوجگ سے اکھڑ گیا تھا۔ گونگی کی برساتی میں چند زہیدہ کاریں جنگ تہذیبی سے قبل 1857ء کی

زندگی کے لوازمات اور سلیقہ آپ کو اس میں نہیں ملے گا۔ معاف کیجئے گا۔ میں ابھی پانچ منٹوں بعد پھر حاضر ہوں گا۔“ فرد میاں کھڑے کھڑے ہی ایک دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص بیک وقت کئی کئی انسانوں سے مختلف موضوع پر بات چیت کرنے کا عادی Habitual ہے اور اگر یہ جرائم پیشہ زندگی گزارتا ہو تو اس میں بھی کوئی تعجب والی بات نہیں ہوگی۔ معاف کیجئے گا انسپکٹر واجد! میں آپ سے مزید گفتگو کرنے کے سوؤ میں نہیں ہوں۔ اس لئے اجازت دی جا ہوں گا۔ فرد میاں نے بڑے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ”کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں، آپ کی رحمت کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے آپ کا کافی وقت لیا ہے۔ اس کے لئے میں آپ کا بہت بہت مشکور ہوں۔ یہ کہہ کر سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے فرد میاں کو خدا حافظ کہا اور پھر انسپکٹر واجد کی کار بڑا تیزی سے سول لائن کی شاہراہوں پر دوڑ رہی تھی۔ سڑک بالکل صاف و خفاف مانند آئینہ Mirror جیٹک رہی تھی۔

شب کا ایک بجا ہو گا۔ سارے ماحول پر سناٹا طاری تھا۔ کہیں کہیں کتوں کے بھونکنے Barking ol dogs کی آوازیں آ رہی تھیں اور آس پاس کے گھنے پرانے درختوں پر سے بڑی ہولناک ذراؤنی آوازوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ منظر بڑا ہی بیت ناک اور پر اسرار ہو گیا تھا۔

ایک بڑے سائز کی موٹر سائیکل بڑا اور اس کے آگے بیچے دو نیمین کاربن بڑے ہی عجیب انداز میں

صاف گولیاں ہوں۔ آپ خیال نہ کیجئے گا۔ جب تک وہ انسانوں کے آپس کے تعلقات میں کوئی مفاد پوشیدہ نہیں ہوتا کہ یہ جانتا کہ مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ایک دم کی بات ہے۔ مجھے میرے واقف کار فرد میاں کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔ ایک ہی سانس میں فرد میاں نے اپنے تعارف کے ساتھ اپنی فائنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”معاف کیجئے گا میں ابھی آیا“ اور یہ کہہ کر فرد میاں دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی نے بظاہر سامنے بڑے ہوئے ایک امریکن مگیز بن کی ورن گر وائی شروع کر دی اس کے خیال میں فرد میاں امید سے زیادہ عجیب و غریب اور پر اسرار شخصیت ثابت ہوئے تھے۔

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کی بے چین نگاہوں نے سب ہی نظر آنے والی چیزوں کا جائزہ لے لیا تھا۔ کوئی بھی نے با سامان فرینے سے نہیں رکھا ہوا تھا کوئی کے اندر صحن کے کونے میں بہت سے چھپے ہوئے مار پڑے تھے۔ ان پر چٹنی کے برتن پھیلے ہوئے تھے۔ ہر شے ایک ڈھبر کی شکل اختیار کئے ہوئے تھی انسپکٹر واجد صاحب! میں دریشاک زندگی گزارنے کا عادی ہوں کوئی چیز سلبنے سے نہیں ملے گی۔ میری زندگی افرانفری کی گذر ہوگی فرد میاں نے دوبارہ کمرے سے باہر نکلنے سے کہا۔ ”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان کو ایک مسافر کی طرح زندگی گزارنا چاہیے۔“ انسپکٹر واجد نے اس کے رنگ میں گفتگو کی۔ ”بات اصل میں یہ بھی ہے کہ میں تمام شخص ہوں۔ اس لئے کمرستی

نوجوان بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ بھاگنے کی آوازیں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ آخر میں سب کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ جس کھڑکی کا پت کھول کر باہر نکلے تھے وہ ایک سرگ نما راست پیر جی کے مقبرے کی دیوار میں سفیدی سے ڈھکا ہوا تھا جو بالکل ڈاسا بھی باہر سے نمایاں نہیں تھا۔

”یہ تو تمہیں معلوم ہی ہو گیا کہ اس پرانے اسپتال کی تمام دیواریں کھوکھلی ہیں جن میں کئی تہہ خانوں کے اندر راستوں کا ایک جال سا بچھا ہوا ہے۔“ آواز اب صاف پچانی جاسکتی تھی سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی آہستہ سے بول رہا تھا۔

”انسپکٹر صاحب! آپ کا خیال درست ہے۔ ہم لوگ اس عمارت کے چاروں طرف تعینات رہے اور یہاں سے بالکل کبھی نہیں بنے اس لئے یہاں سے بھاگ جانے کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ بحرسوں نے بھاگنے کا کوئی اور راستہ اختیار **Adopt** کیا ہے جو ضرور سرگ میں سے ہوتا ہوا دور کبھی نکلتا ہوگا۔“

سی آئی ڈی انسپکٹر سید واجد حسین نقوی کے چہرہ پر مایوسی اور فکر مندی کے اثرات موجود تھے۔

”معلوم ہوتا ہے شکاؤ ہاتھ سے نکل گیا۔“ سی آئی ڈی انسپکٹر واجد نے ابھی جملہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ اچانک کچھ فاصلے پر کار کے اسناد **Start** ہونے کی آواز سنائی دی اور بڑی پھرتی کے ساتھ سب جوان اپنی گاڑیوں کی طرف پلٹ پڑے۔

پہلی کار کے چلنے کی آواز کی سمت ہی دونوں گاڑیوں آگے پیچھے تعاقب **Chase** میں چل پڑیں اور کچھ ہی دیر بعد بحرسوں کی کار کو گیند شہر کے شمال کی سمت کو جانے والی سڑک پر جالیا۔ اس کا و

نقوی پرانے اسپتال کی طرف آئیں اور سادی عمارت کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ دھیرے دھیرے مدہم آواز سے ایک لمبی سیزمی **Stair** کا کردہ ایک چھت پر گوا۔ سب نے دیر کے جوئے اور ہاتھوں میں دستانے پہن رکھے تھے۔

وہ سب کے سب مختلف سمتوں میں بٹ گئے اور عمارت کا گوشہ گوشہ بڑے انہماک کے ساتھ چھان ماوا۔ کچھ پراسرار سائے ایک کمرے میں پہنچے اور اس کے اندر داخل ہو گئے۔ چند ہاتھ بڑی مہارت کے ساتھ اس نگڑی سے بنی چوکی کی طرف بڑھے جس کے چاروں طرف دھول اپنی جگہ پر سے چوکوٹا لائن میں بنی ہوئی تھی۔ سرچ لائٹ میں آتے ہی چوکی ایک جھوٹے سے دواڑے کی شکل میں نظر آئی اور اس کے نیچے ایک سیزمیوں والا تہہ خانہ نمودار ہو گیا ایک سینکڑ ضائع کئے بغیر پاکٹ ہرج کی روشنی میں نوجوان سیزمیاں اترنے لگی۔ نیچے ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کے چاروں طرف وادیاں تھیں۔ اوہ جلی موسم بنیاں اس بات کی شاہد تھیں کہ کمرے کا استعمال اب بھی جادو ہے۔

اچانک دے دے دے قدموں کی چاپ سن کر سب کے کان گھڑے ہو گئے ڈاکی دیر میں ایسا محسوس ہوا جیسے بہت سے افراد تیزی کے ساتھ ایک ساتھ دوڑ رہے ہوں۔

”صرف تین چار جوان یہاں دک جائیں۔ باقی تیزی سے وادیاں میں آگے بڑھیں“ بلکی سی سرگوشی ہوئی اور اب سرچ لائٹ کا کھلم کھلا استعمال ہونے لگا۔

”اپنی اپنی وائٹلیس آگے کی طرف تائیں“

خوفناک اڑدھوں کی آنکھوں کو جنبش ہوئی اور ٹوٹہ بدلتا کر
مورنیوں کے سر ٹھہری کے بندھن کی طرح آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔

جادوگر

کیم..... رفعت محبو

کہا فردوس گہنی خوشبو اور عطریات نے بیٹھ شام
اور گل ہائے رنگارنگ نے جنت چشم بنا رکھا تھا
اشارہ شاہی پاتے ہی رکاحیات پر ہی چہرہ مسرت
جواہرات کے مرصع لباس زیب تن کیے آداب
شاہی بجالائیں اور سحر آئیں نفوس سے حاضرین
کو محظوظ کر دیا۔ مجلس رقص و سرود ختم ہوئی تو
سفیران لڑکا نے درباری رسم کے مطابق کھڑے
ہو کر جانے کی اجازت چاہی شاہ برمانے شاہ لڑکا
کو محبت کا پیغام بھجوایا۔ سفیران لڑکا نے عنایات
شاہی کا شکریہ ادا کیا اور اگلے پاؤں دربار شاہی
سے باہر آ گئے۔

شاہ برمانے جلسہ، پیکوڈا کی شرکت تک آرام
فرمانے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ دربار شاہی برخاست
ہوا سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ گیان
تھو وزیر اعظم اور مونگ پھو وزیر خزانہ امور
سلطنت پر تبادلہ خیالات کرنے لگے۔
شاہ برما امور سلطنت میں دخل دیتے ہیں۔
وزیر اعظم نے کہا۔ حالانکہ وہ ابھی نا تجربہ کار

شاہ برما کے محل کے اس پار برگد کے سائے
میں کچھ فاصلہ پر تھکے مانعے باگھی آرام کر رہے
تھے۔ وہ پیر کی تخت و سوپ میں نکل کی فسیل پر سوار
چمیل قدمی کر رہے تھے۔ شاہ برما تخت سلطنت پر
جلوہ افروز تھا۔ اس کے ایک طرف بان دان رکھا
تھا اور دونوں طرف شاہ لڑکا کے سفیر نہایت ادب
و احترام سے دوڑا نو بیٹھے تھے۔ سفیر شاہ لڑکا کی
اکھوٹی بیٹی کی شاہ برما سے شادی کے متعلق شاہ لڑکا
کے اعلان کی خوش خبری لے کر آئے تھے۔ شادی
دو سال بعد ہوگی۔

بادشاہ کے گرد وزراء اربابین سلطنت اور
دوسرے لوگ اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھے
ہوئے تھے عقب میں انصاف دربار حاکم رگیں
پر چم علم اور جھنڈے طائران نو گرفتار کی طرح پھڑ
پھڑا رہے تھے ایک میز کے قریب سونے چاندی
کے برتنوں میں موسم کے پھل سجے ہوئے رکھے
تھے ہر جگہ طائران شاہی اور نعل سفید بت آویزاں
تھے برما کے لوگوں اور سازندوں نے دربار شاہی



میں۔

وزیر خزانہ نے بادشاہ کی شادی کے اتنے طویل التوا پر اظہارِ افسوس کیا اور کہا۔ اس مدت میں ان کے لیے کوئی مشغلہ تلاش کرنا ضروری ہے، تھوڑی دیر بعد قرون کی صدا بلند ہوئی اور گرد و نواح میں ایک حرکت سی ظاہر ہوئی بارغ میں چہ اغان ہوا اور ملاز میں شاہی اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کمر بستہ ہو گئے۔

شاہ برما کا سفید ہاتھی جس پر صر صر جھول پڑی تھی محل شاہی کے پچانک پر لایا گیا جو مہادت کا حکم پاتے ہی بیٹھ گیا شاہ برما تشریف لائے انہوں نے درباری لباس اتار کر دوسرا پہن لیا تھا وہ ہاتھی پر بیٹھے اور ہاتھی کھڑا ہو گیا اور دوسو افراد کا جلوس پیکوڈا کی طرف آہستہ آہستہ روانہ ہو گیا۔ پیکوڈا کا خالی چہرہ کھڑا تھا دیوار کے طاقوں میں گوتہ بدھ کے بت نصب تھے اور ہر ایک بت

دوسرے گروہ کے پاس جاتی لیکن لوگ اس پر نفرت اور حقارت کی نظر ڈال کر اپنا منہ پھیر لیتے آخر کار شاہ برہما بھی اودھر آ نکلے لڑکی نے بادشاہ کو بغیر پہنچانے سوال پوچھا اور بادشاہ کا اوقات دیکھ کر اس کے قدموں پر گر پڑی اس کا حسن اور خستہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو اس پر ترس آ گیا اور اس نے ان سفاکوں اور سنگدلوں کو جولا کی کی راہ میں حائل ہونا چاہتے تھے اپنے ہاتھ کے اشارے سے باز رکھا وہ بادشاہ کو ایک رحم دل انسان سمجھ کر مگر اس کی شخصیت سے ادا علم ہو کر اس سے کہا کہ وہ اس کی باندگی اور کنیز تک بنے کو تیار ہے۔

بادشاہ اس کی وادستان نہایت خاموشی سے سنتا رہا وہ کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے باپ کی موت کے بعد سے گاؤں والوں کے ظلم و تشدد کی آجگاہ بنی ہوئی ہے اگر اس کا کوئی قصور تھا تو صرف اتنا کہ اس کی ماں اطالوی تھی اور وہ خود مفلس اور تنگ دست لڑکی اس امر کی منتہی تھی کہ وہ خود گاؤں میں اس کی جھونپڑی پر آئے اور اپنی آنکھوں سے واقعات دیکھ لے ہاتھ کے اشارے سے بادشاہ نے لڑکی کی درخواست منظور کر لی لڑکی لٹھ بیٹھی لوگ چاروں طرف جمع ہو گئے اور ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ بادشاہ مہربت ہو کر ہر اس شخص کو جو کسی نہ کسی صورت دخل دینے کی کوشش کرتا ایک طرف دھکیل دیتا لڑکی آگے آگے اور بادشاہ اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ یکے بڑا سے باہر نکل کر وہ دونوں رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے۔

کے سامنے ایک شمع روشن تھی پیتل کے تھالوں میں گلاب چنبیلی اور دوسرے پھولوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جن پر رنگارنگ روشنی پڑ رہی تھی یہ منظر بڑا دلکش اور نہایت پر کیف تھا۔ ایک بڑا سا گھڑیال جنبش میں آیا۔ گھنٹے کی آواز سننے ہی لوگ جوق در جوق چار طرف سے اتر کر چہرے پر آنے لگے مرد و عورتیں بچے بوڑھے سب کے سب قیمتی لباسوں میں ملبوس تھے۔ نوجوان ایک دوسرے سے باتیں کرتے اور ہنستے عمر رسیدہ اشخاص خاموشی اور تنگدگی سے گوتم بدھ کے حضور میں مقیم چہرے لائے تھے۔ حسین لڑکے اور لڑکیاں خوش گیسوں میں مصروف تھے بچے خاموشی سے رنگ برنگی گیندوں سے کھیل رہے تھے۔ کونوں میں شامیانوں کے نیچے بوتلی پتیاں لیے کھڑے کھینچنے میں مشغول تھے یہ ایک رنگ برنگ پھر بھی ہم آہنگ منظر تھا۔

بادشاہ ان کے پاس سے تنہا گزرا اور کسی نے اسے نہیں پہنچانا وہ آگے جا کر جہوم میں غائب ہو گیا۔ چند ہی لمحہ بعد معصوم مدوش ایک حسین و شیراز بھی داخل ہوئی وہ دیوانہ وار ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتی اور ہر ایک سے کہتی۔

میں شاہ برہما سے جو ابھی ابھی میرا تشریف لائے تھے۔ ملنا چاہتی ہوں لوگ اس کی پریشان حالی و اذیت اور مجنونانہ حالت دیکھ کر اور شاہ برہما سے ملنے کی درخواست سن کر ایک دوسرے کو دیکھتے مسکراتے اور چل دیتے وہ ایک گروہ سے

جنگل میں جھوپڑی کی جگہ ایک پختہ عمارت بن گئی۔ جس کی ساخت نصف بری اور نصف اطالوی تھی اور اس کے کمرے نصف اطالوی فرنیچر بری سازد سامان سے مزین تھے۔ عمارت کے چھوٹے چھوٹے برآمدوں میں نہایت بیش بہا ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔

دوپہر کا وقت تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی اس پاس کے بیڑ اس سٹائے میں سنتریوں کی طرح عمارت کی حفاظت کر رہے تھے بری ملازم باہر سفید اور چوڑی سیریلوں پر اوگھ رہے تھے۔ اندر رباب پر نفرت محبت بچ رہا تھا زندگی موسم گرما کی لمبی دوپہر میں سو رہی تھی آخر دو ملازموں نے اس خاموشی کو یوں توڑا یہ حضرت آخر اس زندگی سے التائیں گے نہیں۔ پہلے نے نفرت سے کہا کھجواؤ نہیں۔ دوسرے نے کہا۔ خاتمہ قریب ہی ہے۔

آخر کار کتنا عرصہ۔ پہلے نے پوچھا۔ ٹھیک ٹھیک نہیں بتا سکتا۔ دوسرے نے جواب دیا۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ دو میں سے ایک کا دل ضرور ٹوٹے گا۔

کیا وہ اسے چھوڑ دے گا۔ پہلے نے پوچھا۔ ہاں دوسری کوئی صورت ہی نہیں۔ دوسرے نے جواب دیا۔ قسمت سے کون لڑ سکتا ہے کوئی نہیں

سورج قدرے ڈھلا۔ ہوا منجھور کے ساکت چٹوں کو بیاہ کرتی اور وہ مست ہو کر جھومنے لگے ملازمین ایک بڑا خیمہ۔ چاندی کی کرسیاں پھل

آخر وہ دونوں ٹوٹی پھوٹی اور فرسودہ حال جھوپڑی پر پہنچے جھوپڑی کی شکستہ حالی اس کے کینوں کی زبوں حالی اور مفلسی کی گواہ تھی گرد و نواح کی خاموشی باشندوں کی بے زبانی کی دلیل تھی۔ اس پاس کی بربادی مالکوں کی بے سرد سامانی کی شہادت تھی راستہ کا نشیب و فراز لوگوں کی قسمت کے پھیر ظاہر کرتا تھا اور جنگل کی تاریکی ان کی بل کی تباہی ظاہر کرتی تھی۔

یہ تک ہینگ مددش کے لیے بے مثال حسن اور بے مانگی پر تعجب ہوا لڑکی نے کہا کہ وہ مفلسی سے ہیں بلکہ ہمسایوں کی کینہ پروری سے عاجز تھیاں کی دشمنی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ اس کے تربوز اور انسان کی فردخت میں بھی آڑے آتے تھے۔ بادشاہ کی نظر لڑکی پر جمی رہی اور وہ اسے ہلکی ماندھے دیکھتا رہا آخر کار وہ لڑکی کی حفاظت کا خاص بن گیا اور وعدہ کیا کہ بہت جلد وہ اس جنگل میں اس کے لیے ایک عالی شان مکان تعمیر کرا دے گا۔

اس نے کہا وہ دو سال تک مطلق العنان رہے گا اور ان دو سال میں بالآخر شکر اپنی زندگی کا مالک رہے گا غرض یہ کہ وہ اس سے محبت کرتا تھا اور اسے اپنا جانتا تھا وہ دونوں مل کر ایک جنت کی بنیاد ڈالیں گے۔

لڑکی حیرت اور خوف کے جذبات سے کانپ اٹھی اور پوچھا دو سال کے بعد۔ بادشاہ نے جواب میں کہا۔

بندہ آپ کو لینے آیا ہے منیگ بینگ پر بجلی سی گری
اور وہ خاموش ہو گیا۔

جہاں پناہ کا جب دل چاہے واپس آ سکتے
ہیں۔

بادشاہ نے مہ دوش کو سمجھایا کہ وہ ضروری
کاموں کے لیے کچھ عرصہ کے لیے اس سے جدا
ہوگا۔ لیکن ہے وہ ایک ماہ سے پہلے ہی واپس آ
جائے وہ ایک دوسرے سے بمشکل جدا ہوئے۔

بادشاہ دزیر اعظم کے ساتھ چل پڑا۔ مہ دوش
دور تک اسے جاتا دیکھتی رہی اور پھر غش کھا کر گر
پڑی۔

سات سال گزر گئے اور وہ نہ آئے مہ دوش
برآمدے میں بیٹھی تھی۔ آس پاس کے درخت
کاٹ دیے گئے تھے تاکہ دور تک سڑک صاف
نظر آ سکے وہ ہمیشہ ٹکٹنی لگائے اسی سمت دیکھا کرتی
جس طرف اس کا محبوب گیا تھا اس کے ساتھ اس
کے بھولے بھالے بیٹے بھی بیٹھے تھے اور وہ دل
میں کہتی۔ شاید آج کل ٹکٹنی ایک دن ضرور آئیں
گے۔

آج وہ ہو لے ہو لے گنگٹاری تھی۔ گاتے
گاتے وہ یکا یک پکار رہی۔

آخر آئی گئے۔ دور سے سڑک پر کچھ سوار نظر
آئے مبوش برآمدے سے باہر آئی۔ اتنے میں
سوار بھی آ گئے تھے اس کی نظر گیان تھو پر پڑی
وزیر اعظم سفید لباس میں لمبوس تھا۔ سفید لباس برا
کا مانی لباس ہوتا ہے۔ مبوش حیران رہ گئی دل

پھول اور کئی چیزیں لائے تین سازندے بری اور
اطالوی لباس پہنے اپنے ساز ہاتھ میں لیے وہ ہیں
آ گئے۔ خیمہ نصب ہوا منیگ بینگ اور مہ دوش بھی
آئے اور ان کے پیچھے پیچھے دو بری خادماں دو
چھوٹے بچوں کو گود میں لیے آئیں۔

ملا زمین کچھ دور ہٹ گئے شاہ برما اور اس کی
محبوبہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ بچے رنگین گیندوں
سے زمین پر کھیلنے لگے۔ سازندوں نے ایک فغہ
چھیڑا

دوسال میں اب دو دن باقی ہیں۔ شاہ برما
نے اندوہناک لہجے میں کہا

اور تم خوش ہو۔ مہ دوش نے کہا۔
وہ خاموش ہو گیا۔ وہ مسکرائی اسے کسی بات کا
شبہ نہیں ہوا وہ ریشم کا بہترین لباس زیب تن کیے
اور یا قوت کے بندے پہنے بیٹھی تھی وہ آج ہمیشہ
سے زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔

منیگ بینگ نے خطرے کی بھلا بھجائی اور وہ
دونوں خطرے کھیلنے رہے سورج غروب ہو رہا تھا
یکا یک گاڑی کے پہیوں کی آواز آئی کچھ دیر بعد
شاہ برما کے وزیر اعظم نے ایک خط دیا جو منیگ
بینگ نے بغیر پڑھ ہی رکھ لیا۔ خیمہ کے پردے
گرے اور ساز بند ہو گئے۔

بادشاہ اور وزیر اعظم بات چیت کرنے لگے۔
وزیر اعظم نے بادشاہ سے کہا کہ لنگا کی شہزادی اور
اس کا قاتل عنقریب پہنچنے والے ہیں درباری اور
رعایا بے چینی سے حضور کا انتظار کر رہے ہیں اور

دھک سے رو گیا اور ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔
بادشاہ نے اپنے بچوں کو بلا بھیجا ہے۔ وزیر
نے کہا۔ ملکہ کا انتقال ہو گیا ہے اور کوئی وارث نہیں
بچا۔

ملکہ۔۔۔ کون ملکہ۔۔۔ دش نے حیرانی سے
پوچھا۔
برما کی ملکہ۔ وزیر اعظم نے جواب دیا۔

دش کو آج معلوم ہوا تھا اس کا محبوب ملکہ کا
بادشاہ ہے وہ زار و قطار رو رہی تھی اس نے اپنے
جگر گوشوں کو بلایا اور حکم شاهی سنایا اس میں خلاف
درزی کی ہمت نہ تھی اس نے گڑ گڑا کر اپنے بچوں
کے ساتھ جانے کی اجازت چاہی خواہ وہ ملازم یا
آپاہی کی صورت کیوں نہ ہو۔ وزیر اعظم نے انکار
کر دیا اور کہا۔

اس بڑی ہی دنیا میں اس چھوٹی سی عورت کے
لیے کوئی جگہ نہیں۔ بزدل کو بھول جانے کی ہی
عادت ہوتی ہے۔ بادشاہ کا حکم ہے کہ آپ یہیں
قیام کریں۔

تب اس نے حکم دیا کہ ہونے والے بادشاہ
اور اس کے بھائی کے سفر کا فوراً انتظام کیا جائے۔

بچے خاموش کھڑے اپنی ماں اور وزیر اعظم کو تنگ
رہے تھے اور خوف و ہراس کے آثار ان کے
چہروں پر عیاں تھے۔ دش بھی کھڑی تھی ایسا معلوم
ہوتا تھا وہ بت بن گئی ہے۔

اسی شب۔۔۔ دش چینی جادوگر کے گھر گئی جادو
گر کا مکان دریا کے کنارے تھا جس میں ہر قسم کی

اشیاء کا انبار لگا تھا۔ سونے کے اتردھے جن کی
زمر دی آنکھیں اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔
قیمتی دھاتوں کے بنے ہوئے گوتم بدھ کے بڑے
بڑے مجسمے جن کے سر جنبش کر رہے تھے۔ لہراتے
ہوئے جھنڈے جن کے کناروں پر موتی جڑے
ہوئے تھے۔ لالینیں جن کے شیشوں پر عجب سی
تصویریں تھیں جادوگر گادائیے سے ٹیک لگائے
بیٹھا تھا اس کے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں اس
کے ہاتھ نہیں پنجے تھے سارا منظر ہیبت ناک اور
ڈراؤنا تھا۔

جادوگر نے گدوں کے ایک ڈھیر کی طرف
اشارہ کیا۔۔۔ دش وہاں کھڑی ہو گئی اور اپنا غم سناتا
شرع کیا جو کچھ اس نے کہا جادوگر نے بہت غور
سے سنا اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ خوفناک
اثر دھوں کی آنکھوں کو جنبش ہوئی اور گوتم بدھ کی
مورتیوں کے سر گھڑی کے پنڈم کی طرح آہستہ
آہستہ چلنے لگے عشق و محبت کا یہی انجام ہوتا
ہے۔ جادوگر نے کہا۔ میری عمر ایک ہزار سال
ہے اور میں نے اس عرصہ میں دنیا میں یہی ہوتے
دیکھا ہے۔

دش کھوٹی کھوٹی سی معلوم ہوتی تھی اور
جادوگر کی باتیں سن رہی تھی میں اپنے بچوں کے
پاس کیسے پہنچ سکتی ہوں۔ اس نے پوچھا۔

میں تمہیں پرندہ بنا سکتا ہوں۔ جادوگر نے
جواب دیا۔ تم اڑ کر محل میں جا سکتی ہو۔ باغ میں
نہل سکتی ہو اور اپنے بچوں کو دیکھ سکتی ہو۔

سر جھکائے محل کی طرف چل دیئے دیوار پر بیٹھے
مور نے اپنی دم پھیلا دی اور ایک دل خراش چیخ
نکالی جیسے سن کر ہر کوئی خوف و ہراس سے ہڑک
پڑا۔ طاؤس نے اپنی دم سمیٹ لی اور ایسا معلوم
ہوا کہ وہ غور و فکر کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہو۔

یہ مور دوسرے موروں کی طرح نہیں ہے۔
ایک جوتشی نے کہا۔ میں اسے کئی سال سے دیکھ رہا
ہوں۔ یہ ہمیشہ تنہا ہی پسند ہے اور غضب تو یہ ہے
دوسرے مور بھی اس سے ڈرتے ہیں۔

تم غلطی کر رہے ہو۔ دوسرا جوتشی بولا۔ یہ تو
مور کی شکل میں بھوت ہے۔ اس کی آنکھیں
دیکھو۔ پرندوں کی آنکھوں کی طرح تو ہیں ہی نہیں
وہ تو ایک سفید روح کی مانند ہے۔

یہ کہہ کر وہ چل دیئے۔ مور نے اپنی آنکھیں
بند کر لیں۔ اتنے میں دونوں نوجوان شہزادے
بارغ میں آئے بارغ میں پہنچ کر ان کی رفتارست ہو
گئی اور وہ وہی دہلی زبان سے کچھ باتیں کرنے
لگے۔ شہزادوں کے پیچھے پیچھے ان کے نوکر
تھے۔ جن کے ہاتھوں میں چڑیوں کو کھلانے کے
لیے دان کی نوکریاں تھیں دیوار پر بیٹھے ہوئے مور
نے زرا بھی جنبش نہیں کی اس کی نظر ہمیشہ شہزادوں
پر ہی رہی ہوا شہزادہ منہ می بھر دانے لے کر مور کو
دینے کے لیے آیا لیکن مور نے دانوں کی طرف
مند نہ کیا۔

اے ملکہ سلطنت پرندگان میں نے تجھے سمجھنے
کی کوشش کی لیکن افسوس کہ میں آج تک تجھے نہ

کون سا پرندہ بناؤ گے۔ مددش نے کاہنتی
ہولی آواز سے پوچھا۔

سفید بگلا۔ جادوگر نے جواب دیا۔
مددش کو یہ بات پسند نہ آئی وہ بڑے سے
کمرے میں ٹپکنے لگی اور بولی۔
مجھے مور میں تبدیل کر دو۔ وہ زیادہ
خوبصورت ہوتا ہے۔

جادو ایسا ہی ہوگا۔ جادوگر سر جھٹک کر بولا۔
کمرے کی سب روشنیاں ایک ایک کر کے
سب بجھ گئیں۔ شام کا وقت تھا بادشاہ کے محل کے
باغات سے پانی نکل رہا تھا اور پھولوں پر پنوار پڑ
رہی تھی بارغ کے سبزہ پر طاؤس خراماں خراماں چل
رہے تھے صرف ایک دوسروں سے زیادہ بڑا اور
زیادہ خوبصورت مور اپنا سر جھکائے اور پردوں کو
سمیٹے تنہا کھڑا تھا منظر رنگ اور روشنی سے چمک رہا
تھا ابک قسم کی خاموشی طاری تھی وزیر اعظم اور وزیر
خزانہ جوتشوں کے ساتھ آئے۔

کوئی دوائی کارگر نہیں ہوتی۔ طیب نے کہا۔
کوئی تدبیر سمجھ نہیں آتی۔ صبح تک بیمار کا پچنا مشکل
نظر آتا ہے۔ بیماری جان لیوا صورت اختیار کر چکی
ہے۔

سیاروں کی رفتار بادشاہ کی صحت یابی کے
خلاف ہے۔ جوتشی نے کہا۔ صرف کوئی معجزہ ہی
بادشاہ کی جان بچا سکتا ہے۔ قسمت کے اگے
تھیار ڈالنا ہی پڑتے ہیں سب نے ایک
دوسرے کی طرف گھبرا گھبرا کر دیکھا اور سب اپنا

ہاں وہ زندہ رہے گا۔ جادوگر نے جواب دیا۔ اور کسی اور حینہ کو اپنی آغوش میں لے کر داد عیش دے گا لیکن یہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب تم اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہو جادو تم اپنی جان دے کر اسے بچا سکتی ہو۔

میرے محبوب کی جان کے مقابلہ میں مردش نے کہا۔ میری جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ کیا میں پانچ سال تک اپنے محبوب کا دیدار نہ کیا۔ اس کی آواز نہ سنی۔ میں گھنٹوں بھوک اور پیاسی رہی۔ میں نے گھنٹوں تک اپنے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھ لیا۔

تب تو قطعی طور پر مطمئن ہو۔ جادوگر نے پوچھا۔

آپ جادوگر ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

بے شک یہ محبت کا کرشمہ ہے۔ جادوگر نے کہا۔ اور یہ وہ جادو ہے جس سے نہ صرف جادوگر بلکہ ہر کوئی واقف ہے۔

بادشاہ اپنی آرام گاہ میں ریشمی گدوں کے ڈھیر پر موت و زیست کی کش مکش میں مبتلا تھا۔ کمرے میں دھندلی دھندلی روشنی بھیلی ہوئی تھی بادشاہ کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور آنکھیں بے نور جو نقابت کی وجہ سے کھل بھی نہیں سکتی تھیں۔ وزراء اراکین سلطنت درباری ملازمین اور بہت سے خواص اہل دربار کھڑے تھے اور ان کے چہروں سے غم کے آثار نمایاں تھے۔ پو پوٹ بجتی تھی

مجھ مکا۔ یہ کہہ کر وہ مور کے پردوں کو تھپتانے لگا اس کا ہاتھ ٹٹلتے ہی پردوں کی چمک دوچند ہو گئی۔

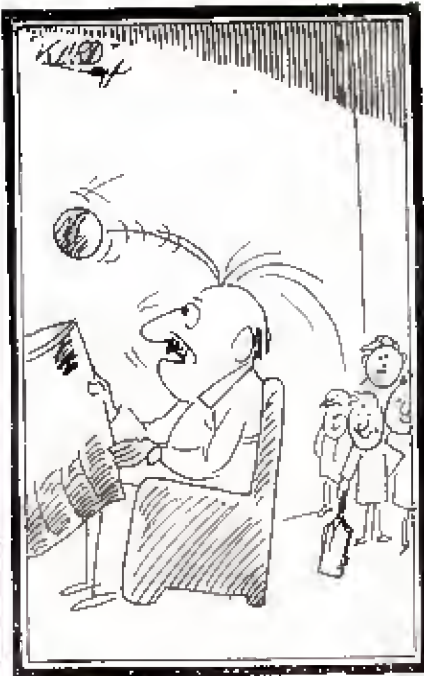
شہزادہ مور سے کچھ منہ ہی منہ میں کہہ رہا تھا۔ بادشاہ اس وقت موت و زیست کی کش مکش میں مبتلا ہے میرا اور میرے بھائی کا دل غم کا شکار ہے۔ اگر بادشاہ مر جائے تو میں ہی تخت و تاج کا وارث ہوں گا مگر حکومت اور سلطنت کا خیال آتے ہی میں کانپ اٹھتا ہوں ہم دونوں ہی۔ یہی چاہتے ہیں کہ باپ کی موت کے بعد جنگل واپس چلے جائیں اور اپنی ماں سے جالیں جو یقیناً ہم دونوں کی واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی ہوگی مور یہ سب باتیں غور سے سنتا رہا پھر اپنے پر پھیلائے اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ اڑنے کو پر تول رہا ہو لیکن پھر خوشی سے بیٹھ گیا اور شہزادے کو غور سے دیکھتا رہا۔

اتنے میں محل سے ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا اور

اولا۔

جہاں پناہ قریب المرگ ہیں اور شہزادوں کو یا فرماتے ہیں۔ شہزادے ملازم کے ساتھ چلے گئے اور مور اڑ گیا۔

اسی دن رات کو جادوگر نے مردش کو انسانی شکل میں بدل دیا اور اس سے کہا میں نے تمہیں تمہاری درخواست بردبارہ انسانی شکل میں بدل دیا ہے۔ لیکن تمہاری زندگی کے چند گھنٹے ہی باقی ہیں کیونکہ تم اپنے پہلے کے عہد کو ایقانہ کر سکیں بادشاہ تو زندہ رہے گا۔ مردش نے پوچھا



قریب ہی میز پر دوای کا ذخیرہ لگا ہوا تھا۔ طیب
دوائیں بدلتے بدلتے تھک چکے تھے لیکن کوئی دوا
مریض کی حالت ٹھیک نہ کر سکی۔ کمرے میں
قبرستان کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ طیب دبی
دبی زبان سے کہہ رہے تھے۔ بس اب چند لمحے
کے مہمان ہیں یہ سن کر سب کی نگاہیں مریض کی
طرف پھر جاتیں۔ یکا یک جوشی بول اٹھے۔
سیادوں کی غصہ پر زوال آ چلا ہے اور ان کے
اثرات کمزور ہو چلے ہیں۔

سورج کی شعاعیں مریض کا منہ چوم رہی
تھیں اور وہ آنکھیں کھول دیتا تھا۔ شہزادے
بادشاہ کو دیکھنے آگے بڑھے انہوں نے اس کا سر
اوپر کر کے نگاہوں پر دکھا دیا۔

اچانک کمرے کے دروازے سے بے تحاشا
کھلے بال ایک جوان اور حسین عورت دیوانہ وار
کمرے میں داخل ہوئی اس نے ان لوگوں کو
دیکھ کر ایک طرف کر دیا جو اس کا راستہ روکنے کی
کوشش کر رہے تھے۔

میرے آسمان زندگی کے ستارے۔ وہ بادشاہ
کے قریب پہنچتے ہوئے بولی۔

میں تیرے لیے زندگی لائی ہوں۔ آب حیات
لائی ہوں۔ او۔۔۔ او۔۔۔

وہ جملہ پورا نہ کر سکی اس کا سر اپنے محبوب کے
قدموں میں گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا
سب بگ ددڑے ددڑے آئے۔ کمرے نے۔

ہیگم! بچپن کے سکول کب تھیں گے
جو ہرات پتک اٹھے پوری رعایا میں حیرانی کی لہر
دوڑ گئی اور دیکھنے سی دیکھتے بادشاہ کی بیماری غائب
ہو گئی تھی۔

دل چھوٹے قدر
دل چھوٹے قدر

- کیا چھوٹا قدر آپ کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے؟
- چھوٹے قدر اور کمزور صحت کی وجہ سے اکثر بچے بچوں کے رشتے نہیں بہہ پاتے۔
- چھوٹے قدر اور کمزور صحت کی وجہ سے نوکری نہیں مل پاتی۔
- چھوٹے قدر کی وجہ سے لڑکیاں سسرالیوں اور شوہر کے طعنوں کا نشانہ بنتی ہیں۔
- چھوٹا قدر اور کمزور صحت بچوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیتا ہے۔ تو پریشان ہونا چھوڑیے۔

آپ میڈلین کا ساتھ دیں۔ میڈلین آپ کا ساتھ دے گی

بچوں کے چھوٹے قدر سے پریشان نہ ہوں 30 سال تک کے لڑکے لڑکیاں اپنے قدر میں اضافہ کر سکتے ہیں جو ان ہونیوالے لڑکے لڑکیوں کو پروٹین کی بہت ضرورت ہوتی ہے اس کی کمی کی وجہ سے قدر بڑھنا رک جاتا ہے صرف 10 فیصد ہارمونز کی کمی بیشی سے ایسا ہوتا ہے۔ اس دوران کمیات زیادہ

کریں۔ مناکہ
بڑھوتری
جلد ممکنہ
ہو سکے۔

(Ideal Height)
آئیڈیل ہائیٹ کورس

قدر بڑھانے کا شیڈول

12 سے 18 سال تک عمر قدر میں 6 انچ اضافہ
19 سے 24 سال تک عمر قدر میں 4 انچ کا اضافہ
25 سے 30 سال تک عمر قدر میں 2 اضافہ۔

اب سے قدر بڑھانا بے حد آسان ہے

قدم میں یقینی اضافہ

چھوٹے قدر والوں کے لئے لمبی خوشبو

کورس 1 ماہ قیمت 1600 روپے

گرتے بال، سکری خشکی، چہرے پر ککلیں
چھائیاں، دماغ، دھبے، فالٹو، کالی
رنگت، جوڑوں کا درد، گردہ پتھر، معدہ
دماغ ہر قسم کی کمزوری کا مکمل علاج

کورس بذریعہ V.P روانہ کیا جاتا ہے خرچہ 50 روپے
صبح 11 بجے سے 6 بجے تک کر کے VP منگوا سکتے ہیں

0313-5022903-0334-0700800

WWW.DEVA.PK.COM

0313-5022903

اپنی صحت کے بارے میں مفت کتابچہ منگوانے کیلئے اپنا نام پتہ SMS کریں

دوسری اور آخری قسط

اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اور حیرت سے بھئی آنکھوں کے ساتھ سانس روک کر کان کھڑے کر لیے۔ کمرے میں سامنے خالی بستر پر کچھ حرکت ہو رہی تھی

پراسرار سیٹی

کچھ..... اشفاق انور

”میرا خیال ہے کہ مجھے ایک کبل اور چاہیے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سردی کچھ بڑھ رہی ہے۔“
تھوڑی ہی دیر میں خادمہ ایک کبل لے کر آگئی۔

”کون سے بستر پر رکھوں جناب؟“ اس نے پوچھا۔

”اسی بستر پر رکھ دو جہاں میں رات کو سویا تھا۔“ پارکنس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”معاف کیجئے گا جناب معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ آپ نے دونوں بستر استعمال کیے ہیں لہذا آج دونوں کی چادریں بدلی جائیں گی۔“

”واقعی؟ بڑی عجیب سی بات ہے۔“ پارکنس نے کہا۔

”لیکن میں نے تو دوسرے بستر کو چھوا بھی نہیں۔ البتہ اس پر کچھ چیزیں ضرور رکھی تھیں۔ کیا واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس پر سویا ہوا تھا؟“
”بالکل جناب۔“ خادمہ نے کہا۔

”بستر پر جڑی طرح ٹانگیں پڑی ہوئی تھیں اور

دیا سلائی کی رگڑ اور روشنی کے شعلے سے رات کی مخلوق چونک اٹھی۔ وہاں چوہے تھے شاید کوئی اور چیز بہر حال فرش پر تیزی سے کچھ حرکت ہوئی۔ لیکن یہ کیا دیا سلائی تو بچھ گئی دوسری تیلی اچھی طرح جلی اور ایک موسم بنی اور ایک کتاب کا انتظام ہو گیا جس کے سہارے پارکنس نے خاصا وقت کاٹ لیا حتیٰ کہ گہری نیند نے اس پر غلبہ پالیا۔ انکی باتا قاعدہ اور عطا زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب دفنی صبح کوئی آنکھ بچے اسے آواز دی گئی تو شہدائے میں روشنی کی لواب بھی بھلے مار رہی تھی اور میر کی سطر پر موسم جمی ہوئی تھی۔

ٹاشٹے سے نازغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں گواہ کھینے کا لباس تبدیل کر کے تیار ہو رہا تھا۔ قسمت نے کرنل کی صورت میں ایک اچھا سا بھی دیا تھا۔ ایک خادمہ کمرے میں داخل ہوئی۔

”جناب کیا آپ اپنے بستر پر لیجے مزید کبل لیا پسند کرتے ہیں؟“ اس نے دریا دیکھا۔
”اوشکر بہ۔“ پارکنس نے کہا۔



ہوئی شکر۔۔۔“ خادمہ نے یہ کہا اور باہر چلی گئی۔
 ”پارکنس گولف کی مشق کرنے اور بھیل کو بہتر
 بنانے کا ارادہ کر کے چل پڑا۔

میں یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ وہ
 اپنے ارادے میں اس حد تک کامیاب ہوا کہ وہ
 چڑھتے ہی کرل جو اس کے ساتھ کھیلنے کا صبح ہی سے
 پروگرام بنارہا تھا بڑی بے تکلفی سے باتیں کرنے
 لگا۔ اور اس کی آواز اس طرح گونجنے لگی جیسے کسی
 شاعر کے کہنے کے مطابق کسی گرجے میں بہت سے

سب چیزیں ادھر ادھر کھری پڑی تھیں۔ بلکہ آپ
 اجازت دیں تو یہ بھی کیوں گی کہ سونے والے نے
 رات بڑی بے چینی سے گزاری ہے۔“
 ”اچھا۔“ پارکنس نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ میں نے اس پر سامان کھول کر
 اسے توقع سے زیادہ ٹھنک دیا ہو۔ بہر حال
 ہنسنے افسوس ہے کہ نہیں زحمت دی۔ مجھے امید ہے
 کہ میرا ایک دوست کیمبرج سے جلد ہی یہاں پہنچ
 جائے گا اور وہ ایک دو راتیں یہاں قیام کرے گا۔“
 ”کوئی بات نہیں جناب مجھے کوئی زحمت نہیں

آدی مل کر گار ہے ہوں۔
 رات بڑی تیز ہوا چل رہی تھی۔ اس نے
 کہا۔
 "ہمارے ہاں ایسے موقعوں پر کہتے ہیں کہ کوئی
 اس کے لیے سنی بجا رہا ہوگا۔"
 "کیا واقعی؟" پارکنس نے کہا۔
 "کیا آپ کے علاقے میں اب بھی کوئی اس
 قسم کا توہم پایا جاتا ہے؟"
 "نہیں توہم کا تو پتہ نہیں۔" کرنل نے کہا۔
 "البتہ ڈنمارک اور ناروے کے علاوہ بارک
 شاہز کے ساحلی علاقوں میں لوگوں کا یہی عقیدہ
 ہے۔ اور میرا تجربہ ہے کہ کئی پشتوں سے لوگ جس
 چیز میں اعتقاد رکھتے ہوں اس کی تہ میں سرور کوئی
 بات ہوتی ہے۔ لیکن اب آپ کی باری ہے۔"
 (گولف کھیلنے والے تصور کر سکتے ہیں کہ مناسب
 بقوں کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگتی ہیں۔)
 جب گفتگو دوبارہ شروع ہوئی تو پارکنس نے
 ذرا ہلکاپتے ہوئے کہا۔

"اب یہ جو ہوا کے لیے سنی بجانے کا مسئلہ
 ہے اس کے متعلق میرا نظریہ یہ ہے کہ ہوا پر جو
 قانون چلا ہے وہ ٹھیکریں اور اس قسم کے لوگوں کو
 بالکل مفلوم نہیں۔ اس کے فوراً بعد تیز ہوا چلنے لگتی
 ہے۔ لیکن اب ایسے آدمی عام ہیں جو آسمان کو دیکھ
 کر یا بیرہ میسر کی مدد سے اس کے متعلق پیش گوئی کر
 سکتے ہیں۔ لیکن دینیاتی ٹھیکریں کے پاس بیرہ میسر
 نہیں ہوتے اور وہ موسم کی پیش گوئی کے کچھ بعد ہی
 یہی اصول برتتے ہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلے گا
 کہ کسی مفرضہ بے رین آدمی کو ہوا چلانے کا باعث
 سمجھا جائے گا۔ اور وہ اس قابلیت کے لیے شہرت
 حاصل کر لے گا۔ اب گزشتہ رات کے واقعے کو ہی
 لیجئے ہوا یوں کہ میں خود سنبھ جا رہا تھا۔ میں نے
 دوبارہ سنی بجائی اور ہوا چلنے لگی جیسے وہ واقعی سنی کی
 آواز سن کر ہی آئی ہو۔ اگر مجھے کوئی رکھ لیتا۔"

معلوم ہوتا تھا کہ سننے والا اپنی بات پر اڑا ہوا
 تھا۔ پارکنس کسی حد تک عطا کے انداز میں بول رہا
 تھا۔ آخری فقرے کو قطع کرتے ہوئے کرنل بولا۔
 "آپ سنی بجا رہے تھے؟" اس نے کہا۔
 "کس قسم کی سنی ہے جو آپ نے بجائی تھی۔"

"آپ نے ابھی جو کچھ کہا تھا اس کے بارے
 میں مجھے یہ کہنا ہے کہ اس قسم کی باتوں کے متعلق
 میرے نظریات بڑے ٹھوس ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ
 جس چیز کو مافوق الفطرت کہتے ہیں میں اس میں
 قطعاً یقین نہیں رکھتا۔"
 کرنل نے کہا۔ "کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ
 آپ بھوت پریت یا اس قسم کی چیزوں کو نہیں
 مانتے؟"
 پارکنس اس کا یہ جواب دینا چاہتا تھا کہ وہی

نہیں۔ دن بہر حال ٹھیک ٹھاک گزرا تھا لہذا وہ کرنل کے ساتھ گھر رہا نہ ہو گیا۔

جونی وہ مکان کے پاس سے گھومے ایک لڑکا جو بھاگتا آ رہا تھا کرنل سے بری طرح ٹکرایا۔ اور پھر بھاگ جانے کے بجائے اس کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ وہ جانب رہا تھا یہ قدرتی بات تھی کہ کرنل نے لڑکے سے پہلے جو کچھ کہا وہ ڈانٹ ڈپٹ کے الفاظ تھے لیکن اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ لڑکا خوف کے مارے بول نہیں سکتا۔ شروع کے سوالات تو غلط ثابت ہوئے جب لڑکے کا دم میں دم آتا تو وہ چلانے لگا۔ وہ اب بھی کرنل کی ٹانگوں سے چپٹا ہوا تھا۔ آخر کار اسے الگ کیا گیا مگر وہ بدستور چلاتا رہا۔

”کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟ یوں چلا کیوں رہے ہو؟ کیا دیکھ لیا ہے تم نے؟“ دونوں نے اس سے پوچھا۔

”اُف میں نے اسے کھڑکی میں اپنی طرف گھورتے دیکھا ہے۔“ لڑکے نے دردناک آواز میں کہا۔

”اور میں اسے دھکا نہیں رکھ سکتا۔“

”کون سی کھڑکی میں؟“ کرنل نے غصے سے

کہا۔

”پوری بات بناؤ لڑکے۔“

”مائنے کی کھڑکی ہوئی کی۔“ لڑکے نے کہا۔

بارکس نے یہ سن کر لڑکے کو گھر بھیجنے کی رائے

دی لیکن کرنل نے انکار کر دیا۔ وہ بات کی تہ تک

پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ لڑکے کو اس طرح ڈرا

پہلے آپ گیند کو ضرب لگا لیں۔“ (رقہ)

”آپ جس سیٹی کے متعلق پوچھ رہے ہیں وہ بڑی عجیب سی ہے۔ یہ میری جیب میں..... نہیں رہ تو میں اپنے کمرے ہی میں چھوڑ آیا ہوں۔ بہر حال یہ سیٹی کل ہنسنے لگی تھی۔“

اور پھر بارکس نے سیٹی پانے کا واقعہ بیان کیا جسے سن کر کرنل نے ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر وہ بارکس کی جگہ ہوتا تو کبھو تک گرجے سے تعلق رکھنے والا ایسی چیز کو استعمال کرنے سے احتیاط کرتا جن کے متعلق یہ یقینی بات ہے کہ نہ جانے کیا پیش آ جائے۔ پھر وہ علاقے کے پادری کی برائیاں سننے لگا۔ جس نے گزشتہ اتوار کو اعلان کیا تھا کہ جیسے کے دن حواری سنسٹ طاس کی دعوت، دوگی اور پھر گیارہ بجے گرجے میں دعا ہوگی۔

کرنل کا خیال تھا کہ اس قسم کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ پادری درپردہ طور پر پوپ پرست ہے اور بارکس نے اس سے اختلاف نہ کیا۔ وہ اس علاقہ کی بانوں سے فوری طور پر کرنل سے اتفاق بھی نہ کر سکتا تھا۔ دراصل صبح وہ اتنی خوش اسلوبی سے دفن گزرا، نیچے تھے کہ روپیہ کے کھانے کے بعد ان کے درمیان علیحدگی کی کوئی بات قابل قبول نہ تھی۔

دونوں دوپہر کے بعد ہی کھیلتے رہے یا کم از کم اس حد تک مجبور رہے کہ وہ شام کا جھینپا ہونے تک ہر چیز کو بھولے رہے۔ بارکس کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ درسگاہ کے کھنڈروں میں مزید تحقیقی کام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ اس کی کوئی اہمیت بھی

”اور یہ رہے چھ پنیں..... نہیں بلکہ یہ لڑا ایک
شنگ..... اور اب اپنے گھر بھاگ جاؤ۔ اس کے
بارے میں اور کچھ نہ سوچنا۔“

لڑا کا جلدی سے شکر یہ ادا کرتے ہوئے چلا گیا
اور کرل اور پارکس مڑ کر دیکھ بھال کرنے کی غرض
سے گلوب ان کے سامنے کے رخ پر پہنچے۔ لڑا کے
نے جو تفصیل بتائی تھی اس کے مطابق وہاں ایک ہی
کڑی تھی۔

”بڑی عجیب بات ہے۔“ پارکس نے کہا۔
”بظاہر تو یہ میرے ہی کمرے کی کڑی ہے۔
جس کا اس لڑا کے نے ذکر کیا تھا۔ کیا آپ کچھ خبر
کے لیے اوپر آئیں گے، کرل ولسن؟“ دیکھیں تو ہنسی
کہ کون میرے کمرے میں آزادانہ آتا جاتا ہے۔“
وہ جلد ہی دروازے کے سامنے جا پہنچے اور
پارکس دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔ پھر
اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔

”یہ بڑی ہی عجیب بات ہے۔“ اس نے کہا۔
”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج صبح میں نے
جاتے وقت کمرے کو تالا لگایا تھا۔ تالا اب بھی اسی
طرح لگا ہوا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ چابی
بھی میرے پاس ہی ہے۔“ اس نے چابی دکھاتے
ہوئے مزید کہا۔

”اب اگر نوکروں کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی کی
غیر موجودگی میں کمروں میں داخل ہوتے ہیں تو میں
یہ ضرور کہوں گا کہ میں ایسی باتیں ہرگز پسند نہیں
کرتا۔“ عجیب طرح کے جذبات کے ساتھ اس
نے دروازہ کھولا (جو کہ واقعی مقفل تھا) اور وہ

دیکھا ہی بڑی بات ہے اور اگر پتہ چل جائے کہ کچھ
لوگ مذاق کر رہے ہیں تو انہیں اس کی سزا ملنی
چاہیے۔ کئی سوالات کرنے کے بعد یہ کہانی بنی لڑا کا
گلوب ان کے سامنے کچھ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا
تھا۔ جب کھیل کے بعد سب لڑکے اپنے اپنے
گھروں کو چل دیے اور وہ بھی روانہ ہو رہا تھا کہ اس
کی نظر سامنے کی کھڑکی پر پڑ گئی۔ وہاں کوئی چیز تھی
جس نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جہاں
تک اسے معلوم ہوا اس چیز کا رنگ یا لباس سفید تھا
لیکن اس کا چہرہ نہ دکھائی دے سکا۔ وہ کوئی انہی چیز
نہیں تھی۔

اس نے یہ نہیں کہا کہ: ”اچھا شخص نہیں تھا۔
کمرے میں روشنی تھی؟ نہیں اس کا خیال یہ کہ وہاں
روشنی نہ تھی۔ کھڑکی کون سی تھی؟ اوپر والی یا دوسری؟
دوسری والی۔ بڑی کھڑکی۔“

”اچھا بھئی لڑکے۔“ کرل نے کچھ اور سوالوں
کے بعد کہا۔

”اب تم گھر جاؤ میرا خیال ہے کہ کوئی شخص
نہیں شخص ڈرانے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ پھر کبھی ایسا
موقع پیش آئے تو ایک بہادرانہ گریز کرنے کی طرح
اس پر پتھر پھینکو لیکن نہیں ایسا نہ کرنا بلکہ کسی بیرے یا
ہوٹل کے مالک مسٹر سین کو بتا دینا اور کہنا کہ میں نے
جسٹیس ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی۔“

لڑکے کے چہرے پر جو اثرات تھے ان سے
ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کچھ تنگ سا محسوس کرتا ہے کہ شاید
مسٹر سین اس کی بات دھیان سے نہ سنے لیکن کرل
نے اسے اہمیت نہ دینے کہا۔

تھے کہ اس نے صبح بستر ٹھیک طرح بچھایا تھا۔ اور اس کے بعد وہ اس کمرے میں نہیں آئی۔ اس کے پاس کوئی دوسری چابی نہیں ہے۔ مسٹر سمین کے پاس البتہ چابیاں ہوتی ہیں اور وہی آپ کو بتا سکیں گے کہ یہاں کوئی آیا تھا یا نہیں۔

یہ ایک مہم تھا۔ تحقیقات سے یہ چلا کہ کوئی بھی قیمتی چیز اٹھائی نہ گئی تھی۔ اور پارکنس کو میزوں پر چھوٹی چیزوں کی ترتیب اچھی طرح یاد تھی اور اسے یقین بھی تھا کہ کوئی حرکت نہیں کی گئی۔ مسٹر اور مسٹر سمین نے بھی یہی کہا کہ ان میں سے کسی نے بھی اس کمرے کی چابی کسی شخص کو نہیں دی۔ پارکنس ایک اچھے ذہن کا مالک تھا۔ اسے ہول کے مالک اس کی بیوی یا کسی ملازم میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس سے کسی پر کوئی الزام لگایا جاسکے۔ اس کا یہی خیال تھا کہ لڑکے نے کرٹل کو من گھڑت کہانی سنائی تھی۔

مورخ الذکر خلاف معمول رات کے کھانے پر اور شام کے وقت خاموش اور شگڑ سا رہا۔ سونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف جاتے وقت اس نے پارکنس کو شب بخیر کہا اور رد کھے سے لہجے سے کہا۔

”اگر رات کو میری ضرورت پڑے تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں کہاں ہوتا ہوں۔“

”ہاں مجھے معلوم ہے شکر یہ کرٹل دہن لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے آپ کو پریشان کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے گی۔ ہاں یاد آ رہا۔“ اس نے مزید کہا۔

”میں نے جس پرانی سینی کا آپ سے ذکر کیا

تجرباں جاائیں۔

”کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلی ہوئی تو معلوم نہیں ہوتی۔“ اس نے کہا۔

”سوائے آپ کے بستر کے۔“ کرٹل نے کہا۔

”معاف کیجئے وہ میرا بستر نہیں۔“ پارکنس نے کہا۔

”میں اسے استعمال نہیں کرتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے اسے جیمز ضرور ہے۔“

واقعی بات کچھ ایسی ہی تھی۔ بستر کے کپڑے ایک ڈھیر کی صورت میں پڑے تھے اور بڑے بچا دار طریقے سے مڑے ہوئے تھے۔ پارکنس کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

”میرا خیال تو یہ ہے۔“ آخر اس نے کہا۔

”کرٹل رات میں نے اپنا سامان کھولنے کے دوران انہیں بے ترتیب کر دیا تھا اور اس کے بعد کسی نے بستر کو ٹھیک نہیں کیا۔ شاید میرے بعد کوئی بستر ٹھیک کرنے کے لیے اغدا آیا ہو اور اسے لڑکے نے کھڑکی میں دیکھا ہو اور پھر اسے کسی نے ہلایا ہو اور وہ بستر ٹھیک کیے بغیر ہی تالا لگا کر چلا گیا ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ واقعات اسی طرح ہوئے ہوں گے۔“

”اچھا تو گھنٹی بجا کر کسی کو بلائیں اور دریافت کر لیں۔“ کرٹل نے کہا۔ پارکنس کو یہ تجویز بڑی پسند آئی۔

خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور مختصر یہ کہ اس نے حلیہ بیان کیا کہ مسٹر پارکنس ابھی ہوئے ہی میں

لیکن وہ ہمت کر کے اٹھا اور ایک کبیل، کچھ پیٹنی بیٹوں اور ایک چھڑی اور ایک چھڑی کی مدد سے کھڑکی کے آگے ایک ”پردہ“ لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر یہ قائم رہ سکتے تو اپنے بستر پر چاند کی سیدھی کرنوں کو نہ پڑنے دے گا۔ اور جلد ہی وہ اپنے بستر میں بڑے آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ جب وہ کافی دیر تک کچھ پڑھتا رہا تو اس نے بالآخر سونے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے کمرے میں خواب آلود نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور روشنی بجھا کر لیٹ گیا۔

وہ بمشکل ایک گھنٹہ سویا ہو گا کہ اچانک کسی کھٹ پٹ کی آواز نے اسے جگا دیا۔ ایک لمبے سی میں اسے احساس ہو گیا کہ اس نے بڑی احتیاط سے کھڑکی کے آگے جو پردہ کھڑا کیا تھا وہ گر چکا ہے۔ اور روشن چاند بالکل اس کے چہرے کے سامنے ہے۔ اسے کافی حد تک ناگواری سی محسوس ہوئی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اٹھ کر پردے کو پھر ٹھیک کرے؟ یا شخص سونے کی کوشش کرے؟

چند منٹ تک وہ لیٹا ہوا امکانات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے گردن بدلی اور حیرت سے پھٹی آنکھوں کے ساتھ سانس روک کر کان کھڑے کر لیے۔ کمرے میں سامنے خالی بستر پر کچھ حرکت ہو رہی تھی اس کا اسے یقین تھا۔ کل وہ اسے یہاں سے اٹھوا دے گا کیونکہ اس میں ضرور چوہوں یا کسی اور چیز نے بسیرا کر لیا ہو گا۔ اب خاموشی تھی۔ اب مل جل پھر شروع ہو گئی۔ وہاں کچھ ایسی کھڑکھڑاہٹ اور چرچاہٹ کی آواز پیدا

تھا وہ آپ کو دکھاؤں؟۔۔۔۔۔ یہ دیکھتے ہی ہے وہ سہی۔“ کرنل نے اسے سو منٹ کی روشنی میں بڑی احتیاط سے دیکھا۔

”کیا آپ اس عبارت کا مطلب سمجھ سکتے ہیں؟“ پارکنس نے اسے واپس لیتے ہوئے دریافت کیا۔

”نہیں اس روشنی میں نہیں۔ آپ اسے کیا کر رہے گے؟“

”جب میں کمبرج واپس جاؤں گا تو وہاں کسی ماہر آثار قدیمہ کو دکھا کر معلوم کروں گا کہ وہ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ اور اگر یہ کوئی محفوظ رکھنے کے قابل چیز ہوئی تو میں غالباً کسی عجائب گھر کو تحفہ دے دوں گا۔“

”ہوں۔“ کرنل نے کہا۔

”ہو سکتا ہے آپ ٹھیک کہتے ہوں۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اگر میرے پاس ہوتی تو میں اسے سمندر میں پھینک آتا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ باتوں سے قائل نہیں ہوں گے لیکن مجھے تو قہر ہے کہ آپ اس سے کوئی نہ کوئی سبق ضرور سیکھیں گے۔

اللہ کرے کہ آپ کی رات خیریت سے گزرے۔“

تھوڑی دیر بعد دونوں اپنے اپنے کمرے میں تھے۔ بد قسمتی سے پردہ فسر کے کمرے کی کھڑکیاں پر دوں اور ٹھنڈیوں سے محروم تھیں گذشتہ رات اس نے اس طرف دھیان نہ دیا تھا۔ لیکن آج رات معلوم ہوتا تھا کہ چاند بالکل اس کے بستر کے سامنے چمک رہا ہے۔ اور شاید وہ اس طرح سونہ سکے گا۔ یہ سوچ کر اسے اگرچہ کسی حد تک ناگواری سی ہوئی

دوری تھی جو کوئی چوہا وغیرہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ حرکت دے رہا تھا۔ جیسے راستہ ٹول رہا ہو۔

پارکنس کی جانب سے ذرا پے مڑتے ہوئے اسے اچانک پارکنس کے چھوڑ۔ دئے بستر کا احساس ہوا اور وہ تیزی سے اڑھڑ بڑھا۔ وہ بستر پر جھکا اور کمپوں کو ٹٹولنے لگا جس سے پارکنس کے جسم میں کچھ سی وڈر گئی۔ اگر وہ اپنے بستر پر ہوتا تو کیا ہوتا؟ چند لمحوں میں اس مخلوق کو معلوم ہو گیا کہ بستر خالی ہے۔ اس کے کھڑکی کی طرف روشنی میں چلنے سے پہلے بار پتہ چلا کہ وہ کس طرح کی چیز ہے۔

پارکنس جو اس بارے میں کسی پوچھ بچھ کو پسند نہیں کرتا ایک دفعہ میرے سامنے اس دہشت ناک مخلوق کے متعلق کچھ بیان کر رہا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اسے زیادہ تر جو بات یاد ہے وہ یہ ہے کہ اس کا چہرہ جو شکن دار کپڑے کا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ بہت زیادہ خوفناک تھا۔ اس کے چہرے پر کیا تاثر تھا۔ وہ بتانے سے قاصر ہے۔ البتہ اس وقت اس کا خوف اس حد تک شدید تھا کہ اس کا پاگل ہو جانا یقینی تھا۔

لیکن وہ زیادہ دیر تک اسے دیکھ نہ سکتا تھا کیونکہ وہ شخصیت بڑی تیزی سے کمرے کے وسط کی طرف حرکت کر رہی تھی۔ اور جونہی اس نے راستہ ٹٹولتے ہوئے اپنے بازو ادھر ادھر لہرائے تو اس کے لباس کا ایک کونہ پارکنس کے چہرے سے ٹکرا گیا۔ اور وہ نفرت سے چلائے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے زھوٹنے والے کو بہت جلد اس کا سراغ مل گیا اور وہ پھرتی سے پارکنس کی طرف لپکا۔ بلکہ بھر میں پارکنس کھڑکی میں آدھا پیچھے کی طرف جھکا ہوا

میں اپنے طور پر پردیسر کی گھبراہٹ اور دہشت کا کافی حد تک انداز کر سکتا ہوں کیونکہ میں سال پیشتر میں نے اسی قسم کا خواب دیکھا تھا۔ لیکن قارئین شاید اس منظر کا تصور نہ کر سکیں کہ کتنی دہشت ناک حالت میں اسے خالی بستر پر ایک دم کوئی اٹھ کر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

پارکنس اپنے بستر سے کود کر اتر اور تیزی سے کھڑکی کی طرف لپکا تاکہ اپنا کیلا بھیا۔ یعنی پھری پکڑے۔ جس کی مدد سے اس نے کھڑکی کے آگے پردہ سا بنایا تھا لیکن عین اسی وقت خالی بستر سے وہ شخص تیزی سے اٹھا اور دونوں بستروں کے درمیان اور دروازے کے سامنے بازو پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

پارکنس نے اسے بڑے دہشت ناک اضطراب سے دیکھا۔ اس کے پاس سے گزر کر کتنی طرح دروازے کے راستے فرار ہونے کا خیال اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ نہ جانے کیوں وہ شخص کو چھوٹنے سے گریز کر رہا تھا۔ اور اگر اس شخص نے اسے چھوٹنے کی کوشش کی تو وہ اس سے پہلے ہی کھڑکی سے چھلانگ لگا دے گا۔

بلکہ بھر کے لیے وہ شخص تاریک سائے میں کھڑا رہا لہذا وہ اس کا چہرہ ابھی طرح نہ دیکھ سکا۔ اب اس نے ذرا جھک کر آگے بڑھنا شروع کیا۔ اچانک پارکنس کو کچھ دہشت اور قدرے اطمینان کے ساتھ احساس ہوا کہ وہ اندھا تھا کیونکہ آگے بڑھتے ہوئے وہ اپنے لیے ہوئے بازوؤں کو یوں

کیا وضاحت بیان کی گئی۔ مجھے اعتراف ہے کہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ البتہ پروفیسر کو بولناک دیوانگی سے نجات مل گئی اور ہوٹل آسب زدہ مکان کے طور پر بدنام ہونے سے بچ گیا۔

اس بارے میں کچھ زیادہ سوالات نہیں کیے گئے کہ اگر کرنل اس وقت نہ آ جاتا تو پارکس کا کیا حشر ہوتا۔ بظاہر وہ یا تو کھڑکی سے باہر کود جاتا یا پھر اپنے حراس ہی کو مینٹھا۔ لیکن اس بات کا پتہ نہیں چل سکا کہ وہ مخلوق جو سیٹی کے جواب میں وہاں وارد ہوئی تھی۔ اسے خوفزدہ کرنے کے علاوہ کیا کر سکتی تھی۔ وہاں بسز کے کپڑوں کے سوا اور کوئی سامان بھی نہ تھا۔ جس سے اس مخلوق کا جسم وجود میں آتا تھا۔ کرنل نے جسے ہندوستان کا ایک ایسا ہی واقعہ یاد تھا رائے ظاہر کی کہ اگر پارکس اس مخلوق کے ساتھ بندر بتا تو وہ اسے کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکتی تھی کیونکہ خوفزدہ کرنا ہی اس کی واحد خوبی تھی۔ کرنل نے مزید کہا کہ اس سارے معاملے سے کلیسائے روم کے بارے میں اس کی رائے کی تصدیق ہوتی ہے۔

اس ضمن میں کوئی اور خاص قابل ذکر بات نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ پروفیسر کے نظریات میں بڑی حد تک تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ اس کے اعصاب بھی بہت مستحضر ہوئے ہیں۔ اب وہ کسی دروازے پر کوئی جبرائیل کا ہوا بھی نہیں دیکھ سکتا خواہ وہ ساکن ہی ہو۔ اور ایک دن کسی کھیت میں اس نے جڑیوں کو زارنے والا پلاؤ دیکھ لیا جس کے بعد اس کی وہ ایک راتیں بڑی بے چینی سے گزریں۔

اپنی پوری طاقت سے متاثر چیخ رہا تھا اور کپڑے کا چہرہ اس کے اپنے چہرے پر بہت قریب جھکا ہوا تھا۔ مین اس موخ پر جبکہ لمحہ بھر کی دیر غفلت ناک ثابت ہو سکتی تھی اس کی نگاہ خلاصی ہو گئی۔ جیسا کہ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کرنل نے ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھولا اور ٹھیک رفت پر پہنچ کر کھڑکی کے پاس یہ خوفناک منظر دیکھا۔ جب وہ ان کے قریب پہنچا تو دونوں میں سے ایک ہی راہں موجود تھا۔ پارکس نش کھا کر آگے کی طرف کمرے کے فرش پر گر پڑا اور اس کے سامنے فرش پر بستر کے کپڑوں کا ایک بے ترتیب ڈھیر پڑا تھا۔

کرنل ولسن نے اس موقع پر اس سے کوئی سوال دریافت نہ کیا۔ بلکہ دوسروں کو کمرے میں داخل ہونے سے روکتے ہوئے اس نے پارکس کو اس کے بستر پر آرام سے لٹا دیا۔ اور خبر ایک کھل لے کر دوسرے بستر پر قبضہ بنالیا جہاں وہ رات بھر رہا۔ اگلے دن سویرے ہی راجس آ پہنچا۔ اگر وہ ایک روز پہلے آتا تو اس کا اتنا اچھا استقبال نہ ہوتا۔ اور پھر مختصر میں نے پروفیسر کے کمرے میں طویل بناؤ۔ خیالات کیا جس کے اختتام پر کرنل ہوٹل کے دروازے سے باہر نکلا۔ اس نے اپنی انگی اور انگوٹھے کے درمیان ایک چھوٹی سی چیز پکڑ رکھی تھی جسے اس نے لے جا کر اپنے درزشی بازو کی پورنی طاقت سے وہ سمندر میں پھینک دیا۔ اس کے بعد گلوب ان کی پچھلی سمت سے آگ کا دھواں اوپر اٹھتا دکھائی رہا۔

ہوٹل کے علاوہ اور مہمانوں سے اس معاملے کی

😊 نئے لکھنے والوں کے لیے خوشخبری 😊

آپ لکھنے کا شوق رکھتے ہیں..... لکھنے کی ہمت نہیں کر پاتے ہیں..... اپنے دل کی آواز دوسروں تک پہنچانا چاہتے ہیں یا دوسرے رسائل و ذرائع سے ماہر ہو چکے ہیں۔ گھبرائیے نہیں آپ کی تحریروں کے لیے "ماہنامہ گچی کہانی" لاہور کے دروازے کھلے ہیں۔ ہم آپ کی تحریر کی نوک پلک درست کر کے شائع کریں گے۔ آپ اپنی تحریر خوشخط اور ایک صفحہ چھوڑ کر نکلیں تاکہ پڑھنے اور اصلاح کرنے میں آسانی رہے۔ آپ کی تحریر خوفناک ہونی چاہیے۔

✉ ماہنامہ گچی کہانی لاہور 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

☎ موبائل نمبر 0314-4008530

نامور قلم کار محمد رضوان قیوم کی 11 انعام یافتہ دلچسپ منفرد پلاٹ کے حامل سچی کہانیوں کا مجموعہ

✿ "کربِ ماضی" ✿

کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب درج ذیل بکسٹال پر دستیاب ہے

📖 ورائٹی بک شاپ، بینک روڈ، صدر راولپنڈی کینٹ فون: 051-5583397

📖 ملک بک شاپ، کمیٹی چوک، مری روڈ، راولپنڈی فون: 051-5530352

🌸 قیمت کتاب -/250 روپے 🌸

قبر کی سل انہا کو تابوت پر لیت جانو کل صبح میں تمہیں لینے آئوں گی

میں واپس آؤں گا

کچھ..... رانا جی

ایک شام یہ اعلان کیا روزی اس کی شریک حیات بننے پر رضامند ہو گئی ہے تو ہمارے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں روزی ہمارے دوست جارج کی پچازاد بہن تھی لیکن وہ اس قدر خوبصورت تھی کہ شہر کے سارے کنوارے بچے بعد دیگرے اسے شادی کا پیغام بھجوا چکے تھے۔ دوسرے اسے جارج سے دلی نفرت تھی کم از کم ہمارا یہی خیال تھا کیونکہ وہ جارج سے بات کرتا بھی پسند نہ کرتی تھی اور گئی بار اس نے ہمارے سامنے بری طرح اس کی بے عزتی کی تھی۔

جارج یہ خبر سنا کر چلا گیا تو ہم سوچنے لگے ایسی حسین دجیل لڑکی جس کے تڑکروں سے کلب آباد ہیں جارج جیسے بد صورت، مفلس و قلاش اور کم تعلیم یافتہ شخص سے شادی کرنے پر کیونکہ رضامند ہو گئی۔ کچھ دوستوں کا خیال تھا جارج نے یونہی گپ لگائی ہے لیکن ریسنہ نے جو اتفاق سے روزی کا بڑا دسی تھا تصدیق کی اس نے دو تین بار روزی کو جارج کے

کہنے کو تو جارج میرا دوست تھا لیکن بچ پوچھنے تو میں اس کے ساتھ کسی تقریب میں شامل ہونا بارک میں گھومنا با تفریح پر جانا پسند نہ کرتا تھا۔ شکل و صورت سے اچھا خاصا کارٹون نظر آتا تھا۔ چھوٹا قد مگنا سر میڑھی آنکھیں نیلے دانت باہر کو نکلے ہوئے چال ابھی بے ڈھنگی کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا زمین پر گیند لڑھک رہا ہے۔ وہ خود بھی اپنی جسمانی خامیوں سے آگاہ اور ان کے سبب شدید قسم کے احساس کمتری میں مبتلا تھا۔ گفتگو کرتے ہوئے اپنا کھ خاصوش ہو جاتا اور کچھ سوچنے لگتا۔ سب لوگ اس کا مذاق اڑاتے اور لڑکیاں تو بالخصوص اسے دیکھتے ہی ہنسنے لگتیں۔ یہی وجہ تھی ہماری منڈلی میں بیٹھنے کے باوجود ہم میں سے کوئی بھی چارو بھاری سے باہر اس کا ساتھ دینا پسند نہ کرتا تھا۔

شکل و صورت کے علاوہ اس کی تعلیم معمولی اور مالی حالت خراب تھی۔ اسکے باوجود جب اس نے



بینہ کر شمال کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں تاثر ا، حورا
چھوڑ کر اپنے موز سائیکل کی طرف لپکا اور آن واحد
میں اسے اشارت کر کے ٹیکسی کے تعاقب میں
روانہ ہو گیا۔

ٹیکسی بڑی سڑک چھوڑ کر قبرستان جانے والی
چھوٹی سڑک پر آ گئی۔ میں نے کچھ فاصلے پر ان کا
تعاقب جاری رکھا۔ سینٹ اینوز کے قبرستان کے
دروازے پر ٹیکسی رکی اور جارج اور روزی اتر کر
اندر چلے گئے۔ میں نے اپنا موٹر سائیکل سڑک کے
کنارے ایک چائے فروش کے پاس چھوڑا اور
ووڑتا ہوا قبرستان میں داخل ہو گیا۔ وسیع و عریض
قبرستان میں انھیں تلاش کرنا اور وہ بھی اس طرح
کہ انھیں میری خبر نہ ہو سکے بہت مشکل کام تھا۔
تاہم میں نے جاسوسی کہانیوں اور سرانفرسانی کی
فلسفوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور بالآخر درختوں
کے ایک جھنڈ میں انھیں ڈھونڈ نکالا۔

قبر کی سُل پر بیٹھی ہوئی روزی بہت خوبصورت
لگ رہی تھی۔ جارج اس کے قدموں میں لیٹا ہوا
تھا۔ دونوں کسی اہم موضوع پر بات چیت کر رہے
تھے۔ میں دبے پاؤں آگے بڑھا اور ایک اٹنی جگہ
چھپ گیا جہاں سے ان کی آواز بخوبی سنائی دیتی
تھی۔ روزی کہہ رہی تھی۔

”میں چاہتی ہوں میرا ہونے والا شو ہر میرے
نکم پر اپنی جان تک قربان کر دے۔“
”تم جب چاہو مجھے آزما سکتی ہو۔“ جارج نے
عقیدت مند اندہ لہجے میں کہا۔

”مجھے تم پر اعتماد ہے۔ تم نے میرے کہنے پر اپنا

ساتھ ساحل کی طرف جاتے دیکھا ہے۔

ہم کل نو دوست جمع تھے اور ہم میں سے سات
کو روزی نے ٹھکرا دیا تھا۔ حسد اور رقابت کے سبب
ہماری بری حالت تھی۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ ہم میں
سے دو اشخاص خفیہ طور پر جارج کی نگرانی کریں اور
اس امر کا کنج لگانے کی کوشش کریں کہ روزی اور
جارج کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے اور کیا واقعی وہ
حسین لڑکی چاہا کے اس غلام کے ساتھ شادی پر
رضامند ہو گئی ہے یا وہ ایسے بے خوف بنارہا ہے۔

قرعہ خال میرے اور ریمینڈ کے نام پڑا۔
ریمینڈ تو روزی کا پڑوسی تھا مجھے ختب کرنے کی وجہ
محض یہی تھی کہ دوسروں کی نسبت جارج مجھ پر
زباہہ اعتماد کرتا تھا۔ علاوہ ازیں میں شادی شدہ تھا
اور اپنی بیوی کے ساتھ فیسی خوشی وقت بسر کر رہا تھا۔
لہذا روزی بھی مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور
اسے معلوم تھا میں اس کا امیدوار ہوں۔

خدا کی قدرت دیکھئے ریمینڈ انہی دنوں بیمار پڑ
گیا اور مجھے شریک ہوسرنے کا بہت آسان راستہ
مل گیا ہے جن میری بیوی بچوں کو لے کر اپنے سگے
گلی ہوئی تھی اور میں گھر پر اکیلا تھا۔ چنانچہ بڑی
تندی سے روزی اور جارج کی نگرانی شروع کر
دی۔ بلکہ ہی غیبتے ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھنے کا
موقع مل گیا۔

مارچ کی ایک کھراؤ صبح تھی میں جارج کے
گھر سے قریب ہی ایک کینے میں ناشتے کی غرض
سے گیا تو روزی اور جارج سڑک پر نظر آئے۔
انھوں نے ایک ٹیکسی کو روکنے کا اشارہ کیا اور اس میں

یہ کہہ کر روزی اٹھ کھڑی ہوئی اور دونوں چیزیں جارج کے پاس رکھ دیں۔ جارج نے پرسش کے سے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور پھر وہ سلائیبلک طرف کھڑکی اور تابوت پر لیٹ گیا۔ روزی نے کچھ شک جھانپا اس کے اوپر رکھ دیں تاکہ قبرستان میں آنے والے کسی شخص کی نظر اس پر نہ پڑے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانی ہوئی قبرستان کے دروازے کی طرف چل دی۔

میں کچھ دیر خاموش کھڑا رہا اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو آگے بڑھ کر جھانپا اس ایک طرف بھیگ دیں اور ہنستے ہوئے کہا۔

”بیسویں صدی کے مجنوں صاحب ذرا باہر تشریف لائے۔“ میری آواز سن کر جارج کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ اٹھا اور میرے قدموں میں گر کر بولا۔

”خدا کے لیے میرے حال پر رحم کر اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔ اگر تم نے کسی کے سامنے میرے بارے میں ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو میں قسم کھاتا ہوں فوراً خود کشی کر لوں گا۔“

اس نے نہ بات کچھ ایسے لہجے میں کہی کہ مجھے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ روزی کے باپ نے اس کی ماں کو گھر سے نکال دیا تھا ماں بیٹی اب تک غلامت کر کے اپنا پٹ پالنی ہیں۔ روزی نے بچپن ہی سے اچھے ٹیم اٹھائے ہیں کہ اسے مرو کی ذات پر اعتماد نہیں رہا۔ ہونے والے شوہر کو اپنے قدموں پر چھکانے سے اس کی اما کو تسکین ملتی ہے۔ وہ میری بیٹی زاد ہے اور میں جانتا ہوں اس کامرو کی

ہاتھ جلتے ہوئے انگاروں پر رکھ دیا تھا، لیکن میں زیادہ سخت امتحان لینا چاہتی ہوں۔ وہ ایک قوی جذبہ تھا ہوسکتا ہے تمہیں مہری بہت سے کچھ دیر تک آزمائش میں جتا رہنا پڑے فوجت ہار بیٹھو۔“

”اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟“ جارج جیسے مکمل طور پر روزی کے قبضے میں تھا۔

”مجھے قبرستانوں سے خوف آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں رات کے وقت قبرستانوں میں آوارہ رہیں آئی ہیں میں اس راتوں کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی ہوں لیکن مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ رات کے وقت یہاں ردسکوں مہری جگہ تم آج رات اس قبرستان میں بسر کرنا اور دیکھو رات میں کسی دفن بھی یہاں آؤں گی اور اگر تم موجود نہ ہوئے تو زندگی بھر تم سے کلام نہیں کروں گی۔ بس اسی غرض سے تمہیں یہاں الٹی تھی۔“

”ایک رات نو کہا میں عمر بھر قبرستان میں رہنے پر تیار ہوں۔“

”ٹھیک ہے قبر کی سلا اٹھا کر تابوت پر لیٹ جاؤ کل صبح میں تمہیں لینے آؤں گی بسک کا یہ ڈبہ اور چائے کا قہر سوس اپنے پاس رکھ لو۔“

رحم آ گیا۔

”میں کسی سے نہیں کہوں گا اگر تم باہر تو نکلو۔“

جارج باہر آ گیا۔ ہم دونوں زمین پر بیٹھ گئے۔ وہ کچھ دیر مہری طرف دیکھتا رہا پھر آنکھوں میں افسوس بھر کر بولا۔

”میں جانتا ہوں تم مجھے بے بنف سمجھتے ہو تمہارا خیال ہے نہ یہ عشق کا موت سوار ہے

کتاب لکھی جس میں یوگا کی ورزشیں لکھی تھیں۔ اس نے وہ سب ورزشیں مجھے کرائیں اور ایک ورزش میں فوٹو میں سر کے بل نصف سمجھنے تک دوہار کے ساتھ کھڑا رہا۔ روزی نے وعدہ کیا ہے وہ جلد ہی شادی کے لیے اپنی ماں سے بات کرے گی۔ شاید یہ آخری امتحان ہو کیونکہ اس ماہ کی بیس تاریخ کو روزی کی سالگرہ ہے اور وہ جانتی ہے اس موقع پر تیار شادی ہو جائے۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جارج کی فریضہ کروں یا اس کی بے وفائی پر قہقہے لگاؤں۔ تاہم اس نے میری اتنی خوشامد کی کہ مجھے اپنے بچوں کی قسم کھا کر وعدہ کرنا پڑا اس کسی سے اس واقعے کا ذکر نہ کروں گا۔ اس کی خواہش پر میں نے دوبارہ اسے فیر میں لٹا دیا اور اس کے اوپر خشک جھاڑیاں بکھیر دیں۔

تیسرے روز دو کلب میں آیا تو روزی اس کے ساتھ تھی۔ اسی شام ان کی ملگنی ہو گئی۔ شادی کے لیے بیس تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ اس دوران میں حسب وعدہ میں نے کسی سے جارج کے بارے میں ذکر نہ کیا چنانچہ وہ مجھ سے بہت خوش تھا۔ ایک بار تو روزی کو ساتھ لے کر میرا شکریہ ادا کرنے گھر پر بھی آیا۔

سولہ مارچ کی شام اس نے مجھے فون کیا کہ میں ریلوے اسٹیشن پر پہنچ جاؤں وہ مجھ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے ہامی بھری۔ وہ اور روزی پلٹ فارم پر میرے خنجر تھے۔ روزی کا چہرہ اتر اتر تھا جارج ہوا۔

ذات پر اعتماد بحال ہو جائے۔ جہاں تک نہ اسحق ہے ہم جانتے ہو شکل و صورت اور مالی لحاظ سے میری دشیت معاشرے میں اونچی نہیں۔ میں اور روزی ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اسے اعتماد چاہیے اور مجھے کوئی ایسا وسیلہ جس کے ذریعے میرا اعتماد اپنی ذات پر بحال ہو سکے اور احساس کتری دور ہو جائے۔ روزی میری آغوش امید ہے وہ میرے لیے محبوبہ نہیں زندگی کی ملاست ہے۔ اگر اس کے ساتھ میری شادی ہو جائے تو تم سب لوگوں پر مجھے ایک طرح سے فوقیت حاصل ہوگی اور یہ فوقیت مجھے اپنے آپ کو سنبھالنے میں مدد دے گی۔ میں نے کبھی تمھارا برا نہیں چاہا اور اب میں تم سے درخواست کرتا ہوں میرے بارے میں اپنی زبان بند رکھو۔

”تم کہتے ہو فوٹو میں اپنی زبان بند رکھوں گا لیکن دوست مجھے یقین ہے روزی کا بڑی تو ازن درست نہیں۔ کیا واقعی اس نے تمھیں جلتے ہوئے انگاروں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا تھا؟“

”ہاں مگر میں تمھیں اس کی وجہ بتا چکا ہوں۔ علاوہ ازیں میں اس کی خواہش پر چلتی گاڑی سے پھلانگ لگا چکا ہوں اور بلاے بل پر سے دریا میں کود چکا ہوں۔ ایک بار اس نے مجھ سے یا پاپ کی مدد کے بغیر تیسری منزل سے زمین پر آنے کا حکم بھی دیا تھا اور میں نے اس حکم کی تعمیل میں اپنا ایک کھٹنا زخمی کر لیا۔ تمھیں یاد ہوگا میں نے تم لوگوں کے سامنے جھوٹ بولا تھا کہ گانف کھیلنے ہوئے چوٹ لگی ہے۔ پہلے سنجر کو روزی کے ہاتھ ایک

روزی نے مجھے بتایا رات اس کا تار موصول ہوا تھا وہ صبح سات بجے والی گاڑی سے پہنچ رہا ہے۔ ساڑھے نو بجے تک اس کا نہ پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ دس بجے والی گاڑی میں آئے گا۔ پونے دس بجے میں موٹر سائیکل پر نور انشٹین کی طرف روانہ ہوا تاکہ اسے سواری لینے میں دیر نہ ہو جائے۔ گاڑی تین منٹ لیٹ تھی۔ دس بج کر تین منٹ سے دس بج کر دس منٹ تک یعنی جب تک گاڑی انشٹین پر رستی میں نے اس کا ایک ایک ڈبہ چھان مارا لیکن جارج کہیں دکھائی نہ دیا۔ مایوس ہو کر میں انشٹین سے اٹھا اور گر جا گھر کی طرف روانہ ہوا۔

دروازے پر مجھے ریسنڈل گیا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا۔

”جارج نہیں آیا؟“

”جارج تو خیر پہنچ گیا ہے البتہ اس کی حالت قابل رحم ہے شاید ٹریفک کے حادثے میں شدید زخمی ہوا ہے۔“ ریسنڈ نے جواب دیا۔

ہم دونوں اندر پہنچے۔ شادی کی رسوم ادا ہو رہی تھیں۔ لیکن حاسنہ بن کے چہروں پر خوف کے آثار تھے جارج واقعی روزی کے پیلو میں موجود تھا لیکن اف میرے خدا اس کا رنگ پیلا تھا کپڑے خون سے تر تھے ایک بازو ٹوٹ گیا تھا اور کندھے پر کاری زخم آبا تھا۔ وہ بار بار اپنی گردن سیدھی کرنے کی کوشش کر رہا تھا جیسے گردن ٹوٹ گئی ہو۔ ریسنڈ نے مجھے بتایا دس بج کر دس منٹ پر وہ دوڑتا ہوا گر جا گھر میں داخل ہوا اور جب لوگوں نے اس سے پوچھا

”میرے استاد اور دادا جان کے نہایت قریبی دوست مسٹر بردین راج کا تار آیا ہے۔ وہ سخت بیمار ہیں اور مجھے بہر صورت سکنا والی جانا چاہیے۔ روزی پریشان ہے اس کا خیال ہے میں میں تاریخ کی صبح گیارہ بجے تک واپس نہیں آسکوں گا اور اس طرح شادی کا پروگرام ملتوی ہو جائے گا تم اسے تسلی دو۔“

”روزی ٹھیک کہتی ہے۔“ میں نے فوراً کہا۔

”ہو سکتا ہے مسٹر بردین راج کی طبیعت زیادہ خراب ہو اور تمہیں وہاں رکتا پڑے۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے بخدا میں ہر قیمت پر شادی کے وقت سے پہلے پہنچ جاؤں گا۔“ اصرار کی دنیا ادھر ہو جائے تب بھی وہاں نہ روکوں گا۔“ اس نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔ میں نے روزی کو تسلی دی مگر وہ آخر وقت تک یہی کہتی رہی۔

”جارج تم نہ جاؤ نہ جانے کیوں میرا دل کہہ رہا ہے ہماری شادی ملتوی ہو جائے گی کیونکہ تم وقت پر نہ پہنچ سکو گے۔“

جارج ہنس دیا اور مجھے اس کا خیال رکھنے کی نصیحت کر کے گاڑی میں سوار ہو گیا۔ میں نے روزی کو موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھایا اور اس کے گھر چھوڑ دیا۔

میں تاریخ کی صبح ہم سب دوست نو بجے ہی گر جا گھر پہنچ گئے۔ ساڑھے نو بجے تک روزی بھی لیٹن کے لباس میں اپنی ماں اور چند دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ آن پہنچی۔ کئی بار ہم نے جارج کے گھر سے معلوم کیا مگر پتہ چلا وہ ابھی تک سٹھالی سے نہیں لوٹا۔

خیال تھا جارج نے راستے میں روزی کا گھانا کھونٹ دیا ہے لیکن میں جانتا تھا وہ ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ ہم نے اسے سارے شہر میں تلاش کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پولیس والوں نے روزی کی لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی۔

دوپہر کے وقت پوسٹ مارٹم کے نتائج آ گئے۔ ڈاکٹر نے بیان دیا تھا لاش پر کسی ضرب کا نشان نہیں اور نہ گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے۔ موت حرکت قلب بند ہونے سے اور اچانک واقع ہوئی۔ پولیس کا خیال تھا جارج کو زخمی دیکھ کر روزی ڈر گئی اور اسی حالت میں اس کی حرکت قلب بند ہو گئی۔ جارج نے اسے مردہ دیکھا تو اس خوف سے کہ پولیس قتل کے جرم میں گرفتار نہ کر لے چلتی ہوئی گاڑی سے باہر کود گیا۔

لیکن تین بجے سہ پہر ہمارے یہ خدشات دور ہو گئے اور ایک ایسی حقیقت سامنے آئی جس نے حیرت کے سبب ہمیں پاگل کر دیا۔ سکنادلی سے پولیس نے اطلاع دی آج یعنی بیس تاریخ کی صبح پانچ بجے سکنادلی کے اسٹیشن کے قریب جارج نامی ایک نوجوان تیزی سے ریل گاڑی میں سوار ہونے کے لیے پلیٹ فارم کی طرف دوڑا تو ایک تیز رفتار کار نے اسے چل دیا۔ لاش پوسٹ مارٹم کے بعد تین بجے کی گاڑی سے بھیجی جا رہی ہے۔

جارج صبح پانچ بجے مرا تھا ایک بجے تک پوسٹ مارٹم ہوا دس بجے صبح اس نے شادی کی اور پھر راستے ہی میں غائب ہو گیا۔ یہ ایک ایسا راز ہے جس پر سے پردہ اٹھانا کم از کم میرے لیے ممکن نہیں۔

چاہاتم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تو اس نے انٹیلیجنس پر رکھتے ہوئے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پادری صاحب کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔ ”آپ شادی کی رسومات شدد کر گئیں۔“

روزی نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بیہوش ہو کر گرنے لگی۔ جارج نے اسے سہارا دیا۔

حاضرین دم بخود تھے۔ نہ جانے جارج کی آنکھوں میں کیا جادو تھا کوئی شخص زبان سے کچھ نہ کہہ سکا خوف کی ایک سرد لہر نے سب کا حلق کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ پادری بھی خاموشی سے اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔

دوبلا اور دلہن باہر نکلے تو کسی نے ان پر بھول نہیں برمائے۔ بھولوں کے ہار لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے۔ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے اور گاڑی گھر کی طرف چل دی۔ ہم چند ایک دوست شخص یہ جاننے کے لیے کہ جارج کو کیا حادثہ پیش آیا ہے گاڑی کے پیچھے ہو لیے۔ ریمنڈ کا خیال تھا جارج گاڑی سے اتر اور راستے میں اسے ٹریفک کا حادثہ پیش آ گیا۔ لیکن میں یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوا کہ میری نظر نے دھوکا کھایا ہے میں۔ گاڑی کا ایک ایک ڈبہ تلاش کیا تھا۔

جب ہم جارج کے گھر پہنچے تو سڑک پر کھرام چا ہوا تھا۔ جارج کے گھر کے بازو میں روزی اس کی ماں رہتے تھے۔ روزی کی ماں اپنے اہل نوج رہی تھی۔ معلوم ہوا گاڑی گھر کے سامنے پہنچی اور ذرا نیچر نے اتر کر دروازہ کھولا تو اندر روزی کی لاش پڑی تھی اور جارج غائب تھا۔ رشتہ داروں کا

شادی شدہ احسن بھٹی خاص استعمال مخزور مرد

سفر جیل اکیلا یا سہیل ہے جو کچا اور پکا دونوں طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ جیل اسپین، لبنان اور عرب کے اشتعال فزاہن پایا جاتا ہے جو بہت لذت اور بہت لطیف ہوتا ہے قدرت نے اس جیل میں ایک خاص صفت پیدا کر دی ہے جس سے اور بڑے مرد بھی جوان ہو جاتے ہیں اور کمزوروں کیلئے ٹھیک ہے۔ سفر جیل اکیلا یا سہیل ہے جس کے متعلق رسول اللہ کا ارشاد درج ہے کہ سفر جیل کھاؤ تب دل کو طاقت دے گا اور دستانوں کے ڈورہ کو روکنا، دل کو مضبوط کرنا، دل کی بیماریوں کو ٹھیک کرنا، سانس کو خوشبودار کرنا اور سیدہ کا پوچھنا آتا ہے جو جیل نے سفر جیل کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: سفر جیل کھاؤ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نئی شے نہیں مامور فرمایا جسے جنت کا جیل سفر جیل نہ کھلایا ہو کیونکہ یہ مرد کی قوت کو جالیس افراد کے برابر کر دیتا ہے جہاں تک عظیم کے نزدیک یہ دل و دماغ کی بیماریوں اور قوت خاص کیلئے ایک کارہرہ رکھتا ہے۔ سفر جیل کے متعلق جیکو عبد الغنی مرحوم افرسیانی کا یہی کہتا ہے اس جیل میں نافذ طاق نے وہ قوت رکھ دی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور عظیم اسرار روحی (روحی) لکھتے ہیں کہ یہ جیل بجز متوی باہ اور قوت خاص میں اس قدر طاقت دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ جیکو نذیر احمد ترائی (روحی) سفر جیل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ قدرت نے اس جیل میں وہ قوت خاص رکھی ہے جو کسی اور جیل میں نہیں۔ نہ جانے اس جیل میں اور کیا قوتیں موجود ہیں جو انسان کیلئے یقینی طور پر مفید ہو سکتی ہیں۔ سفر جیل کے فوائد کو اس قدر ہیں کہ اس جیل پر کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن میں اس وقت دوسرے فوائد کو نظر انداز کر کے آپ کے سامنے وہ قیمتی ماز رکھ رہا ہوں جو کہ اس قدر حیرت سے کہ بعد عنایت فرمایا جو کہ باہ اور قوت دینے، سرعت نزال کو دھڑکرنے اور قوت خاص میں حرکت پیدا کرنے کیلئے بالکل چہرہ ہے جس کی صرف ایک ہی خوراک کھانے سے مرد میں اتنا کمزور آجاتا ہے کہ مرد چار شادیاں کرنے پر تھک جاتا ہے جس کا نام اس طرح ہے جسے خاص ہے جو کہ گزروں کی شکل میں مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ 30 گولی قیمت 1500 روپے بذریعہ TCS یا VPI منگوائیں۔

راوی دواخانہ کی، مشتاق دواخانہ غازی	بادشاہ دکنی، بدھ بازار، راولپنڈی	خبردار بطور القاب یا سہیل
خالد دواخانہ صراف بازار ایبٹ آباد	حکیم عرفی نور محمد، الحمدیٹ چوک، جہلم	مطالعہ لکھنؤ، آرام باغ، کراچی
محمد علی دواخانہ اسلام آباد۔ 2278463	قدیر کوٹلی دواخانہ کچہری بازار، سرگودھا	مطالعہ دواخانہ رسالہ روڈ حیدر آباد
خالد ملوڑ، مدنی سٹریٹ، سکٹر	حقماں دواخانہ نواز چوک، سہیل بازار، راولپنڈی	شانی دواخانہ، شاہ بازار، بہاولپور
نیم دواخانہ گوجرانوالہ روڈ حافظ آباد	سیٹھ روڈ دواخانہ، ملت دواخانہ	علی ہوسٹل، کچہری روڈ، ملتان
ناصر دواخانہ، نوید صحت دواخانہ، سید	عابد رحمانیہ، گھنٹہ گھر، پشاور	علی ہوسٹل، کچہری روڈ 3560713
دواخانہ حق سائبر دواخانہ، صدر بازار	حکیم حبیب، میدا بازار، مدینہ	سجاد ہوسٹل، کچہری بازار، فیصل آباد
عاشق دواخانہ ایم جے جناح روڈ، خوشاؤ	سید محمد دواخانہ، عثمان دواخانہ، گلگت	

نام ایک طلب کریں اپنے علاقے کے ڈسٹرکٹ کا نام درج معلوم کیے یا اگر منگوائے کیلئے مشورہ کی کر سکتے ہیں صبح 7 بجے تک کال کریں

1345-700089
www.covs.pk.com
334 050801

میری روح کو یہاں آنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے ان کا احساس نمبین کیونکر ہو سکتا ہے۔ دیکھو! مجھے قبر سے باہر نکلنے کے لیے کتنی تک و دو کرنی پڑی ہے اور میں اسی لباس میں تمہارے سامنے کھڑی ہوں

روح کا ملاپ

سیر..... فریحہ ملک

ہے۔ ایسی محبت جو شاید ہی کسی کے دل میں پیدا ہوئی ہو۔ میں حیران ہوں کہ محبت کی اس شدید ضرب سے میرا دل اس وقت کیوں نہ چھٹ گیا۔ میں تاحال کیوں زندہ ہوں؟

بچپن ہی سے میرا دھیان پادری کے مقدس پیشے کی طرف تھا۔ مجھے مقدس بائبل اور دیگر مذہبی کتابوں کی تکمیل کے لیے گرجے کے ساتھ ڈوئٹی کالج میں داخل کرنا پڑا تھا۔ جس وقت میں نے مقدس کتب کا کورس کامیابی کے ساتھ پورا کیا۔ اس وقت میری عمر چوبیس سال تھی۔ میرا قلب اور ذہن بالکل صاف تھا۔ عورت کے متعلق مجھے صرف اتنا احساس تھا کہ یہ صنف اس دنیا میں موجود ہے اور بس۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں اور کسی خیال کا غلبہ نہیں تھا۔ دنیا میں میرا صرف ایک رشتہ وار تھا۔ اور وہ بھی مہری ماں۔ جس نے والد کی

میرے بھائی! انم پوچھتے ہو کہ آبا میں نے کبھی محبت کی ہے؟ ہاں میں نے محبت کی ہے۔ میری داستان ایک گچی آپ بنتا ہے۔ ایسی آپ بنتی جو قدرت کی نیرنگیوں کی عجیب داستان ہے اور جسے میں ۶۵ سال کی عمر تک پہنچنے کے باوجود نہیں بھلا سکا۔ بڑھاپے میں میرے ذہن پر ہر وقت جوانی کے واقعات سوار رہتے ہیں۔ میں تم سے کوئی چیز نہیں چھپاؤں گا۔ واقعات ایسے ہیں جن کا تعلق میری ذات سے ہے۔ اس کے باوجود مجھے خود بھی کئی بار یقین نہیں آتا کہ یہ مجھ پر گزرتے ہیں؟

تین سال میں نے ایک متقی پریسنگار پادری کی زندگی گزاری۔ مگر اس کے بعد تین سال شیطان نے مجھ پر غلبہ کیے رکھا۔ اگر میرے پیشوا کی مدد میرے شامل حال نہ ہوتی تو خدا معلوم مجھ پر کبھی باقی نازل ہوتی۔ ہاں میں نے واقعی محبت کی



اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا تھا۔

ددمٹ کے اس ٹکڑے میں میری نظروں میں ایک صرف ایک چیز خوب تر بن رہی تھی۔ میری سالہا سال کی عبادت مقدس کتاب اور روح القدس کے لیے لیے دعاؤں اور مقدس بائبل کے اوراق اور سب سے بڑھ کر میرا مقدس پیشہ۔ یہ سب احساسات مجھے اس طرح جواب دے گئے۔ جیسے ان کا کوئی اثر میری طبیعت میں تھا ہی نہیں تھے خود بھی علم نہ ہو سکا کہ چاہے کیا ہو گیا۔

میں نے معصوم ارادہ کر لیا کہ اب نظر اوپر نہیں اٹھاؤں گا۔ مگر کوئی شیطانی طاقت میری نظروں کو پھر اوپر اٹھا رہی تھی۔ شیطانی طاقت کے الفاظ میں نے اس لیے استعمال کیے ہیں کہ میں ایک نہایت مقدس اور روحانی ماحول کی پیداوار تھا۔ اس ماحول میں ذرا سی لغزش بھی شیطانی طاقت کی طرف منسوب کی جاتی تھی۔ مقدس کتب میں حوروں کے قصے کئی مرتبہ پڑھے تھے۔ فردوس بریں کی بریوں کے حالات سنے تھے۔ میں نے حسن کے متعلق اس دنیا کے کئی مصنفوں، مصوروں اور فن کاروں کے تاثرات پڑھے تھے۔ مگر آج علی تجربہ مجھے جیسے مسکین طبیعت اور عاجز انسان کے ساتھ پیش آ گیا تھا۔ جس کا ماحول لباسِ ملازمت پیشہ سب قدامت پسندانہ تھے۔ جسے ماڈرن لباس اور سوسائٹی سے کبھی واسطہ ہی نہیں پڑا تھا۔

آرچ بشپ مقدس کلام پڑھتے جاتے اور میں انہیں غیر شعوری طور پر دہراتا جاتا تھا۔ میری عقل بے چنگی تھی اور میرے اوسانِ خیال بے پناہ

وفات کے بعد اپنا زیور بچ کر مجھے پادری کی تعلیم دلائی۔ مجھے فطری طور پر اس مقدس پیشے سے دلی لگاؤ تھا۔ جس دن مجھے گرجے کا نائب پادری بنانے کی رسم ادا کی جانے والی تھی میں خوشی سے پھولا نہیں سانا تھا۔ یہ ایک طویل رسم تھی جس میں دونوں انگوٹھوں پر مقدس جمل ملا جاتا ہے۔ اور مقدس گیت گائے جاتے ہیں۔ اور آخر کار بڑے بشپ کے ساتھ ایک جلوس سا نکالا جاتا ہے۔ یہ رسمیں جلد ادا ہونے والی تھیں۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا۔ سینٹ جان کے بڑے گرجے میں وہ رسم ادا ہونے والی تھی۔ جسٹم ٹاؤن کے عوام اور رڈ سا بڑی تعداد میں گرجا میں آئے ہوئے تھے۔ پیرس کے آرچ بشپ کو یہ مقدس رسم ادا کرنی تھی۔ تمام رسوم خوش اسلوبی سے ادا ہو چکیں تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ چوتھی قطار میں ایک دہلی، تکی حسین عورت کی ساحرانہ آنکھیں میری طرف تنک رہی تھیں۔ خدا معلوم اس وقت کیا ہو گیا۔ ایک جنبش سے میرے احساسات کو ایک دھچکا سا لگا۔ جیسے کسی کو روح القدس کا یکدم دیدار ہو گیا ہو۔ میں بالکل مبہوت ایک پتھر کے بت کی طرح ساکت و صامت کھڑا تھا۔

ددمٹ پہلے آرچ بشپ کی مقدس ذات مہرے لیے سب کچھ تھی۔ صرف یہی ایک ہستی میری نظروں میں دنیا کی سب سے مقدس ہستی تھی۔ مگر اس کی تقدیس کا احساس یک لحظہ کا فور ہو گیا۔ گرجے کی دیواریں مجھے جان سے زیادہ عزیز تھیں۔ مگر اب شہنشاہ کے تختہ کے باوجود شہنشاہ

جب جسم کے بائزر کا بوجھ ذہن میں اٹھائے ہوئے اپنے حجرے کی طرف جارہا تھا کہ ایک لڑکے نے مجھے کارڈ دیا جس پر لکھا ہوا تھا۔

”کروشیا پاازا کا کئی پیلس جیسٹم شی۔“

میں نے کارڈ پکڑا۔ میرے ہاتھ بے حد لرزاں کی طرح کانپ رہے تھے۔ میں بھی چٹ سینے پر رکھ کر سو گیا اور مجھے نیند آ گئی۔

کروشیا۔ پاازا تھیز کے بوزھے مالک کی بیٹی تھی۔ جب کوئی پاازا تھیز کی ایکٹریس بیمار ہوتی یا کام نہ کر سکتی تو کروشیا کو یہ پارٹ ادا کرنا پڑتا تھا۔ قدرت کی قسم ظریفی۔ ایک طرف تو لکھ جی عورت مگر ایکٹریس اور دوسری طرف ایک مخلص مگر مقدس پوپ کے اعلیٰ خاندان کا فرد اور پیشہ ور باوری۔ آسانی باپ نے یہ سوچا کہ ناممکن کو کیسے ممکن بنایا جا سکتا ہے؟ دوسرے دن وہی لڑکا مجھے ایک اور کارڈ دے گیا۔ جس پر لکھا تھا۔

”کروشیا آج رات گار بوی بجائے ڈرامہ جٹن میں پارٹ ادا کرے گی۔“

کیو پڈ کے اس جھٹلے نے میرے لیے تمام دنیا تاریک کر دی تھی۔ میں نے رات کو بھیس بدلا اور اپنی ساہا سال کی عبادت کو بالائے طاق رکھ کر چوری چوری تھیز کی جانب چلا گیا۔

کروشیا نے جو پارٹ تھیز میں ادا کیا وہ صرف پانچ یا دس منٹ کا تھا کیونکہ اصلی ایکٹریس گار بوی کا اعلان کیا گیا اور وہ آن پہنچی۔ کروشیا کے جانے کے بعد مجھے ڈرامے سے کوئی دلچسپی نہ رہی۔ میں دیوانوں کی طرح تھیز کے باہر

تھے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ طبی طور پر میں کمزور تھا اور ایک رقیق القلب انسان پر ایسے ماحول میں کیو پڈ کا حملہ ایک کاری ضرب تھا۔ مقدس آرج بشپ کے ایک سوال کے جواب میں ہاں کی بجائے منہ سے نہ نکل گیا۔ مگر میں فوراً شنبیل گیا اور اپنے حواس کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی۔ ہم مذہبی آدمی اور پادری اکثر رقیق القلب ہوتے ہیں۔ دلیر جوان مرد تو عشق کا دار سہہ جاتے ہیں مگر کیو پڈ کا حملہ کسی کمزور دل کے لیے موت کا باعث بن جاتا ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ بشپ کو جواب دے دوں کہ میں پادری بننے سے باز آیا۔ مگر میری زبان منگ ہو کر رہ گئی تھی اور وہ میری طرف براہر غمگین لگائے دیکھ رہی تھی۔ اور زبان حال مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تم تو پادری اس لیے بن رہے ہو کہ آسانی باپ کو خوش رکھ سکو اور خود بھی ایک مطمئن زندگی گزار سکو۔ میری طرف آؤ میں تمہیں خدا سے زیادہ اطمینان اور خوشی بخش سکتی ہوں۔ تم اپنی جوانی خدا کے آگے گزار کر کیا حاصل کر دو گے۔ میرے پاس آؤ خدا کی طرف رغبت نہ کرو۔ انسان کی طرف لوٹو۔ تمہیں زیادہ خوشی نصیب ہوگی۔

رسم ختم ہو گئی۔ تمام لوگ مجھے مبارک بادیاں دے رہے تھے اور میرے ہاتھ چوم رہے تھے۔ جب میں باہر نکلا تو ایک نسوانی آواز میرے کان میں آئی۔

”ظالم تو نے مجھے کیا کر دیا؟“ اور وہ چہرہ صرف یہ کہہ کر جہنم میں غائب ہو گیا۔ میں ایک

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریچ
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنگ نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو مائیل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریچ
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

➡ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

موجود ہوتا تھا۔ میں نے تیرے متعلق عجیب عجیب باتیں سنی ہیں۔ ایک صاحب پر سوں مجھے کہہ دیا تھا کہ بلازا تھیر کی لڑکی کرڈیسا تجھ پر فدا ہوگئی ہے۔ میں نے یقین اس لیے نہیں کیا کہ وہ لکھ بیتی باپ کی بیٹی ہے۔ اور تو پاپائے دوم کی مقدس نسل سے ہے۔ پھر بھی مفلس اور دلکش بچی کا ملاپ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ رومن کینولک پاووی ہمیشہ کنوارے ہی رہتے ہیں اور تمہارا صاحب اور وہاں ہر عورتیں دوسرے القدس اور کنوادی مریم کے نام پر کنوادرین ہی میں زندگی گزار دیتے ہیں۔ خواہ تو پر ڈسٹر فرق اختیار کرے پھر بھی کرڈیسا تیرے ساتھ کیسے شادی کر سکتی ہے؟ آگ اور پانی کا اتحاد ناممکن ہے۔

رومالد مجھے تجھ پر ناز تھا۔ مگر شیطانی طاقتوں نے تجھ پر غلبہ شروع کر دیا ہے۔ میں نے آج احکام جاوی کر دیئے ہیں کہ تجھ کو آولین کے قصبہ کے چراغ کا ناظم اعلیٰ بنا کر بھیج دیا جائے۔ رومالد تجھے جدا کرنے میں مجھے دوحانی کوفت محسوس ہوئی مگر حالات درست ہونے پر یہاں واپس بلا لیا جائے گا۔ آخر میں بچپن میں ہی کا فاصلہ تو ہے۔ رومالد انجیل مقدس کا وہ باقاعدگی سے جاووی کھانا اور یہ تعویذ تیرے بازو پر میں خود بانڈھ دیتا ہوں۔ کل تجھ کو آولین کے قصبہ میں پہنچنا ہوگا۔ تیرا دوست کراسٹیس راہب کلر آولین کے گرجا کا چارج دلوانے کے لیے تیرے ساتھ جائے گا۔ آولین کے پاووی کا اشتغال گذشتہ ماہ ہو گیا تھا۔ وہ جگہ اب تک خالی ہے۔ خدا حافظ مقدس باپ تیری رکھوالی کرے۔“

کچھ نے لگا۔ میرا باپ بھی اگر موجود ہوتا تو مجھے بھیس بدلے ہوئے بھی نہ پہچان سکتا۔ مگر خدا معلوم اس نے کیسے جان لیا۔ ایک نسوانی ہاتھ میرے کندھے سے مس ہوا اور آواز آئی۔

”رومالد! آخر تمہاری خوشبو سے میں نے تمہیں پہچان ہی لیا۔“

میں نے کرڈیسا سے جو پہلی بات کی وہ میری نصیحت تھی کہ تم کبھی اس غیر مقدس ایکٹنگ میں دو بارہ مت جانا۔ اور میں حق تعالیٰ کے احکام کے متعلق وعظ شروع کر دیا تھا اور اصرار کرڈیسا کی آنکھیں میرے آگے جسم آئینہ قص کر رہی تھیں۔ خداوند تعالیٰ کی دوحانی طاقت اور شیطانی طاقت کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ مجھے ماننا پڑے گا کہ آخر کا وہ آکھوں کی فتح ہوئی اور کرڈیسا میرے تمام پند و نصائح کا مذاق اڑاتی ہوئی غائب ہوگئی۔ اسی طرح دن گزرتے گئے اور کبھی کبھار وہاں ملاقات ہو جاتی۔ میں انہی احکام خداوندی کو دہرائی شروع کرتا جن کی نطیج میں گرجے میں کرتا تھا اور اصرار صرف وہ آنکھیں مبری چشم بصیرت کو خیرہ کر دیتیں۔

میرے بیٹھوا آوج ہشپ نے آخر کا وہ مجھ میں تبدیلی محسوس کرنی شروع کی۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا۔

”رومالد! میں ایک دو ماہ سے تجھ میں عجیب سی تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔ جو اب صبح ویر سے اٹھتا ہے اور صبح کے دس میں بھی کئی باؤٹیں آتا۔ مالا مال کہ تو وہ عابد تھا کہ بناوٹی کی حالت میں بھی دس میں آ

پڑا۔ وہ ڈر گئی۔ مگر اس نے "مہ کو تسلی دی اور یہ کہا کہ اس کی مالکہ عالم نزع میں ہے۔ دعا و درود کے لیے کسی پادری کی خدمت کی ضرورت ہے۔

میں نے رضامندی کا اظہار کیا اور اپنے ساتھ چند ضروری اشیاء لے لیں جن کی ایسے موقعوں پر کبھی ضرورت پیش آ یا کرتی ہے۔ دروازے پر دو سیاہ رنگ کے گھوڑے تیار تھے۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگا لی اور میرا گھوڑا بھی اس کے پیچھے پیچھے ہوا کی سی تیزی سے ساتھ دوڑنے لگا۔ راتوں رات ہم نے ایک گھنٹا جنگل عبور کیا۔ تقریباً دو گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد میں نے اپنے رہبر سے منزل دریافت کی مگر وہ ہوا سے باتیں کیے اڑا جا رہا تھا چاروں چار میں بھی اس کے پیچھے سیاہ رات میں چلا گیا۔ آخر منزل آ پہنچی۔ ہم ایک امیرانہ مکان میں داخل ہوئے جس کے پہلے کمرے میں چند نوکر پیشہ لوگ مشعلیں لیے پھر رہے تھے۔ میرے رہبر سے ایک ملازم نے کہا۔

"آج بہت دیر سے پہنچے۔ مریضہ نے جان دے دی۔"

میرے رہبر نے مجھ سے کہا کہ مرحومہ عالم نزع میں کہہ رہی تھی کہ آر لین کے پادری رو مالذ کو میری آخری رسوم کی ادائیگی کے لیے لایا جائے۔ اسی لیے میں نے آپ کو اتنی تکلیف دی۔ میں نے دریافت کیا کہ مریضہ کس کمرے میں ہے؟ میرا رہبر مجھے آخری کمرے میں لے گیا۔ جہاں خوش نما چمک پر لاش پڑی تھی۔ میں عجیب تذبذب کے عالم میں آگے بڑھا میت دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔

آرچ بشپ کے یہ الفاظ سن کر میں پانی پانی ہوا جاتا تھا۔ مگر میں چپ چاپ ادب کے ساتھ اپنا قصور ماننا رہا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری رہے۔ دوسرے دن کرامینس دو گھوڑے لے کر آ گیا۔ اور میں زاوراہ باندھ کر آر لین کے قصبہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں پلازا تھینر کی بانگن بھی نظر آئی (خدا معلوم میری رخصتی کا علم کرو شیماکو کیسے ہو گیا تھا) وہاں کرو شیماکو میں نے رومال ہلاتے اور کبھی آنکھیں صاف کرتے ہوئے دیکھا۔ دل پر پھر ایک دھکا سالکا اور کرامینس کی موجودگی کے باوجود میں نے رومال ہلا کر اللوار کہی اور پلازا کے در دو یوار کے ساتھ جسنیم ٹاؤن کی شہر چاہ بھی ہم دونوں کی نظروں سے غائب ہو گئی۔

کرامینس مجھے آر لین کے گرجے کا چارج حوالے کر کے واپس آ گیا۔ اس نے ماحول میں میرے دو ماہ اچھی طرح گزر گئے۔ میں نے اپنے معبود حقیقی کی طرف توجہ دی اور اپنے مرشد آرچ بشپ کے بتائے ہوئے اوار دو دھنکف پر عمل کرنا شروع کیا۔ میرا وقت وعظ و تبلیغ میں گزرتا تھا۔ میں نے روزے رکھنے شروع کیے اور تزکیہ نفس شروع کیا۔ میں بیماروں کی عیادت کو جاتا اور ایک سچے راہب کی طرح اپنے وجود کو ہر طرح کے عیش و آرام سے دور رکھتا۔

ایک رات میرے دروازے پر کسی نے زور سے دستک دی۔ گرجے کی بوڑھی ملازمہ دروازہ کھولنے لگی تو وہ دوارے پر ایک عظیم الجثہ انسان امیرانہ کپڑوں میں لمبوس داخل تھا۔ ہوائے نظر

کر دیشیا موت کی گود میں تھی۔
کے ہونٹوں سے نکلی۔

”آہ رد مالڈ تم یہاں کیسے آئے؟ میں نے موت کی سرحد تک تمہارا انتظار کیا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ ہماری تہی محبت کبھی فنا نہیں ہو سکتی۔ رد مالڈ آج سے میں تمہارے ساتھ منسوب ہوں۔ میں ہر رات تمہیں ملا کر دوں گی۔ رد مالڈ کا شتم جاننے میں تم سے کتنی محبت کرنی ہوں۔ اللہ وارے رد مالڈ ہم عنقریب ملیں گے۔“

لاش کو بولتا دیکھ کر اور حسن خدا داد سے محو ہو کر میں بے ہوش ہو گیا اور اسی وقت گر پڑا۔

جب ہوش میں آیا تو میں آر لین کے قصے میں اپنے کمرے میں تھا۔ بوزی ملازمہ مجھے آنکھیں کھولنا دیکھ کر فرط خوشی سے چیخ اٹھی۔ مجھے بتایا گیا کہ دوسرے دن ہی امیرانہ کپڑوں والا آدمی مجھے بند گاڑی میں دایس لایا تھا اور مجھے یہاں چھوڑ گیا۔ تین دن سے میں اسی بے ہوشی میں پڑا رہا۔ صرف سانس کی آمد جاری تھی۔ لیکن زندگی کے آثار یکسر مفقود تھے۔ میں نے پہلے تو اس واقعہ کو خواب ہی سمجھا۔ مگر جب بوزی ملازمہ نے شہادت دی کہ وہی دو گھنٹوں والا امیر آدمی مجھے رات لے گیا تھا دوسرے دن وہی مجھے بند گاڑی میں چھوڑ گیا تھا۔ تب مجھے یقین آیا کہ یہ واقعہ خواب نہیں حقیقت ہے۔

ایک دن میرا دست کر میس مجھے ملے آیا۔ اسے میری ملازمہ نے میری بیماری کی خبر جیٹیم سٹی بھیج تھی۔ اس نے بتایا کہ پلازما تھیزر کے مالک کی مشہور لڑکی بلکہ ساحرہ کر دیشیا کا پچھلے ہفتہ انتقال

میں نے کمال ضبط و تحمل سے اپنے آپ کو سنبھالا میرا ہر کمرے سے باہر جا چکا تھا۔ اور اس وقت صرف کر دیشیا کی لاش کمرے میں تھی۔ میرے دل سے ایک آہ نکلی اور اسی آہ کے ساتھ ایک ہلکی سی سولائی آہ کی آواز بھی سنائی دی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ کمرے میں کوئی اور نہ تھا۔ ایک مدھم سی جی جی ریل تھی۔ کمرے سے گلاب کی معطر جیسی خوشبو آرہی تھی مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کر دیشیا یہی ہے۔ کر دیشیا کے حسن پر اگرچہ موت کے اثرات طاری تھے مگر اس کے باوجود اس حسن نے ڈراؤنے منظر پر بھی مجھے سکون کر دیا۔ میں بھول گیا کہ کن فرانس کو سرانجام دینے کے لیے مجھے یہاں بلایا گیا تھا۔ میرے ماتھے پر پسینے کے قطرے پھیلنے جا رہے تھے۔ میں لمحہ بلکہ محو ہونا چاہتا تھا۔ اس کے رخساروں کی دلکش بناوٹ اس کی سولائی آنکھیں اور دلکش چہرہ موت کی گود میں بھی ساحرانہ کیفیت کا حامل تھا۔ اس کے لیے لیے سیاہ بال اس بھیا تک رات میں بھی مجھے حسین ترین نظر آ رہے تھے۔ کر دیشیا مجھے بالکل ایسی ہی نظر آرہی تھی جیسی اس دن نظر آتی تھی۔ جب میری پادری بننے کی رسم ادا کی جا رہی تھی میں نے کانپتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوا۔ وہ ہرف کی طرح سرد تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اپنے محبوب سے آخری ملاقات تو ہے ہی۔

میں نے ان مردہ لبوں کو چوم لیا۔ اس کمرے میں عجیب معجزہ رونما ہوا۔ مردہ لاش نے بھی اپنے لب ہلائے اور آنکھیں کھول دیں۔ ہلکی سی آواز اس

ہو۔ اگر تم خدا کی محبت کو اتنی ترجیح دیتے تھے تو تم نے اس دن میرے مردہ لبوں کا بوسہ کیوں لیا تھا؟" میں نے جواب دیا۔

"کردشیا تیری محبت نے میرے باپ کی محبت کو کھو کر دیا ہے۔"

اتنا سنتے ہی اس نے اپنی بانہیں میرے گلے میں ڈال دیں اور مجھے اپنے ہاتھ چومنے کو کہا۔

"اگر واقعی میری محبت نے خدا کی محبت کو مات کر دیا ہے تو میرے ساتھ باہر چلو۔ میں وہ ہوں جس نے ردما کے پوپ کو ٹھکرا دیا تھا۔ جب کہ وہ میری منتیں کیا کرتا تھا۔ بڑے بڑے شہزادوں کو میں نے حقارت سے دیکھا مگر ردمالڈ نہ معلوم تم نے اپنے ان سادہ کپڑوں میں مجھ پر کیا جاود کر دیا۔ چلو یہاں سے کہیں ددرنگل چلیں۔"

میں نے کہا۔ "کردشیا کل چلیں گے۔ اس وقت مجھے ٹکان ہی ہو رہی ہے۔"

صبح میں ادرے اٹھا۔ گرجے کے صحن میں لوگ درس میں میرا انتظار کر کے واپس چلے گئے تھے۔ میں نے خدا سے دعا کی کہ وہ مجھے ہر بلا سے محفوظ رکھے۔ مجھے عجیب عجیب خواب دکھائی دے رہے تھے۔

دوسری ات پھر مجھے کردشیا خواب میں ملی۔ میری خواہ گاہ کے پردے اسی طرح چلے اور ایک ملائم نسوانی آواز اسی طرح آئی۔

"میرے محبوب خواب خرگوش سے اٹھ۔ وقت بہت تھوڑا باقی ہے۔ اٹھ اور کپڑے تبدیل کر۔ ہمارے گھوڑے باہر تیار کھڑے ہیں۔"

دو تین دن بعد میں ٹھیک ہو گیا۔ اور چوتھے دن میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میری خواب گاہ کے پردے ہل رہے ہیں۔ میں ایک نسوانی آواز سن کر چونک پڑا۔ سامنے کردشیا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تکی تھی۔ جو مقبروں میں جلا یا کرتے ہیں۔ وہ انہی سفید کپڑوں میں لبوس تھی جن میں اسے تابوت میں دفن کرتے وقت لپیٹا گیا تھا۔ اس نے تکی میز پر رکھی اور بیٹھ گئی۔

"ردمالڈ تمہیں کئی دن سے میرا انتظار ہو گا۔ تم یہ سمجھتے ہو گے کہ کردشیا تمہیں بھول گئی۔ دیکھو میں اتنی دور سے تمہارے پاس آئی ہوں۔ اس سرزمین سے آئی ہوں جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آ سکا۔ آج عشق نے موت پر فتح پالی ہے۔ یہ عشق سچا تھا۔ میری روح کو یہاں آنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے ان کا احساس تمہیں کیونکر ہو سکتا ہے۔ دیکھو مجھے قبر سے باہر نکلنے کے لیے کتنی کمک دود کرنی پڑی اور میں اسی لباس میں ہی تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ ردمالڈ اس دن گرجے میں تمہاری نظروں نے مجھے گردیدہ کر لیا تھا۔ مگر تم نے آرکین آ کر میری خبر نہ لی۔ میری محبت کے ادر تم نے خدا کی محبت کو شبت کر دیا۔ میں تمہارے خدا سے حسد کرتی ہوں۔ جس کو تم نہیں بھلاتے اور جس سے تم بھگے سے زیادہ محبت کرتے

ہو گیا ہے۔ اس ساحرہ کے متعلق تمام جینیم سنی میں مشہور ہے کہ وہ جاودگرنی تھی۔ کرامینس صرف ایک رات میرے پاس بسر کر کے دوسرے روز جینیم سنی واپس چلا گیا۔

دو تین دن بعد میں ٹھیک ہو گیا۔ اور چوتھے دن میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میری خواب گاہ کے پردے ہل رہے ہیں۔ میں ایک نسوانی آواز سن کر چونک پڑا۔ سامنے کردشیا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تکی تھی۔ جو مقبروں میں جلا یا کرتے ہیں۔ وہ انہی سفید کپڑوں میں لبوس تھی جن میں اسے تابوت میں دفن کرتے وقت لپیٹا گیا تھا۔ اس نے تکی میز پر رکھی اور بیٹھ گئی۔

"ردمالڈ تمہیں کئی دن سے میرا انتظار ہو گا۔ تم یہ سمجھتے ہو گے کہ کردشیا تمہیں بھول گئی۔ دیکھو میں اتنی دور سے تمہارے پاس آئی ہوں۔ اس سرزمین سے آئی ہوں جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آ سکا۔ آج عشق نے موت پر فتح پالی ہے۔ یہ عشق سچا تھا۔ میری روح کو یہاں آنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے ان کا احساس تمہیں کیونکر ہو سکتا ہے۔ دیکھو مجھے قبر سے باہر نکلنے کے لیے کتنی کمک دود کرنی پڑی اور میں اسی لباس میں ہی تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ ردمالڈ اس دن گرجے میں تمہاری نظروں نے مجھے گردیدہ کر لیا تھا۔ مگر تم نے آرکین آ کر میری خبر نہ لی۔ میری محبت کے ادر تم نے خدا کی محبت کو شبت کر دیا۔ میں تمہارے خدا سے حسد کرتی ہوں۔ جس کو تم نہیں بھلاتے اور جس سے تم بھگے سے زیادہ محبت کرتے

ہو گیا ہے۔ اس ساحرہ کے متعلق تمام جینیم سنی میں مشہور ہے کہ وہ جاودگرنی تھی۔ کرامینس صرف ایک رات میرے پاس بسر کر کے دوسرے روز جینیم سنی واپس چلا گیا۔

دو تین دن بعد میں ٹھیک ہو گیا۔ اور چوتھے دن میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میری خواب گاہ کے پردے ہل رہے ہیں۔ میں ایک نسوانی آواز سن کر چونک پڑا۔ سامنے کردشیا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تکی تھی۔ جو مقبروں میں جلا یا کرتے ہیں۔ وہ انہی سفید کپڑوں میں لبوس تھی جن میں اسے تابوت میں دفن کرتے وقت لپیٹا گیا تھا۔ اس نے تکی میز پر رکھی اور بیٹھ گئی۔

"ردمالڈ تمہیں کئی دن سے میرا انتظار ہو گا۔ تم یہ سمجھتے ہو گے کہ کردشیا تمہیں بھول گئی۔ دیکھو میں اتنی دور سے تمہارے پاس آئی ہوں۔ اس سرزمین سے آئی ہوں جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آ سکا۔ آج عشق نے موت پر فتح پالی ہے۔ یہ عشق سچا تھا۔ میری روح کو یہاں آنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے ان کا احساس تمہیں کیونکر ہو سکتا ہے۔ دیکھو مجھے قبر سے باہر نکلنے کے لیے کتنی کمک دود کرنی پڑی اور میں اسی لباس میں ہی تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ ردمالڈ اس دن گرجے میں تمہاری نظروں نے مجھے گردیدہ کر لیا تھا۔ مگر تم نے آرکین آ کر میری خبر نہ لی۔ میری محبت کے ادر تم نے خدا کی محبت کو شبت کر دیا۔ میں تمہارے خدا سے حسد کرتی ہوں۔ جس کو تم نہیں بھلاتے اور جس سے تم بھگے سے زیادہ محبت کرتے

ہو گیا ہے۔ اس ساحرہ کے متعلق تمام جینیم سنی میں مشہور ہے کہ وہ جاودگرنی تھی۔ کرامینس صرف ایک رات میرے پاس بسر کر کے دوسرے روز جینیم سنی واپس چلا گیا۔

دو تین دن بعد میں ٹھیک ہو گیا۔ اور چوتھے دن میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میری خواب گاہ کے پردے ہل رہے ہیں۔ میں ایک نسوانی آواز سن کر چونک پڑا۔ سامنے کردشیا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تکی تھی۔ جو مقبروں میں جلا یا کرتے ہیں۔ وہ انہی سفید کپڑوں میں لبوس تھی جن میں اسے تابوت میں دفن کرتے وقت لپیٹا گیا تھا۔ اس نے تکی میز پر رکھی اور بیٹھ گئی۔

"ردمالڈ تمہیں کئی دن سے میرا انتظار ہو گا۔ تم یہ سمجھتے ہو گے کہ کردشیا تمہیں بھول گئی۔ دیکھو میں اتنی دور سے تمہارے پاس آئی ہوں۔ اس سرزمین سے آئی ہوں جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آ سکا۔ آج عشق نے موت پر فتح پالی ہے۔ یہ عشق سچا تھا۔ میری روح کو یہاں آنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے ان کا احساس تمہیں کیونکر ہو سکتا ہے۔ دیکھو مجھے قبر سے باہر نکلنے کے لیے کتنی کمک دود کرنی پڑی اور میں اسی لباس میں ہی تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ ردمالڈ اس دن گرجے میں تمہاری نظروں نے مجھے گردیدہ کر لیا تھا۔ مگر تم نے آرکین آ کر میری خبر نہ لی۔ میری محبت کے ادر تم نے خدا کی محبت کو شبت کر دیا۔ میں تمہارے خدا سے حسد کرتی ہوں۔ جس کو تم نہیں بھلاتے اور جس سے تم بھگے سے زیادہ محبت کرتے

ہو گیا ہے۔ اس ساحرہ کے متعلق تمام جینیم سنی میں مشہور ہے کہ وہ جاودگرنی تھی۔ کرامینس صرف ایک رات میرے پاس بسر کر کے دوسرے روز جینیم سنی واپس چلا گیا۔

دو تین دن بعد میں ٹھیک ہو گیا۔ اور چوتھے دن میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میری خواب گاہ کے پردے ہل رہے ہیں۔ میں ایک نسوانی آواز سن کر چونک پڑا۔ سامنے کردشیا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تکی تھی۔ جو مقبروں میں جلا یا کرتے ہیں۔ وہ انہی سفید کپڑوں میں لبوس تھی جن میں اسے تابوت میں دفن کرتے وقت لپیٹا گیا تھا۔ اس نے تکی میز پر رکھی اور بیٹھ گئی۔

"ردمالڈ تمہیں کئی دن سے میرا انتظار ہو گا۔ تم یہ سمجھتے ہو گے کہ کردشیا تمہیں بھول گئی۔ دیکھو میں اتنی دور سے تمہارے پاس آئی ہوں۔ اس سرزمین سے آئی ہوں جہاں سے کوئی مسافر واپس نہیں آ سکا۔ آج عشق نے موت پر فتح پالی ہے۔ یہ عشق سچا تھا۔ میری روح کو یہاں آنے کے لیے جن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے ان کا احساس تمہیں کیونکر ہو سکتا ہے۔ دیکھو مجھے قبر سے باہر نکلنے کے لیے کتنی کمک دود کرنی پڑی اور میں اسی لباس میں ہی تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ ردمالڈ اس دن گرجے میں تمہاری نظروں نے مجھے گردیدہ کر لیا تھا۔ مگر تم نے آرکین آ کر میری خبر نہ لی۔ میری محبت کے ادر تم نے خدا کی محبت کو شبت کر دیا۔ میں تمہارے خدا سے حسد کرتی ہوں۔ جس کو تم نہیں بھلاتے اور جس سے تم بھگے سے زیادہ محبت کرتے

ہو گیا ہے۔ اس ساحرہ کے متعلق تمام جینیم سنی میں مشہور ہے کہ وہ جاودگرنی تھی۔ کرامینس صرف ایک رات میرے پاس بسر کر کے دوسرے روز جینیم سنی واپس چلا گیا۔

”رومالڈ میرے محبوب میں تمام عمر ای طرح تیرے پاس آتی ہوں گی۔ میری زندگی تیری ہے اور تیری زندگی میری۔ تیرے خون کے چند قطرہوں نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے۔“

میں نے جواب دیا۔ ”کروشیمان تیرے بغیر میری زندگی بے کاری ہے۔ تو یقیناً جاودگرنی ہے جس کے سمور کن حسن نے آسمانی باپ کی محبت پر بھی غلبہ پایا۔“

وہ کہنے لگی۔ ”رومالڈ تو جانتا ہے کہ میں نے کیوں تیرے زخم کا خون چوسا؟ یا درکھو میرے وجود کو فنا نہیں۔ آج میں نے تیرا خون چوسا۔ کل تو میرا خون لے گا۔ اس طرح تجھے بھی میرے وجود کی طرح بقاءے دوام حاصل ہوگی۔ ہم دونوں اسی طرح زندہ رہیں گے۔ دیکھ چھ ماہ سے تجھے ہر رات ملتی ہوں مختلف شہروں کی سیر کراتی ہوں۔ انواع و اقسام کے کھانے کھلاتی ہوں۔ تو مخلوق میں آرام کرتا ہے مرغزاروں اور ہزاروں میں تجھے میری رفاقت نصیب ہوتی ہے۔ کل تجھے دریائے منجون کی سیر کو لے چلوں گی۔ اور ہم وہاں نہایت تیز رفتاری سے پہنچیں گے۔“

ای صبح کو میری ملازمہ نے مجھے منہ اندھیرے جگا دیا۔ میں نے اسے لعن طعن کی کہ جب میں نے اسے حکم دے رکھا ہے کہ مجھے سو رچ نکلنے سے کبھی پہلے نہ جگایا کرے تو تو نے ایسا کیوں کیا؟ ملازمہ نے جواب دیا کہ باہر ایک بزرگ نورانی صورت گھوڑے پر سوار دستک دے رہے ہیں۔ میں فوراً بار نکلا۔ وہ میرے دینی رہنما حشیم کے آج بپ

کروشیمانے مجھے ایک ڈیوک کا لباس دیا جو اس کے کپڑے پر میں نے پہن لیا۔ اس نے میرے بالوں میں کھنکھی کی۔ آئینہ میرے روبرو کیا۔ واقعی اس وقت مجھے پہلی بار اپنے حسن کا احساس ہوا۔ شہزادوں جیسا حسن میرے خدو خال سے برس رہا تھا۔ دروازے پر دو نوکر بھی گھوڑوں پر موجود تھے۔ ہم ایک گھنٹے کے بعد دیش کے شہر کے باہر ایک نکل میں داخل ہوئے۔ اس نے اپنے کمرہ خاص میں داخل ہو کر کھانا کھایا۔

اس دن سے میری دورانی زندگی شروع ہو گئی دن کو تو میں آرٹسٹ کے گرجے کا ناظم اعلیٰ ہوتا اور پادری کے فرائض انجام دیتا اور رات کو دیش کے محل کا شہزادہ ہوتا۔ اور کروشیمان ہر رات میرے پاس ہوتی۔ اسی طرح پانچ ماہ گزر گئے۔ اس عرصے میں کروشیمان کی رفاقت مستقل طور پر ہر رات مجھے نصیب ہوتی رہی۔ اس معمول میں مطلق کوئی فرق نہیں آیا۔

ہر رات خواب میں وہ اور میں انواع و اقسام کے کھانے کھاتے۔ اور مرغزاروں اور باغوں کی سیر کرتے اور تفریح کرتے حیرانی تو یہ ہے کہ اگرچہ یہ سب خواب ہی تھے تو پھر بھی میری صحت قائل رشک ہوتی جا رہی تھی۔

ایک دن صبح کو گر جا میں قلم بناتے بناتے میری انگلی زخمی ہو گئی۔ میں نے پٹی باندھ لی۔ اس رات خواب میں کروشیمانے زخم کھولنے کو کہا۔ میں نے اپنی کھولی تو اس نے فرط محبت سے میرا خون چوس لیا اور کہنے لگی۔

بیشہ کے لیے نکل جائے گا۔ پھر ہم تابوت کو اسی طرح بند کر دیں گے۔ اس واقعے کا ذکر کسی سے مت کرنا۔ ہمارے ساتھ صرف کرامتیں تھیں ہم راز دوست ہوگا۔ جو کھائی کرے گا۔ آج رات تو اپنی محبوبہ کا کلاسز ابدن دیکھے گا کھڑے تیار ہو۔ آسمانی باپ تیرے ساتھ ہو اور ان کی محبت کا غلبہ نیرے دل میں ڈالے۔“

میں اپنے مذہبی آقا کے وہ بے اور جلال کے سامنے شکست کھا گیا۔ اس کے پر نور چہرے کے روحانی اثرات نے مجھے جانے پر مجبور کر دیا۔

رات کو کرامتیں نے ہم دونوں کی موجودگی میں تابوت کھولا۔ تو کریشما کی لاش بالکل محفوظ حالت میں تھی۔ جس حالت میں اسے دفن کیا گیا تھا۔ اس کے جسم کو کوئی گزرنہ نہ پہنچا تھا۔ بلکہ کفن تک صحیح سلامت تھا۔ میں کریشما کے ہوتوں پر خون کے قطرات اور ٹھوڑی پر خون کا ایک قطرہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ (کل رات ہی خواب میں اس نے میرا خون چوسا تھا)

رومالہ شیطان کے اثرات یہاں تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ آسمانی باپ ہم سب کی مدد کرے۔“

آرچ بشپ نے یہ کہہ کر جیب سے مقدس پانی کی ایک شیشی نکالی اور کچھ دم کر کے اس کو کریشما کی لاش پر چھڑک دیا۔ پانی پڑنے کی دہر بھی کراچی بھلی لاش یکدم راکھ سی ہو گئی اور صرف ہڈیاں ہی بڑیاں نظر آئے۔

میرے پیر و مرشد نے کہا۔ ”رومالہ یہ دیکھنا اپنی محبت کا انجام۔“ میں اس نظارے کی تاب نہ لا سکا۔

تھے۔ میں نے ان کے قدموں کو بوسہ دیا۔ ان کے گھوڑے کی باگ بکڑی اور ایک طرف باندھ دیا۔ میں اعلیٰ المسبح آرچ بشپ کو آرنی کے دور دراز قصبے میں اپنی گناہ کنیا میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے ان کے لیے چائے بنوائی اور ان کے پاؤں دبانے شروع کیے۔

آرچ بشپ نے فرمایا۔ رومالہ تیرے متعلق آرنی کے لوگوں نے شکایات کی ہیں کہ تو وقت پر درس دینا نہ کھا۔ کچھلی انوار کو بھی چرچ میں عبادت کرانے بہت دیر سے آیا۔ یہاں کے لوگ تیرے متعلق کہتے ہیں کہ تو مجھدوب سا بنا پھرتا ہے اور صبح دیر سے اٹھتا ہے۔ تیرے دوست کرامتیں نے کل مجھے بنایا کہ تجھ پر کسی بلا کا سایہ ہے۔ اور پلازا کی کریشما کی روح مر کر بھی تجھے تک کرتی ہے اور شیطان کے قبضے میں تجھے دے رکھا ہے۔ خدا کریشما کی روح کو ہمیشہ بے چین رکھے۔ اس نے میرے چہرے روحانی بیٹے کو مر کر بھی خراب کر رکھا ہے۔ تیرے ہم راز دوست کرامتیں نے تیری ہی بہتری کے لیے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ آج تیرا امتحان ہے کہ تجھ میں آسمانی باپ کی محبت اور روح القدس کا چار زیادہ ہے یا اس مری ہوئی چڑیل کا۔ جس کے وہم نے تیری یہ حالت بنا رکھی ہے؟ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تو میرے ساتھ ابھی جیسنم ٹاؤن چلے۔ وہاں آج رات میں اور تو اس منحوس کی قبر کھودیں۔ اس کے بدن میں کیڑے چلے دیکھ کر اور اس کی ہڈیاں ملاحظہ کر کے تجھے چھین نصیب ہوگا۔ اور تیرے دل سے اس کے دجود کا خیال



نے دوسرے دن آرلین کے گرجے سے استعفیٰ دے دیا اور اس وقت سے لے کر اس کو تک عجز دیوں کی ہی حالت میں یہاں دہاں لڑھکتا پھر رہا ہوں۔

برخوردار یہ ہے میری جوانی کی داستان۔ میں تجھے صرف ایک اور نصیحت کرتا ہوں۔ خبردار تیری آنکھیں کبھی کسی عورت کے چہرے کی طرف نہ اٹھیں۔ اس فانی دنیا میں صرف ایسی نظروں کے ساتھ چل جو زمین کی طرف دیکھیں۔ کیونکہ تو لاکھ ٹیک طینت، ٹیک خصلت، عابد اور زاہد ہو، صرف ایک لمحے کی نگاہوں کا اتصال تیرے زہد و تقویٰ اور سالہا سال کی عبادت کو برباد کر کے تجھے کسی اور ہی جانب لے جائے گا۔“



اور ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے بعد ہم تینوں وہاں سے چلے آئے۔

دوسرے دن میں اپنے قصبہ آرلین آ گیا۔ رات کو کرویشیا پھر مجھے خواب میں ملی۔

”کہنے ذلیل انسان۔“ اس نے چیخ کر کہا۔

”تو نے یہ کیا ذلیل حرکت کی؟ تو کیوں اس ناخوار بڑھے اور بے وقوف باوری کے کہنے میں آ گیا۔ کیا تو خوش نہیں تھا؟ اگر وہ دونوں ذلیل انسان خود ہی یہ کام کرتے تو میں ان سے فوری بدلہ لے لیتی۔ مگر جب اس قابلِ نفرن کام میں دردمالہ دم بھی شریک تھے تو میں راکھ ہو گئی۔ بے وفادار بے سروت انسان بتا کیا میں نے تیرے ساتھ کوئی برائی کی تھی۔ جس کا بدلہ تو نے یہ دیا۔ میرے مزار کی توہین اور میرے تابوت کی بے عزتی میں تو شامل ہوا۔ تو نے آج روجوں اور جموں کے درمیان ربط کو ختم کر دیا۔ یاد رکھ تو ہمیشہ میری یاد میں تڑپا کرے گا۔ اور میری محبت تیرے دل میں دس گناہ ہو جائے گی۔ اور اب ہم اس دنیا میں کبھی نہ ملیں گے۔ بے وفادار لوداع۔“

پھر وہ ایک دم غائب ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ واقعی اس نے سچ کہا تھا حالانکہ اس واقعہ کو چالیس سال ہونے کو ہیں اور میں ۶۵ سال کا ہوں مگر آج بھی صرف ایک بار اسے دیکھنے کی تمنا میرے دل میں موجزن ہے۔ افسوس کہ آج تک آسانی باپ کی محبت نے کرویشیا کی محبت پر میرے دل میں رخ نہیں پائی ہے۔ میں

توتومیری

۴۲

10



اب آپ کے اپنے علاقہ میں حیدر روڈ رانا ٹاؤن میں

صالحی کے لیے اللہ کی تعظیم

اور اس کے علاوہ تمام جنرل یکس بازار سے بارعامت خرید فرمائیں
تمام کمپنیوں کی گائیڈ خطا سے، ماڈل، پیپر، زاور، پنجاب، یورڈ کی یکس اور
میشینری کی بیجاں رجسٹرڈ، ہسٹوریکل ڈائری، ڈکشنریاں، ایام کچرک، سرائے، ڈاکٹ
کوکلک یکس، بیوٹی یکس، وغیرہ، دستاویز ہیں

یہ جلدیں بھی کی جانی ہیں اور ناول و مختصر ریٹ پر بھی بے حاشے ہیں

ناصر علی

سانگر حدائق

بشارت صدیقی

0320-4337473 0323-7183071 0313-5095721

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ساجن کے
آنسو

ساجن کے

ساجن کے

ایک فلاح اور سنک دل جانیگر دار کی کہانی جس نے ایک فیمنی ہیرے کی خاطر اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا اور الزام ایک بے بس جوہری پر لگا کر اسے قید کر لیا تھا۔ دنیا کی نظر میر اپنی بیوی کا فاضل اس جوہری کو بنا دیا تھا

بیس برس بعد

بچہ..... ضرغام محمود

شہر کے ہوش علاقے کی ایک کوٹھی سے نرتر بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ یہ کوٹھی شہر کے ایک جوہری رضون منبر کی تھی۔ کوٹھی کے ذرا ننگ روم میں ایک عورت اور ایک مرد جو ڈیکل کے لباس میں تھا آپس میں بحث کر رہے تھے۔

”بیگم صاحبہ! آپ سمجھنے کی کوشش کریں جو شخص بیس سال سے لاپتہ ہوا ہے عدالت بھی مردہ تصور کر لیتی ہے۔“ مرد نے کہا۔

”لیکن ڈیکل صاحب! عورت نے مرد کو مخاطب کر کے کہا۔“ میرا دل کہتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔“

”مگر عدالت دل کے فیصلے نہیں مانتی۔“ ڈیکل نے جواب دیا۔ ”میں کل ہی جائیداد کے نصیبے کے لیے آپ کے رشتہ داروں کی طرف سے دعویٰ دائر کرنے والا ہوں۔“ ڈیکل نے مزید کہا۔

”یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔“ عورت جو جوہری رضوان منبر کی بیگم انجم آرا تھی غصے سے کھڑی ہو گئی۔ ”میرے جیتے جی میری شوہر کی جائیداد کبھی تقسیم نہیں ہو سکتی۔“

”بہتر بیگم صاحبہ!“ ڈیکل بھی کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔ ”مجرب عدالت فی میں ملاقات ہوتی ہے۔ میں نے تو چاہا تھا کہ گھر کا سوا بے گھر بنی میں منت



ریل گاڑی میں بیٹھے بیٹھے سہیل کے دماغ میں کچھوڑی سی پک رہی تھی..... میں سال پہلے کھوئے ہوئے باپ کو وہ کہاں تلاش کرے..... اسی اوجھڑپ میں وہ بیٹھا تھا کہ ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔ وہ چونک پڑا اس وقت کپار منسٹ میں چند ہی افراد تھے اور وہ سب سو رہے تھے۔ سہیل نے جلدی سے کپار منسٹ کے دروازہ کھولا۔ ٹرین کی رفتار بہت لمبی تھی اور صبح کی سفیدی نمودار ہو رہی تھی۔ سہیل نے دیکھا ٹرین سے ایک لڑکی باہر کودی اور اس کے پیچھے ایک خوفناک شکل کا آدمی کو دا پھر دوسرا آدمی..... وہ بھی شکل سے غصہ نظر آ رہا تھا۔ سہیل نے جلدی سے زنجیر کھینچی ٹرین رکنے تک وہ لڑکی ریلوے لائن کے ساتھ پہلے جنگل میں گھس گئی۔ اس کے پیچھے دونوں بد معاش بھی جنگل میں داخل ہو گئے۔ ٹرین رکنے ہی سہیل اتر ا اور فوراً ادھر بھاگا جدھر لڑکی اور وہ بد معاش گئے تھے۔ جب سہیل جنگل میں داخل ہوا تو دیکھا کہ دونوں بد معاش آپس میں لڑ رہے ہیں اور لڑکی ایک درخت سے لگی کانپ رہی ہے۔ سہیل نے فوراً ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور ایک بد معاش کے سر پر دے مارا اور وہ بد معاش پیچھے گر پڑا۔ لڑکی نے چونک کر سہیل کی طرف دیکھا اور ساتھ ہی دوسرے بد معاش نے بھی سہیل کی طرف دیکھا اور فوراً جنگل کے اندر بھاگ گئے۔ سہیل بھی ان کے پیچھے بھاگا اور انہیں روکنا چاہا..... مگر وہ دونوں کسی جھلادے کی طرح اس کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ سہیل فوراً اس جگہ آیا جہاں دوسرا بد معاش پڑا تھا۔ جس کے سر پر اس نے پتھر مارا تھا۔ مگر وہ بھی اپنی جگہ سے غائب ہو چکا تھا۔ سہیل نے ایک

جانے تو اچھا ہے۔" یہ کہہ کر دیکل نے اپنے کانڈات اٹھائے اور چلا گیا۔ مگر بیگم انجم آرا کو ایک نئی پریشانی میں مبتلا کر گیا۔ دیکل کے چاتے ہی بیگم انجم آرا غصے سے اٹھی اور گھر کے اندرونی حصے کی طرف چل دی۔

"جس ماں کا جوان بیٹا ہو اور لوگ اس کو عدالت کی دھمکیاں دیں۔ شرم آئی چاہیے تمہیں۔" بیگم انجم آرا اپنے جوان سال میں سہیل پر برس پڑی۔

"مگر میں کیا کروں؟" سہیل بولا۔

"جاؤ..... جا کر اپنے باپ کو ڈھونڈو۔"

"کہاں ڈھونڈو..... اتنا بڑا ملک ہے۔ کہاں

تلاش کروں.....؟" سہیل بولا۔

"آخری بار تمہارے ابا فتح گڑھ کے مشہور

جاکیر دار چوہدری ملک دین کے پاس گئے تھے۔ بس

پھر یہ خبر آئی کہ انہوں نے چوہدری ملک دین کی بیوی

کو قتل کر دیا اور وہاں سے فرار ہو گئے..... پھر ان کا

کچھ پتہ نہیں چلا اور آج اس بات کو میں برس گزر گئے

ہیں۔ اس وقت تم صرف پانچ سال کے تھے۔" بیگم

انجم آرا نے ساری بات تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"وہ چوہدری ملک دین کے پاس کیوں گئے

تھے؟" سہیل نے سوال کیا۔

"وہ ایک بہت فحشی ہیرا لے کر گئے تھے۔" بیگم

آرا نے کہا۔

"ٹھیک ہے اسی جان! میں آج رات ہی فتح

گڑھ روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ کو دناؤں میرے

ساتھ رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ میں..... ہر کامیاب لوگوں

کا۔" سہیل نے ایک عزم کے ساتھ کہا۔



بہی سانس بھری اور ٹرین کی طرف چل دیا۔
 جیسے ہی سہیل ٹرین میں سوار ہوا ٹرین چل پڑی۔
 سہیل ابھی اپنے کپارٹمنٹ میں پہنچا ہی تھا کہ گارڈ
 آدھکا۔
 ”تو آپ نے ذرا غیر کھینچی تھی؟“
 ”جی ہاں۔“ سہیل نے جواب دیا۔
 ”کیوں..... آپ کی کوئی چیز گر گئی تھی؟“
 گارڈ نے سوال کیا۔
 ”جی نہیں۔“ سہیل نے جواب دیا۔ ”دراصل
 ٹرین سے ایک لڑکی کودی تھی اس کے پیچھے دو بد سحاش
 تھے۔ وہ تینوں جنگل میں گئے پھر ان میں لڑائی ہونے
 لگی۔ پھر وہ لڑکی ایک غنڈے کے ساتھ جنگل میں
 ردپوش ہو گئی۔“
 ”یہ کیا کہانی سنا رہے ہیں آپ.....!“ گارڈ
 جھنجھکا کر بولا۔ ”لڑکی کے پیچھے دو غنڈے تھے پھر لڑکی
 ایک غنڈے کے ساتھ بھاگ گئی۔“
 ”یہ کہانی نہیں حقیقت ہے۔“ سہیل بولا۔
 ”ٹھیک ہے حقیقت ہی ہوگی مگر آپ کو جرمانہ ادا
 کرنا پڑے گا۔ گارڈ بولا۔
 ”کس چیز کا جرمانہ.....؟“ سہیل حیران
 ہوتے ہوئے بولا۔
 ”بلاچر ٹرین رکوانے کا جرمانہ۔“ گارڈ بولا۔
 ”میں جرمانہ نہیں ادا کروں گا چاہے کچھ بھی ہو
 جائے۔“ سہیل پر جوش لہجے میں بولا۔
 ”تو آپ کو میرے ساتھ تھانے چلنا ہو گا۔“
 گارڈ بولا۔ ”آپ میرے ساتھ میرے کپارٹمنٹ
 میں آجئے۔“

سہیل اپنا سامان اٹھا کر گارڈ کے ڈبے میں
 آ گیا۔
 ٹرین جب فتح گڑھ کے ریلوے اسٹیشن پر رکی۔
 گارڈ اور سہیل ٹرین سے اترے۔ گارڈ سہیل کو لے کر
 تھانے پہنچا۔
 ”کھولال دین! آج کسے پکڑ لائے ہو؟“
 تھانیدار گارڈ سے بولا۔
 ”سر! ہماری تو ڈیوٹی ہے یہ۔“ گارڈ بولا۔ ”مگر
 یہ صاحب جرمانہ ادا کرنے کے بجائے ایک عجیب
 کہانی سنا رہے ہیں۔“ یہ کہہ کر گارڈ نے پوری کہانی
 تھانیدار کو سنا دی۔ کہانی سن کر تھانیدار اور سہیل
 جانب منہ ادا بولا۔
 ”ہاں تو مسٹر! کیا نام ہے تمہارا؟“
 ”سہیل منیر۔“ سہیل نے جواب دیا۔
 ”ہاں تو مسٹر سہیل! جو کہانی آپ نے سنائی۔
 وہ کتنے فی صد سچی ہے.....؟“
 ”یہ سو فی صد سچی ہے۔“ سہیل نے جواب دیا۔
 پھر حال جرمانہ تو آپ کو ادا کرنا ہی پڑے گا۔
 تھانیدار نے کہا۔ ”باپ کا کیا نام ہے؟“
 ”رضوان منیر۔“ سہیل نے جواب دیا۔
 ”کیا رضوان منیر..... تھانیدار گھبرا کر کمر
 سے کھڑا ہو گیا۔“ وہ رضوان منیر جو چوہدری ملک وچرا
 کی بیوی کو قتل کر کے فرار ہو گیا تھا۔
 ”انہوں نے کوئی قتل نہیں کیا۔“ سہیل بولا۔
 ”اور یہی ثابت کرنے میں یہاں آیا ہوں۔“
 ”یقیناً..... یقیناً رضوان کبھی قتل نہیں کر سکتا۔
 بات میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔“ تھانیدار نے

کہا۔
 ”آپ..... مگر آپ کیسے جانتے ہیں.....؟“
 سہیل نے حیرت سے پوچھا۔
 ”رضوان سے میرے بہت اچھے تعلقات تھے۔
 اس وقت میں اسی خانے میں خوالدار ہوا کرتا تھا۔
 ہمارے درمیان اچھی خاصی دوستی تھی۔ میں نے اس
 کیس پر بہت کام کیا..... مگر ہر طرف سے رضوان ہی
 کوفت کا مجرم پایا مگر مجھے حیرت ہے آخر وہ فرار کہاں ہو
 گیا.....؟“ تھانیدار نے کہا۔
 ”میں انہیں ضرور ڈھونڈ نکالوں گا۔“ سہیل بولا۔
 ”بے شک..... تم ایک بہادر اور ذہین لڑکے
 لگتے ہو۔ یقیناً تم اپنے باپ کو ڈھونڈ کر ان کے اوپر
 سے قتل کا الزام صاف کر دو گے۔ مگر کبھی میری کی
 ضرورت پڑے تو میں حاضر ہوں بلا جھجک آ جاؤ۔“
 تھانیدار نے کہا۔
 ”شکریہ سر!“ سہیل نے کہا۔ ”اب میں چل
 ہوں۔“
 ”اچھا ٹھیک ہے۔“ تھانیدار نے سہیل سے ہاتھ
 ملایا اور سہیل خانے سے باہر کی طرف بڑھ گیا۔
 ”لیکن سر!“ نگار نے کچھ کہنا چاہا۔
 ”بس..... بس خاموش رہو۔“ تھانیدار نے
 ہاتھ اٹھا کر نگار کو ڈکوبنے سے روک دیا۔
 ”خانے سے نکل کر سہیل سیدھا اپنے دوست
 کے گھر پہنچا اور دروازے پر دستک دی..... تھوڑی دیر
 میں ہلکی سی جھجھک کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔
 ”سہیل.....! تم یہاں.....“ دروازہ کھولنے
 والے نے سہیل سے بغل گیری کرتے ہوئے کہا۔

”اکبر کے بچے..... ایک سال کے اندر اندر تو
 اتنا موٹا..... کون سی بچی کا آٹا کھاتا ہے؟“ سہیل نے۔
 اکبر کو الگ کرتے ہوئے کہا۔
 ”ارے اپنے بکشتو کے ہوٹل کی روٹی کمال ہے۔
 کجست خالص بھوسے کی روٹی جاتا ہے۔“
 ”کیوں کیا گھر میں روٹی نہیں پکتی؟“ سہیل
 نے پوچھا۔
 ”کون پکائے گا روٹی.....؟“ اکبر نے جواب
 دیا۔
 ”کیوں تیری والدہ.....“ سہیل نے جان بوجھ
 کر جملہ احمورہ چھوڑ دیا۔
 ”ان کا تو چھ ماہ قبل انتقال ہو گیا تھا۔“
 ”اوہ..... مگر تو نے مجھے اطلاع بھی نہیں دی۔“
 ”اچھا..... چھوڑو ان باتوں کو..... آؤ اندر
 آؤ۔“ دونوں گھر کے اندر داخل ہو گئے۔
 ”تم نہادھو لو۔“ اکبر نے سہیل کا سامان رکھتے
 ہوئے کہا۔ جب سہیل غسل لے کر فارغ ہو گیا تو اکبر
 نے کہا۔
 ”ہاں..... اب بتاؤ تمہارا یہاں کیسے آتا ہوا؟“
 ”یار! تجھے تو سب معلوم ہے ابا جان کے بارے
 میں..... میں سال سے وہ لاپتہ ہیں بس ان ہی کی
 تلاش میں یہاں آیا ہوں۔“
 ”مگر تم انہیں کہاں تلاش کروں گے.....؟“
 اکبر نے پوچھا۔
 ”ان پر چودری ملک دین کی بیوی کے قتل کا
 الزام تھا بس چودری ملک دین کی حوٹلی سے ہی
 تلاش شروع کروں گا۔“ سہیل نے جواب دیا۔

کے سوراخ میں سے اندر دیکھا تو خیرت زورہ رہ گیا۔ اندر کمرے کا فرش کچا تھا اور وہاں ایک آدمی گردن تک زمین میں دھنسا ہوا تھا اور اس کی سرخ سرخ آنکھیں سرخ لائٹ کی طرح ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔

”کون ہوں؟“ سہیل کو اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی تو وہ اچھل کر سیدھا ہو گیا۔ ایک بھیا تک شکل کا آدمی اسے گھور رہا تھا۔

”وہ..... م..... میں..... میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ ادھر سے گزر رہا تھا تو مجھے ایک درد بھری چیخ کی آواز سنائی دی۔ میں سمجھا یہاں کوئی بیمار ہے۔ لہذا ادھر آ گیا۔“ سہیل نے یہاں بتایا۔

”یہاں کوئی بیمار نہیں ہے تم جاسکتے ہو۔“

”مگر کمرے میں تو.....“ سہیل نے جملہ ادھر اور

چھوڑ دیا۔

”وہ مبرا نوکر ہے اور میں نے اسے سزا دی ہے۔“

”مگر سزا دینے کا آپ کو کیا حق ہے؟“ سہیل نے کہا۔

”تم ایسے نہیں بنو گے۔“ وہ بھیا تک چہرے والا آدمی بولا اور دروازہ کھول کر زمین میں دھنسنے ہوئے آبی سے بولا۔ ”گو تکتے اسے سیدھا کر دو۔“ زمین میں دھنسا ہوا آدمی ایک جھٹکے سے باہر آگیا اور سہیل کی طرف بڑھا۔ ”سہیل ڈنک کے مارے پیچھے ہٹنے لگا اور چوٹی کے اندر دھنکی جس کی طرف بھاگا۔

”گو تکتے اسے پکڑو نہ جاؤں گا۔“ وہ بھیا تک آدمی پھر چنچا۔

سہیل نے.....

”مگر وہ حویلی تو وہاں پڑی ہے۔ اپنی بیوی کے قتل کے بعد چوہدری صاحب نے رینا تیاگ دی اور اپنی حویلی سے باہر نہیں آتے۔ بلکہ اکثر راتوں کو وہاں سے رونے کی بوئی کر بیاک آواز ہی آتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں چوہدری صاحب کی بیوی کی روح گھنٹی ہے حویلی میں..... نہ بابا نہ تم وہاں جانے کا خیال دل سے نکال ہی دو۔“

”یہ ناممکن ہے میں آج رات ہی اس حویلی میں جاؤں گا اور تم میرے ساتھ چلو گے سمجھے.....“ سہیل نے تھوڑا دھندلے کر جملہ مکمل کیا۔

”ارے..... اپنے ساتھ مجھے کیوں مردار ہے؟“

”زیادہ لگواس نہیں تو میرے ساتھ ذات کو اس حویلی میں چلے گا۔“

رات کے بارہ بجے دونوں روست چوہدری ملک دین کی حویلی کی طرف روانہ ہوئے..... چوہدری ملک دین کی حویلی فح گڑھ کمرے پر واقع تھی اور حویلی کے پیچھے بہت بڑا گھٹا جنگل تھا۔ رات کے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی حویلی کسی دیو کا بڑا سامان لگ رہی تھی..... وہ دونوں رہبر نے دھیرے دھیرے حویلی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اچانک سنانے میں ایک بھیا تک چیخ مگوئی..... اس چیخ کے ساتھ ہی اکبر زور سے اچھلا اور اس کے مارے سے بھی ایک چیخ نکلی اور وہ دائیں دور پڑا..... سہیل نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا۔ مجبوراً سہیل تنہا ہی حویلی میں داخل ہو گیا۔ حویلی مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ صرف ایک کمرے میں بجلی سے روشنی تھی۔ سہیل نے دروازے

”کیا مطلب..... کیا وہاں کوئی بھوت نہیں ہے۔“ اکبر نے پوچھا۔

”نہیں مارا یہ سب لغو بات ہیں عملی زندگی میں بھوت پریت کا کوئی وجود نہیں۔“ سمیل نے کہا۔

”مگر..... پھر وہ حویلی سے رونے کی آوازیں کس کی آتی ہیں؟“

”یہی اہم بات ہے۔ آخر وہ آوازیں کس کی ہیں.....؟“ سمیل کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ”میرا خیال ہے مجھے دوبارہ اس حویلی میں جانا پڑے گا۔“

”ارے ابسا غضب نہ کرنا ایک دفع بھوت نے چھوڑ دیا دوبارہ نہیں چھوڑے گا۔“ اکبر نے جلدی جلدی کہا۔

”میں یہاں لبا جان کی تلاش میں آباہوں کوئی گھومنے پھرنے نہیں۔ مجھے ہر حالت میں حویلی میں جانا ہی ہوگا۔“ سمیل نے پر سوچ لہجے میں کہا۔



حویلی میں چوہدی ملک دین گوتے پر برس رہا تھا۔

”آخر وہ نوجوان کیسے نکل گیا..... میں تجھے اس کوتاہی کی سخت سزا دوں گا۔“ گونگا اشاروں میں چوہدی کو بتانے لگا کہ۔

”اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔“

”آخر وہ نوجوان تھا کون.....؟“ چوہدی ملک دین سوچتے ہوئے بڑبڑایا..... پھر خود ہی سر جھٹکنے

ہوئے گوتے کو اپنے جیبے آنے کا اشارہ کیا۔ ایک کمرے میں پہنچ کر چوہدی نے گونگے کو فرش کا قالین اٹھانے کو کہا۔ جب گونگے نے قالین اٹھا یا تو فرش

اور جلدی سے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور کمرے کی چیزیں دروازے کے ساتھ لگانے لگا..... باہر گونگا دروازے پر ٹکریں مار رہا تھا۔ ہر گھر پر دروازہ پہلے کی نسبت زیادہ ہلکا۔

سمیل نے جلدی سے اپنے چاروں اطراف نظریں دوڑائیں۔ کمرے میں سامنے کی دیوار میں ایک کھڑکی تھی سمیل نے آگے بڑھ کر کھڑکی کھولی۔

کھڑکی میں صرف شیشہ لگا ہوا تھا۔ سمیل نے کمرے میں رکھا عید دیت شیشے پر دے مارا..... فوراً ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا سمیل کے چہرے سے لکڑایا۔ کھڑکی کے پار تاحہ نظر تک طویل جنگل پھیلا ہوا تھا۔ سمیل نے

فورا کھڑکی سے باہر چھانک لگا دی۔ اسی وقت دروازہ ٹوٹا اور گونگا کمرے میں داخل ہو گیا۔ مگر سمیل کھڑکی کے راستے سے باہر نکل چکا تھا۔ سمیل جلد سے جلد حویلی سے دور ہونا چاہتا تھا۔ اچانک اسے پھر ایک

دردناک چیخ سنائی دی۔ اس نے پیچھے مڑ کو دیکھا تو پیچھے کوئی بھی نہ تھا..... سمیل کچھ دیر کھڑا سوچا رہا پھر حویلی سے باہر جانے والے راستے کی طرف بڑھ گیا۔

اکبر کے گھر پہنچ کر سمیل نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

”بھوت..... بھوت.....“ اکبر دروازہ کھولتے ہی چلا یا۔

”اے بھوت کی اولاد..... یہ میں ہوں۔“

سمیل نے اکبر کی گردن پکڑنے ہوئے کہا۔

”نہم..... تم زندہ ہو..... بھوت نے تمہیں کچھ نہیں کہا؟“ اکبر نے پوچھا۔

”ارے یار! اس کوئی بھوت ہوتا تو کچھ کہتا۔“

میں ایک دروازہ نظر آیا..... چوہدری نے وہ دروازہ کھولا اور تہہ خانے کی سیڑھیاں اترنے لگا..... ساتھ ہی گونگا بھی سیڑھیاں نیچے اتر گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا چوہدری ملک وین نے ماتیس جلائی اور وہاں رکھی ایک مشعل روشن کر دی۔ مشعل نے تہہ خانے کے گھپ اندھیرے میں ملگجاسا اجالا کر دیا۔ تہہ خانے میں خشک گھاس پر ایک بوڑھا آدمی بندھا ہوا تھا۔

”کہو وماغ ٹھکانے آیا جو ہری رضوان منیر!“

چوہدری ملک وین نے زہر خند لہجے میں کہا۔ مگر بوڑھا بس۔

”اولیٰ..... اولیٰ“ کر کے رہ گیا کیونکہ اس کے منہ پر کپڑا اٹھوٹا ہوا تھا۔ گو سچے نے آگے بڑھ کر بوڑے کے منہ سے کپڑا نکالا۔

”تم۔۔۔ تم نے مجھے غیر قانونی طور پر نہ جانے کتنے برسوں سے قید کر رکھا ہے چودھری ملک وین! میں تو اب دنوں کا حساب بھی بھول گیا۔ مگر تم یاد رکھنا قانون کے لیے ہاتھوں سے کبھی جج نہیں سکتے۔“

”قانون“ چوہدری ملک دین نے ایک تہتہ پر لکھا۔ ”قانون تو ظہیں تلاش کر رہا ہے۔ میری بیوی کے قتل کے جرم میں۔“

”لیکن..... لیکن اپنی بیوی کو تو تم نے خود قتل کیا تھا۔“ یوزہا جو ہری رضوانہ میسر بولا۔

”ہاں..... مگر قانون تو تمہیں مجرم سمجھتا ہے۔“

”دیکھو.....“ کچھ توقف کے بعد چوہدری ملک
زمین بھر گویا ہوا۔ ”اگر مجھے وہ ہیرا وے دو تو میں

تھیں آزاد کروں گا۔“

”مجھے پاگل سمجھتے ہو چوہدری! جس دن تمہیں
بیر اہل گیا اسی دن تم مجھے قتل کر دو گے۔“

”تم..... تم“ غصے کی شدت سے چوہدری ملک وین کے منہ سے کف اڑنے لگا..... اس نے گونگے کو اشارہ کیا اور گونگے نے بوڑھے چوہدری کو کتے مارنے لگا..... جب بوڑھا چوہدری مار کھاتے کھاتے غصہ ہلکا ہوا تو گونگے نے دوبارہ اس کے ہاتھ باندھ دیئے اور منہ میں کپڑا ٹھونس کر ٹیپ لگا دی۔ پھر چوہدری ملک وین اور گونگا تہ خانے سے باہر نکل گئے۔



یہ آج سے تقریباً بیس برس پہلے کی بات ہے جو ہری رضوان منیر وار حکومت کا ایک بڑا جوہری تھا۔ ایک روز اس کے پاس ایک بہت قیمتی ہیرا آیا۔ جو ہری رضوان منیر نے سوچا کہ اتنا قیمتی ہیرا کون خریدے گا..... پھر اسے بیچ کر گڑھ کے جاگیردار چوہدری ملک بین کا خیال آیا جو کہ میرے جواہرات کا بہت شوقین تھا۔ لہذا جوہری رضوان منیر ہیرا لے کر چوہدری ملک بین کی حویلی آیا۔ چوہدری کو ہیرا بہت پسند آیا۔ مگر قیمت پر دونوں میں بحث ہوئی۔ جوہری رضوان منیر نے میرے کی قیمت پچاس لاکھ لکائی اور چوہدری نے صرف پانچ لاکھ..... بحث ہی بحث میں بات بڑھتی چلی گئی۔ اچانک چوہدری ملک بین نے ہستول نکال

”چو ہدیری! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی جرح حرکت کرو گے۔“ جوہری رضوان منہ پر نے کہا۔

”ہیرا میرے حوائجے کرو ورنہ میں تمہیں گولی

کوئی ثبوت باقی نہ ہے۔

نہہ خانے میں ایک کونے میں سوکھی گھاس پھوس پڑی تھی۔ جوہری رضوان نے بیہوش گھاس پھوس کے نیچے ایک دوج میں اس طرح چھپا دیا کہ کسی کو یہ بیہوش آسانی سے نہیں مل سکتا تھا۔ بیس برس سے چوہدوی دودا آتا دودہیرے کا تقاضہ کرتا اور دودہیرے کا پتہ نہ بتانے پر روز گوشتے کے ذریعے جوہری پر زور دیکر کہتا۔



حوہلی کے ایک کمرے میں چوہدوی ملک دین ملک دین کی اکلوتی بیٹی فرزانہ مسہری پر لٹکی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھی کہ اچانک اسے دونے کی دہلی دلی سی بھانک آواز سنائی دینے لگی۔ فرزانہ جب سے اپنے ماموں کے گھر سے حوہلی واپس آئی تھی اس آواز سے سخت پریشان تھی۔ وہ ایک بڑھی لکھی سمجھدار لڑکی تھی۔ لہذا بصوت پر بہت پر یقین نہیں رکھتی تھی۔

”آخر یہ آواز آئی کہاں سے ہے آج میں یہ راز معلوم کر کے ہی دوں گی۔“ فرزانہ نے سوچا اور کمرے سے نکل کر باہر آگئی۔ کچھ دیر وہ آواز کے سہارے چلتی وہی گھر اسے وہ جگہ نہ مل سکی جہاں سے آواز آتی تھی وہ حوہلی کے پچھلے حصے کی طرف چلی آئی۔ حوہلی کے پچھلے حصے میں خادوار خرد بھانڈیاں تھیں۔ فرزانہ دو قدم آگے بڑھی تو ٹھٹھک کر رک گئی حوہلی کے پچھلے حصے میں لگے دو شندان سے جو کہ تہہ خانے میں دودھنی کے لیے بنایا گیا تھا۔ ایک بوڑھا کمزور سا شخص کھڑا تھا۔ ردنے کی آواز اسی آدمی کی تھی۔ چونکہ اس آدمی کا منہ بندھا ہوا تھا۔ لہذا دودے

ما دودوں گا۔“ چوہدوی ملک دین نے دھمکی دی۔

”بے شک تم گولی ما دودو مگر ہیرا میں نہیں دوں گا۔“ جوہری رضوان سیر بھی ڈٹ گیا۔

”میں سخن تک گنتا ہوں ہیرا مجھے دے دو ورنہ.....“

”ذغلا نہیں۔“

”ایک دو.....“ چوہدوی ملک دین نے گنتا شروع کیا اور سن کہتے ہی چوہدوی ملک دین نے گولی چلا دی مگر میں اس وقت چوہدوی کی بیوی کمرے میں داخل ہوئی اس نے جو بہ منظر دیکھا تو چیختے ہوئی چوہدوی ملک دین کے سامنے آگئی۔ چوہدوی ملک دین کے پسوں سے نکلی ہوئی گولی اس کے سینے میں گھس گئی۔

”بے خوف نہ تو نے کیا کیا اپنی بیوی کو مار دیا۔“ جوہری رضوان سیر چہنچا۔..... تو چوہدوی ملک دین کے شیطانی دماغ نے فوراً ایک پلان بنایا اور گوشتے کے ذریعے جوہری رضوان سیر کو تہہ خانے میں بند کر دیا اور پولیس کو بلا کر بیان دیا کہ۔

”جوہری رضوان سیر اس کی بیوی کو قتل کر کے قیدی جواہرات چوری کر کے بھاگ گیا ہے۔“ چوہدوی نے اپنی اکلوتی بیٹی کو بھیجی اس واقعے کے بعد اس کے ماموں کے پاس شہر بھیج دیا۔ جو اس وقت تفریباً نین سال کی تھی۔

اور تہہ خانے میں جیسے ہی رضوان سیر کو بوش آبا اسے سب سے پہلے ہیرے کی فکر لاحق ہوئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ہیرا حاصل کرتے ہی چوہدوی اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ تاکہ اس کے جرم کا

کی آواز بہت بھانک لگ رہی تھی۔

طرف بڑھ گیا۔

”ت.....تم.....تم کون ہو.....؟“ فرزانہ نے پوچھا مگر بوڑھا صرف اداں کر کے رہ گیا کیونکہ اس کا منہ بندھا ہوا تھا۔

”وہ بد معاش کون تھا؟“ ڈنک کر رہا تھا؟“ سہیل نے چلتے چلتے فرزانہ سے پوچھا۔

”دو یہاں کا نامی گرامی غنڈہ شیرا ہے۔ وہ مجھ سے شادی کر کے اباجان کی دولت تھپانا چاہتا ہے۔ اباجان کے انکار کے باوجود مجھے ستانے پر مجبور کیا ہے۔“ فرزانہ بولی۔

”میں اباجان کو بلاتی ہوں۔“ فرزانہ نے بوڑھے سے کہا۔ مگر بوڑھے نے زور زور سے گردن ہلا کر اسے منع کیا۔

”اچھا مگر تجھے کو بلاتی ہوں کہ وہ آپ کو رہائی دلائے۔“ فرزانہ نے پھر سے کہا۔ مگر بوڑھے نے پھر گردن ہلا کر انکار کیا۔

”تو پھر آپ پولیس میں رپورٹ کیوں نہیں کرتی؟“ سہیل بولا۔

”میں تو چاہتی تھی کہ غنڈے کو پولیس میں دے دیں مگر اباجان پولیس کے لفٹوے میں پڑنا نہیں چاہتے۔“ کیوں.....؟“

”ٹھیک ہے تو پھر میں خود ہی اوزار لا کر یہ سلاخیں کاٹنے کی کوشش کرتی ہوں۔“ فرزانہ بولی۔

”ہتہ نہیں..... چھوڑیے اس موضوع کو آپ اندر آئیے۔“ فرزانہ بولی اور سہیل کو ساتھ لے کر حویلی کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئی۔

”میں برس میں پہلی بار بوڑھے جوہری کی آنکھوں میں اسید کی کرن جھلکائی۔ فرزانہ وہاں سے ہٹ کر حویلی کی طرف آئی۔ تو اس نے دیکھا کہ وہی نوجوان جس نے ایک سال پہلے اس کی جان بچائی تھی۔ وہاں کھڑا تھا۔

”اباجان! ابھی دو شخص ہے جنہوں نے ایک مرتبہ اس غنڈے سے میری جان بچائی ہے۔“ فرزانہ ڈرائیونگ روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

”فرزانہ بولی۔“ فرزانہ نے دیکھا کہ وہی نوجوان جس نے ایک سال پہلے اس کی جان بچائی تھی۔ وہاں کھڑا تھا۔

ڈرائیونگ روم میں ایک آدمی دروازے کی طرف پیٹھ کیے کھڑا تھا۔ فرزانہ کے مخاطب کرنے پر اس شخص نے مڑ کر دیکھا۔ سہیل اس شخص کو دیکھتے ہی پہچان گیا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے گونگے کو اسے پکڑنے کا حکم دیا تھا۔

”آپ..... آپ بھی یہاں.....؟“ وہ نوجوان جو سہیل تھا فرزانہ سے پوچھا۔

”ہم تمہارے بہت شکر گزار ہے نوجوان! تم نے ہماری بیٹی کو اغواء ہونے سے بچایا۔“ چوہدری ملک دین نے کہا۔

”میں چوہدری ملک دین کی اکلوتی بیٹی فرزانہ ہوں۔“ فرزانہ نے اپنا تعارف کر دیا۔

”جی..... اس میں شکریہ کی کیا بات ہے یہ تو

”میراثم سہیل ہے۔“ سہیل نے اپنا تعارف کر دیا۔

کپ منہ تک لے جاتی چوہدری ملک دین نے اس کے ہاتھ سے کپ چھین کر پھینک دیا۔

”یہ..... یہ کیا ابا جان.....؟“ فرزانہ اس حرکت پر حیران رہ گئی۔

”فرزانہ صلابہ! یہ کپ صرف میرے لیے تھا کیونکہ اس میں آپ کے ابا حضور نے زہر ملا دیا تھا۔“ سہیل خٹکے لہجے میں بولا۔

”یہ میں کیسا سن رہی ہوں ابا جان! آپ..... آپ نے چائے میں زہر ملا یا ہے؟“ فرزانہ نے چوہدری ملک دین سے کہا۔

”ت..... تم ابھی نکل جاؤ میری حویلی سے۔“ چوہدری ملک دین سہیل پر دھاوا۔ سہیل چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔

”یہ..... یہ آپ نے اچھا نہیں کیا ابا جان! مگر آئے مہمان سے کوئی اس طرح سلوک کرتا ہے؟“ سہیل کے کمرے سے نکلے ہی فرزانہ بولی۔

”وہ..... وہ مہمان نہیں ہے۔“ چوہدری ملک دین نے کہا۔ ”وہ اس سے پہلے بھی حویلی میں آچکا ہے۔ شائد وہ پولیس کا آدمی ہے۔“

”مگر وہ پولیس کا آدمی ہے تو کیا ہوا۔ کیا آپ نے کوئی جرم کیا ہے.....؟“ فرزانہ بولی۔

”م..... میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔“ چوہدری ملک دین فرزانہ کی بات سن کر گھبرا گیا۔ ”لیکن ہمیں محتاط رہنا چاہیے آخر ہمارے کچھ خاندانی راز ہیں۔“

”کیا راز ہیں آپ کے میں جانتی ہوں نہ جانے کتنے برسوں سے آپ نے ایک لاکھ چار سو روپے انسان کو تہ خانے میں قید کر رکھا ہے۔“ فرزانہ پھٹ پڑی۔

میرا اخلاقی فرض تھا۔“ سہیل بولا۔

”پھر بھی شکر یہ تو ادا کرنا ہی چاہیے۔“ چوہدری ملک دین نے کہا اور پھر گونگے کو آواز دینے لگا۔

نوراعی گونگا حاضر ہوا تو چوہدری ملک دین نے اسے چائے لانے کا کہا۔

”اور سناؤ فوجوان! کیا نام ہے تمہارا؟ اور کہاں رہتے ہو.....؟“

”جی..... میرا نام سہیل ہے اور میں دارالحکومت میں رہتا ہے۔“ سہیل نے جواب دیا۔

”دارالحکومت میں..... تو پھر قح گزہ کیسے آتا ہوا؟“ چوہدری ملک دین نے پھر سوال کیا۔

”ایسے ہی تفریبا۔“ سہیل نے جواب دیا۔ وہ بغور ہر چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔ اتنی ہی دیر میں گونگا

چائے لے کر آگیا۔ فرزانہ چائے پانے کے لیے آگے بڑھی مگر چوہدری ملک دین نے اسے روک دیا اور خود چائے پانے لگا۔ فرزانہ سہیل کو کمرے میں لگی

ہوئی اپنے بزرگوں کی تصاویر دیکھانے لگی..... دفعتاً سہیل کو ایک تصویر فریم کے شیشے میں اپنے پیچھے کا

منظر نظر آیا۔ چوہدری ملک دین ایک کپ میں چٹکے سے کچھ سفید سنوف ملا رہا تھا۔ سہیل چوہدری ملک

دین کی اس حرکت کو دیکھ کر دھیرے سے مسکرایا۔

”نو بھو! چائے پیو۔“ چوہدری ملک دین نے کہا اور چائے کا ایک کپ سہیل کو پکڑا دیا۔ اس سے

پہلے کہ چوہدری دوسرا کپ فرزانہ کو پکڑاتا۔ سہیل نے اپنا کپ فرزانہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”پہلے آپ لیجئے فرزانہ صلابہ!“ فرزانہ نے شکر پے کے ساتھ کپ لے لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ

"ت.....ت..... تمہیں کیسے معلوم ہوا.....؟"

چوہدری ملک دین بوکھلائے اور انداز میں بولا۔

"مجھے سب معلوم ہے اور میں اسے ضرور آزاد کراؤں گی۔ یہ کہہ کر فرزانہ کمرے سے نکل گئی۔

"گوگٹے..... گوگٹے۔" چوہدری ملک دین نے گوگٹے کو آواز دی اور اسے ساتھ لے کر تہ خانے کی طرف چل دیا۔ آج اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس قصے کو ختم کر دے گا۔ تہ خانے میں پہنچ کر چوہدری ملک دین نے جوہری رضوان منیر سے کہا۔

"بڑھے جوہری! آج تیری زندگی کا آخری دن ہے۔ شرافت سے میرا میرے حوالے کر دے۔"

"نہیں..... قطعی نہیں..... میرا تجھے کسی حالت میں نہیں ملے گا۔"

"گوگٹے! آج اسے اتنا مار کہ اس کی روح اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ دے۔" چوہدری ملک دین نے گوگٹے کو حکم دیا۔ مگر اس سے پہلے کہ گوگٹا بڑھے جوہری پر ہاتھ اٹھاتا فائر کی آواز گونگی اور گوگٹا ٹھٹھک کر رہ گیا۔ چوہدری ملک دین نے بوکھلا کر چیخے دیکھا تہ خانے کے دروازے پر شیر اکھڑا تھا۔ فائر اسی کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہسپتال سے ہوا تھا۔

"تو یہ ہے تمہاری شرافت چوہدری! ایک بڑھے جوہر شخص کو نہ جانے کتنے برسوں سے تم نے قید کر رکھا ہے۔"

"شیر! یہ میرا معاملہ ہے مجھ پر چھوڑ دو اور تم یہاں سے چلے جاؤ۔" چوہدری ملک دین دھاڑا۔

"آہستہ چوہدری! آہستہ۔" شیر ابولا۔ "اگر تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کرو اور ساری جائیداد میرے

نام کر دو تو میں تمہارے راتے سے ہٹ جاتا ہوں۔"

اھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور اھر فرزانہ سہیل کو لے کر تہ خانے تک پہنچ گئی۔ شیرا نے سہیل کو دیکھتے ہی گولی چلا دی۔ مگر بوکھلاہٹ کی وجہ سے اس کا نشانہ چوک گیا۔ مگر سہیل کے ہسپتال سے نکلنے والی گولی شیرا کا ہسپتال لے آئی۔

"چوہدری ملک دین! تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں کون ہوں۔" سہیل نے چوہدری ملک دین کو تہ خانے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے مخاطب کیا۔ میں جوہری رضوان منیر کا بیٹا ہوں۔

"کیا....."

"ہاں..... میں جوہری رضوان منیر کا بیٹا ہوں اور اپنے باپ کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔" سہیل نے کہا۔

"بیٹا.....! بیٹا.....! میں ہوں تیرا بد نصیب باپ۔" جوہری رضوان منیر چیخ پڑا۔ سہیل کی نظر ایک لمحے کے لیے شیرا سے ہٹی تو اس نے سہیل پر چلا ٹک لگادی۔ سہیل کے ہاتھ سے ہسپتال گر گیا اور دونوں قسم قسم تھکا ہو گئے۔ چوہدری ملک دین کے لیے یہ اچھا موقع تھا۔ اس نے جلتی ہوئی مشعل سے سوکھی گھاس پوس کو آگ لگا دی اور فرزانہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے زبردستی تہ خانے سے باہر لے کر آیا۔

اھر سہیل اور شیرا ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ اچانک شیرا کے ہاتھ میں ہسپتال آگیا مگر اس سے پہلے وہ گولی چلاتا سہیل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چھت کی طرف کر دیا۔ لہذا گولی چھت پر لگی۔ دونوں کے درمیان ہسپتال کی چیخنا جھپنی

ہونے لگی۔۔۔۔۔ ادھر آگ تیزی سے پھیل رہی تھی۔ گھاس بھوس کے بعد آگ نے تہ خانے میں رکھی ہوئی چیزوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بوڑھا جوہری آگ کے درمیان بری طرح جھنس گیا۔ اسی وقت گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور شیرا اپنا سینہ پکڑے زمین پر گر پڑا۔ سہیل نے اسے گولی مار دی تھی۔ شیرا کے گرتے ہی سہیل نے ہتھول پیچھا اور آگ کے اوپر سے چھلانگ لگا کر اپنے باپ تک پہنچا۔ اپنے باپ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر تہ خانے سے تیزی سے باہر نکل آیا۔

دیکھے ہی دیکھے آگ نے پوری حویلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سہیل اپنے باپ کو آگ سے بچاتے ہوئے بڑی مشکل سے حویلی سے باہر لے آیا۔ حویلی کے باہر لوگوں کا بہت بڑا مجمع لگا ہوا تھا۔ سہیل کو دیکھتے ہی اکبر آگے بڑھا۔

آج بیگم انجم آرا کے گھر پر رونق مگی ہوئی تھی۔ آج ان کے اکلوتے بیٹے کی شادی چوہدری ملک دین کی بیٹی فرزانہ کے ساتھ ہو رہی تھی۔ عدالت نے جوہری رضوان منیر کو چوہدری ملک دین کی بیوی کے قتل کے الزام سے باعزت بری کر دیا تھا۔ بیگم انجم آرا کو بیس سال بعد آج حقیقی خوشیاں نصیب ہوئی تھیں۔ مگر جوہری رضوان منیر کو افسوس تھا کہ جس ہیرے کی خاطر اس نے بیس برس قید تباہی میں گزار دی وہ چوہدری ملک کی حویلی کے ساتھ ہی جل کر خاک ہو گیا۔

”یہ میرے والد صاحب ہیں اکبر اتم انہیں سنبھالو۔“ سہیل یہ کہہ کر پھر حویلی کی طرف لپکا مگر اکبر نے پیچھے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”اند رست جاؤ سہیل! آگ بری طرح پھیل چکی ہے۔“ اکبر بولا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ ابھی فرزانہ اندر ہی ہے۔“ یہ کہتے ہی سہیل بطنی ہوئی حویلی میں گھس گیا اور فرزانہ کو آواز میں دیتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے دیکھا چوہدری ملک دین کے ایک ہاتھ میں مٹی ہوئی مشعل ہے اور دوسرے ہاتھ سے فرزانہ کی کلائی پکڑی ہوئی ہے۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی۔ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ سہیل کو دیکھتے ہی چوہدری ملک دین



جناب عرض ہے



بارہ عورتیں بارہ کہانیاں

دکھی مرد و خواتین کی سچی آبِ بیتیاں شائع کرنے والا پہلا میگزین

عذرا! اپنی اشاعت کا آغاز کر رہا ہے۔ قدرتی طور پر ذہنی کمزوریات نوٹ کر رہا ہوں



وہ مرد و خواتین جو اپنی یا اپنے ارد گرد کی کئی
اجھوٹی 'معاشرتی آبِ بیتیاں' جو آپ لوگوں
تک پہنچانا چاہتے ہیں یا جسے آپ زبان پر
نہیں لا سکتے یا کسی سے کہہ نہیں سکتے یا آپ
لکھنے کا شوق رکھتے ہیں پر لکھ نہیں پا رہے یا
آپ دوسرے رسائل و ذرائع سے تنگ
آچکے ہیں وہ پریشان نہ ہوں اب انتظار کی
گھڑیاں ختم کیونکہ اب "بارہ عورتیں بارہ
کہانیاں" کے صفحات آپ کی تحریروں کے
ختم ہیں۔

آپ اپنی تحریر خوبصورت اور ایک صفحہ چھوڑ کر لکھیں تاکہ پڑھنے میں آسانی رہے۔ شکریہ

اس میگزین میں آپ مختصر واقعات اپنی ذاتی کے قیمتی اور ارق پہنچاتے
پسندیدہ اشعار، غزلیں، نظمیں، اقوال، زریں نوٹس اور بیوٹی ٹیپس بھی شائع کروا سکتے ہیں

صرف 10 عدد میگزین کی خریداری کے عوض آپ اپنی اپنی آبِ بیتیاں شائع کروا سکتے ہیں

رابطہ و خط و کتابت کے لیے۔ بارہ عورتیں بارہ کہانیاں۔ 29 جلال الدین بلڈنگ چوک اردو

موبائل نمبر 0314-4308530

ایبٹ آباد لاہور



حج اسلام کا عظیم الشان اجتماع

سنئے... فدا شاہین بھٹی

نسل با زبان اور وطن سے تو میں نکلیں نہیں یا نہیں
اصل تعلق خداوند خدائی کے دین کا تعلق ہے اور تمہیں
ان امتیازات باطلہ کے پکر میں ہرگز جتنا نہیں ہونا
چاہئے۔

حج کی عبادت دنیا بھر کے مسلمانوں کو سال کے
سال بہ موقع یکم اپریل سے کہ وہ ہر علاقہ اور ہر خطہ
زمین سے سمجھ کر اور ایک مقام پر جمع ہو کر اپنے
مسائل اور مشکلات کا جائزہ لیں اور انہیں دور کرنے
کے طریقے سوچیں۔ یہ اس عبادت کا ایک بے نظیر
اجتماعی پہلو ہے جس کا خاطر خواہ فائدہ بدقسمتی سے ہم
ابھی تک نہیں اٹھا سکے۔

حج ان اجتماعی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ انفرادی
اصلاح و فلاح کا بھی ضامن ہے اسے صرف مسلمانوں
کی ایک عالمی سیاسی کانفرنس نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر
بہی مقصد ہوتا تو حج صرف اہل علم و تہذیب اور ہر
علاقہ کے سربراہ اور صاحب اثر مسلمان پر ہی فرض کیا
جاتا اور ہر صاحب استطاعت مسلمان پر لازم نہ
دیتا۔ کانفرنسوں میں مشاورت کے لیے فقط اہل

اسلام کی جتنی عبادت ہیں وہ سب کی سب
اپنے اندر دو پہلو رکھتی ہیں۔ ایک اجتماعی دوسرا انفرادی
یعنی ان کے کچھ پہلو تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور
خیر و برکت کے ہونے ہیں اور کچھ پہلو اپنے ہوتے
ہیں جن سے ہر مسلمان اپنی انفرادی حیثیت میں فیض
باب ہوتا ہے۔ حج و عبادت ہے جس میں یہ دونوں
پہلو بہت نمایاں طور پر اپنے وجود کا اظہار کرتے ہیں۔
ذرا اس نقش کو بخوبی دیر کے لیے نگاہِ مبصر کے
سامنے لے آئیے ہر ملک ہر علاقہ اور ہر خطہ کے لوگ
اللہ کے گھر پہنچ رہے ہیں۔ کوئی گورہے کوئی کالا کسی
کی زبان غریبی ہے کسی کی فارسی کسی کی اردو ہے کسی
کی انگریزی کسی کی پنجابی ہے تو کسی کی پشتو یا اپنے
علاقوں میں یہ جو بھی زبان بات لیتے ہیں۔ مگر یہاں ان
کی زبانوں پر "البیک، السلام، لبیک" کا ورد
ہے۔ وطن کے اعتبار سے یہ جہاں کے بھی باشندے
ہوں مگر ان سب کا مرکز ان کا نقطہ اجتماع ان کا قبلہ
ایک اور صرف ایک ہے۔ وہ اللہ کا گھر ہے۔ یوں
مسلمانوں کو ہر سال یہ سبق یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ

ان تہذیبوں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیغامِ نبوت بھیجیں گے جس کے
 نام خدا اور تم، تم کو انبیاء اور ان کی کثرت ہے۔ ہر کوئی ایک۔ سورۃ الاحزاب: ۵۶۔

... the messenger (a noble messenger) in the name of God (the one and only) and
 the Day of Resurrection, and therefore, it is necessary to

www.paksociety.com



پیشکش: ۳۰ اکتوبر ۲۰۲۰ء

نادی نواز صاحب لکھنؤ اس وقت کے لیے اللہ نے اپنے گھر کو مخصوص مرکز بنایا اور اپنے طویل القدر پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ دنیا بھر کے انسانوں کو دعوت دیجئے کہ وہ قریب و بعد سے چل کر یہاں آئیں اور اس خدائے بزرگ و برتر کے آگے اپنی جبینیں خم کریں جو ایک ہے جس کا کوئی ساتھی اور شریک نہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ۔

”آپ لوگوں میں حج کا اعلان کرو دیجئے۔“

آیت باک کا سیاق و سباق واضح کرتا ہے کہ حج کا تعلق خاص طور پر توحید خالص سے ہے اور یہ کہ حج اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی توحید کو نکھارنے کے لیے تمام انسانوں کو ان کی بھلائی کے لیے ایک صف میں لاکھڑا کرنے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔

حج انسان کی خدا پرستی اور عبادت کا پہلا اور قدیم طریقہ ہے اس کے لفظی معنی واراوہ کے ہیں اور اس سے مقصود خاص مذہبی قصد و اداوہ سے کسی مقدس مقام کا سفر ہے لیکن اسلام میں یہ ملک عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں جا کر وہاں حضرت ابراہیم کی بنائی ہوئی مسجد خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانے اور مکہ کے مختلف مقدس مقامات میں حاضر ہو کر مخصوص اعمال و آداب بجالانے کا نام ہے۔

انسانی تہذیب و تمدن کی تاریخ سے آشنا لوگ جانتے ہیں کہ انسانی جماعت کی ابتدائی شکل خاندان اور خانوادہ کی صورت میں تھی اس سے آگے بڑھی تو چند خیموں اور چھوٹی زواریں کی ایک مختصر آبادی بنی پھر وہ شہر کی صورت میں منتقل ہوئی۔ اس سے ترقی کر کے

ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ جس پر محض نظر ڈال لیا بھی کتنی بڑی عبادت ہے کہ بقول حضرت عطاء بنی۔

”بیت اللہ پر ایک نظر ڈال لیا بھی ایک سال کی نفل عبادت سے بہتر ہے۔“

پھر مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ الرسول ﷺ پر حاضر ہونے والوں کی خوش بختی کا اندازہ کیجئے کہ وہ سلام عرض کرتے ہیں اور احادیث میں آتا ہے کہ۔

”جو شخص مجھ پر سلام درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میرے پاس پہنچا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“ (ابوداؤد)

روضہ اقدس کی زیارت کرنے والوں کے بارے میں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ۔

”جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی یہ ایسا ہے کہ جیسا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔“

حج بیت اللہ کو ارکان اسلام میں عظیم تر مقام حاصل ہے کیونکہ اس فریضہ کی ادائیگی میں عبادت کے وہ تمام گوشے جو الگ الگ دوسری عبادتوں میں موجود تھے اس میں نہ صرف یکجا ہو گئے ہیں۔ بلکہ اپنے کمال تک جا پہنچے ہیں۔

حضرت ابراہیم نے جب ان بتوں سے اپنی برأت اور بے زاری کا اعلان کیا جو انسان میں تفریق اور باہمی دشمنی کا باعث بنے ہوئے تھے اور انسانوں کو خدا کی توحید کے پرچم تلے متحد ہو کر کام کرنے کی دعوت دی تاکہ وہ اجتماعی صورت میں اپنے دوحانی اور

وقت اس آبادی کی داغ بیل پڑی جب باطل و کلدان کے قاتلے اس طرف سے گزرتے تھے اور یہ کہ اس کی ابراہیمی نسبت کی ایک اور انوی ریل ہے۔ دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کی آبادی اسی گھر کے تعلق سے وجود میں آئی اور یہ اس خانہ کعبہ کی قدامت قدس اور اہل عرب کی روایات کی صحت پر ٹھوس ریل ہے۔ زیور میں ملکہ کا نام بک نظر آتا ہے۔ قدیم شامی زبان میں بک کے معنی آبادی یا شہر کے ہیں۔ جیسا کہ شام کے ایک قدیم شہر کا نام بھابک ہے یعنی بھل کا شہر (بھل ایک دیوتا کا نام ہے) یہ اس آبادی کی قدامت کی دوسری افونی شہادت ہے اور کعبہ کی ابتدائی مقبر کے وقت بنی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔

”کعبہ کے لفظی معنی چوکھٹے کے ہیں چونکہ یہ گھر چوکھٹا بنا تھا اور آج بھی اسی طرح ہے اس لیے کعبہ کے نام سے ہی مشہور ہے۔“

حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قربانی کا جو خواب دیکھا اور اس پر لیک کہا تھا اور جس کی پیل کے لیے دو اس دور وراز مقام میں آئے تھے اور میں اس وقت جب چھری لے کر بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہا اور بیٹے نے بھی خدا کو حکم سن کر گردن جھکا دی تھی تو آواز آئی یعنی کہ۔

”اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کا اس بات پر دل دے دیتے ہیں اور ایک بیوی قربانی دے کر ہم نے اس کے بیٹے کو بچھڑایا۔“

(سورۃ صافات آیت نمبر 104-105-107)

اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ اس خواب کی تعبیر بیٹے کو خدا کے گھر کی خدمت اور توبہ کی دعوت ہے

اس نے ایک قوم اور ایک ملک کا قالب اختیار کیا اور وہ بلاخر تمام دنیا پر چھا گئی۔ مگر خدا اس انسانی ترقی کے تمام مداخل اور مراتب کی ایک مربوط تاریخ ہے۔ در حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے عہد میں ایک خاص خانہ ان کا تبلیغی مرکز بنا۔ پھر حضرت اسماعیل کے زمانے میں وہ چند خیموں اور جھونپڑوں کی مختصر سی آبادی کی صورت میں ظاہر ہوا پھر رفتہ رفتہ اس نے عرب کے ایک مذہبی شہر کی جگہ حاصل کر لی اور نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی اہست اور نبوت و رسالت کے بعد وہ اسلامی دنیا کا بنی مرکز قرار پایا۔

حضرت ابراہیم کا رسوخ تھا کہ جہاں کہیں ان کو روحانیت کا کوئی جلوہ نظر آتا وہاں خدا کے نام سے ایک چتر کھینچ کر کے خدا کا گھر اور قربان گاہ بنالیتے تھے۔ تو ریت کی کتاب پیدائش میں ان کی غن قربان گاہوں کا گھر بنانے کے واقعات کا ذکر ہے۔ اسی قسم کی قربان گاہیں اور خدا کے گھر حضرت اسحاق حضرت یعقوب اور موسیٰ نے بھی بنائے اور آخر کا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی تعمیر کی جو بنی اسرائیل کا کعبہ اور قبلہ قرار پایا۔ ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم اور ان کی نسل میں اس قسم کی قربان گاہیں اور اللہ کا گھر بنانے کا دستور عام تھا اور اسی قسم کا وہ گھر ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے۔ یہ عہد ابراہیم کے نام سے آج تک قائم ہے اور ابراہیمی نسبت اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بنائیں خدا کا پہلا گھر ہے۔

قدیم زبانیوں کے بعض محققین کے نزدیک مکہ بنی زید و بنی نضال ہے جس کے معنی گھر کے ہیں۔ اس سے دو باتیں ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس

مسکن بنائیں۔

قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس گھر اور مقام

میں حضرت ابراہیم کی بہت سی یادگار ہیں اور نشانیاں ہیں۔ ان کے کھڑے ہونے اور نماز پڑھنے کی جگہ اور قربانی کا مقام ہے۔ اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ قریب و بعید سے یہاں آئیں اور وہی دُعا دی فائدے حاصل کریں۔ اس قدیم خانہ خدا کا طواف کریں۔

حضرت اسماعیل کی یادگار میں قربانی کر کے غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔ اپنی ندوئی پوری کریں۔ یہاں پہنچ کر دو امن و سلامتی کے جسم بکریوں۔ نہ کسی پر ہتھیار اٹھائیں نہ کسی کو تکلیف پہنچائیں۔ حتیٰ کہ ایک معمولی اور حقیر جانور تک کو مارنے کا ارادہ نہ کریں۔ ظاہری رہائش و آرائش راحت و آرام اور مہر تکلف مصنوعی زندگی ترک کر کے ابراہیمی طریقے پر خدا کو یاد کریں۔

حج کی حقیقت

حج کی حقیقت خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے خاص عالم میں حاضری حضرت ابراہیم کی طرح خدا کی دعوت پر لبیک کہنا اور اس قربانی کی روح کو زندہ کرنا ہے۔ یعنی برگزیدہ پیغمبروں کی بیروی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تسلیم و رضا اور اطاعت کے ساتھ گردن جھکا دینا اور اللہ سے کہے گئے عہد و پیمان کو اتنی طرح بجالانا جس طرح ہزاروں سال پہلے وہ بجالائے تھے۔ یہی ملت ابراہیمی کی پہچان اور یہی حقیقی اسلام ہے۔ یہی وہ باطنی احساس اور جذبہ ہے جس کی حاجت صاحبانِ حضوت ابراہیم و اسماعیل کی طرف سے اپنی جان خدا کے حضور میں لے جاتے ہیں۔ جب

لیے مخصوص کرد بنا اور اس کے ذریعے اس گھر کو کرہ ارض پر خدا پرستی کا مرکز بناتا ہے۔

”اور باؤ کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کا مرجع اور امن کا مرکز بنایا، وہ کہا کیا برا بیٹم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ اور ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ تم دو دنوں میرے گھر کا طواف کرو اور قیام اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔“

(سورۃ بقرہ آیت نمبر 125)

”اور باؤ کرو جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ کو ٹھکانہ بنایا کہ کسی کو پیرا ساسی نہ بنانا اور میرے گھر کو طواف اور قیام اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔“

(سورۃ حج آیت نمبر 26)

”اور باؤ کرو جب ابراہیم نے یہ دعا کی اے میرے باؤ کو بنوں کی پرستش سے بچا۔ میرے پروردگار! ان بنوں نے بہنوں کو گمراہ کیا ہے۔“

(سورۃ اہیم آیت نمبر 35)

ان فراموشی آیت میں وضاحت کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بت پرست اور سناو پرست قوموں اور ملکوں سے بنا کر جن میں وہ پینٹان اور سرگرمی پھرتے تھے اور امن و سلامتی کے ایک سنسان مقام کی تلاش میں تھے۔ تاکہ اس میں خدا کے واحد کی پرستش کے لیے ایک گھر بنائیں۔ یہ ٹھکانہ عطا کیا۔ جو انزل سے اس کام کے لیے منتخب تھا۔ تاکہ وہ یہاں خدا کے گھر کی جادو پوری کٹھ پنی کریں اور پھر اسی کو خود حید کا مرکز اور عبادت گاہ بنائیں تاکہ

خدا کے حضور میں ہوں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا جہنم سے محفوظ رکھے۔ میں نے خوشبو لگاتے ہیں نہ دھنیں کیڑے سے پہنتے ہیں نہ سروں کو چاہتے ہیں اور دعا کی راحت و آرام اور تکلیف سے الگ رہتے ہیں اور دعا کی والہانہ انداز سے خدا کے گھر میں آتے ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ تین دن کے پیدل سفر کے بعد مگر دو غبار میں اُٹے ہوئے آئے تھے اور جس طرح ہزاروں سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی پکار پر لبیک کہا تھا۔ وہی ترانہ ان کی زبانوں پر ہوتا ہے۔

ترجمہ۔

”میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ انتہائی تعریف اور نعمت تیرے ہی لیے ہیں۔ حکومت بھی تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔“

توحید کی یہ صدا ان تمام مقامات میں بلند کرتے پھرتے ہیں جہاں جہاں ان دونوں طلیل اللہ و بزرگوں کے نقش قدم پڑے تھے۔ جہاں سے جہاں تک حضرت ہاجرہؑ دوڑ کر گئی تھیں۔ جہاں اور مردہ تک ہم بھی وہاں دوڑتے ہیں دعا کرتے ہیں اور خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں۔ عرفات کے میدان میں جمع ہو کر آئندہ زندگی کے لیے خدا کی عبادت اور اطاعت کا عہد دیکھاں باندھتے ہیں اور یہی حقیقت میں حج کا اصل دکن ہے۔

مسجد نبویؐ میں حاضری

مدینہ منورہ ابھی کی میل دور ہوتا ہے کہ گاؤں گندھ خضر پہنچتی ہے۔ اس وقت عشاق کے قلب کی کیفیت لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی اسی وقت ہدیہ

”خجی کہانی“ 90 اکتوبر 2014ء

حضرت امام مالکؒ کا عمل تو یہ تھا کہ آپ ہمیشہ جو اتار کر مدینہ پاک کے کوچہ و بازار میں چلتے تھے کہ مبادا پاؤں کہیں ایسی جگہ پڑ جائے جہاں سر کاؤ قدم رکھ چکے ہوں۔ مگر یہ محبت کی بات ہے۔ شریعت میں ضرورت نہیں۔ تاہم جس قدر احترام ممکن ہو بجالانا چاہیے۔

سامان وغیرہ رکھ کر غسل کر کے صاف کپڑے پہن لینے چاہئیں اور اگر ایسی تھاکن ہو جس کی وجہ سے خشوع و خضوع میں کمی کا خطرہ ہو تو تھوڑا سا وقت آرام میں گزارنا چاہیے اور پھر باب جبرائیلؑ سے مسجد نبویؐ میں واپس پاؤں پہلے رکھ کر یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

ترجمہ۔

”اے اللہ! صلہ و سلام بھیج محمدؐ اور آپؐ کی آل پر۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دوازے کھول دے۔“

مسجد نبویؐ میں داخلہ کے ریاض الجنۃ میں دو رکعت نفل ادا کرے۔ ریاض الجنۃ میں رسول کریمؐ کے منبر اور دروازہ اقدس کے درمیان کی جگہ ہے اور اس کے باوے میں خود آپؐ کا روضہ ہے۔

”میرے گھر اور میرے منبر کے دو میان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔“

یعنی یہی مقام جنت میں بھی ہوگا۔ یہاں نماز پڑھنے والے جنت میں جائیں گے اور چونکہ یہ جنت

یا الٰہی یہی تمنا ہے کہ تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

جامعہ حنفیہ قادریہ ضیاء القرآن ذریعہ تعمیر مدرسہ

مدرسہ ہند میں بیرونی بچے زیر تعلیم ہیں
جن کے طعام رہائش کا ادارہ خود کفیل ہے
مدرسہ ہند اخلاص تادینی ادارہ زیر تعمیر ہے
جس کیلئے مستقل آمدن کے ذرائع نہیں ہیں

مختیر حضرات سے اپیل ہے

کہ اپنی مدد قیام و خیرات
وزکوٰۃ سے تعاون فرمائیں

قاری غلام رسول ضیاء قادری
0301-4606783

اکاؤنٹ نمبر: NBP3814-9

دار و نمبر 11 محلہ پیر خادم حسین شاہ قبولہ شریف
تحصیل ماروالہ ضلع پاکپتن شریف

کتابانہ ہے اور لیے اس میں ایک مرتبہ داخل ہونے
والا پھر اس میں سے نکلے گا نہیں کہ جنت میں داخلے
کے بعد اس سے خراج کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔
رہا ضابطہ میں جگہ نہ ملے تو مسجد نبویؐ میں
کھیں بھی نماز ادا کرتے یہ موقع ملے منورہ میں قیام
کے دوران پھر کسی دوسرے وقت حاصل کیا جاسکتا
ہے۔ ازاں بعد مولیٰ شریف کے سامنے آکر اور یہ
تفہین رکھنے ہونے کہ رسول کریم ﷺ میں بھی رہے
جہں اور کچھ بھی رہے ہیں۔ ادب سے درود و سلام
عرض کرے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہی حضرت ابو بکر
صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آرام فرمائیں۔ ان کی
خدمت میں بھی سامع عرض کرتے۔

مسجد نبویؐ میں نماز ادا کرنے کی بے پناہ مناسبات
ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت کے مطابق اس میں
ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں سے زیادہ ہے۔
مگر ان میں ایک نماز کے لیے پچاس ہزار نمازوں
کا ثواب ملتا ہے۔ یہ روایات بظاہر ایک دوسرے
سے متعاظر نظر آتی ہیں۔ لیکن دیکھا جائے تو ان میں کوئی
تخالف و تضاد نہیں کیونکہ بخاری اور مسلم میں ایک
ہزار نمازوں سے اوپر ثواب کے خلاف کچھ مذکور
نہیں۔

احادیث میں بھی آتا ہے کہ مسجد نبویؐ میں ایک
نماز جو ادا کرنے پر دوسرے مقامات پر ایک ہزار نماز
بندہ ادا کرنے سے افضل ہے۔ اسی طرح یہاں کے
دفعہ نے بھی دوسرے مقامات سے ایک ہزار نماز افضل
ہے۔

محبوبو ریاں

کچھ..... ملک علی رضا

نے دل میں سوچا اور منہ دھو کر اندر آگئی۔ کمرے کے ایک کونے میں ریچکے پرانی طرز کے سنگھار میز کے سامنے بالوں میں گھسی کرنے لگی۔ دکایک اس کی نظر اپنے چہرے پر چلی گئی اور وہ چونک سی گئی۔ وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑی دکھائی دے رہی تھی۔ آئینہ جیسے اسے کوئی اجنبی سا چہرہ دکھا رہا تھا۔ کتنی بدل گئی تھی وہ۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں اپنا ہی چہرہ منول رہی تھیں۔ مرجھائے ہوئے کال اندرہ ہنسی آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے پڑ گئے تھے۔ خود کو اپنے غور سے رکھ کر اس کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات ابھرا آئے اور وہ بے ساختہ چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے پہلے بھی کئی مرتبہ خود کو آئینے میں دیکھا تھا۔ پر آج نو آئینے نے جیسے حقیقت دکھانے کی قسم کھا لی تھی۔ اسماء کی سوچ پر ماضی کی گہری وحشت چھانے لگی۔

وہ کسی فلمی گانے پر دل جیتی سے رقص کر رہی تھی۔ مگر میں سارا وقت ان ہی گانوں کا راج رہنا تھا۔ رضیہ باجی کو دیکھ دیکھ کر اس کے دل میں بھی ہلچل ہوتی تھی۔ ان کی طرح تھکروا نہ ہونے رقص کرنے پر رضیہ باجی اس قدر ناچنی اسنے ڈانٹا کرتی تھیں کہ۔

”شیراز! ابھی گھسی نہ رہی نظر آتی تو۔“ وہ دہکتی

”چل دی اسماء اتیار ہو کر آ جا جلدی سے بیٹھک لگ گئی ہے۔“

”اماں! آج تو منع کروے میرا سردو سے پنجا جا رہا ہے۔“

”ہائے ہائے کجخت ماری کیوں منع کروہاں..... پگلا گئی ہے کیا تو نے آج ناچ گاتا نہ کیا تو رات کو کھانے میں کیا پتھر چائے گی..... چل اٹھ تھو سب سردو کے تیرے سارے بھانے میں جاتی ہوں۔ جلدی آ جا بیٹھک میں میں انتظار کر رہی ہوں اور سن وہ لال جوڑا کہیں لینا آج خاں صاحب آئے ہیں۔ پتہ ہے نا ان کا وہی لکڑی کا روالے۔ جنہوں نے پچھلے بھنے سو سو والے نوٹ برسا ئے تھے۔“ یہ کہہ کر سفید بالوں والی بڑھیا پاں چبانی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

اسماء نے ایک غنڈی آہ بھری۔ سردا قہی بہت دور کر رہا تھا کل رات بھی بہت دیر تک بیٹھک بجی رہی تھی۔ اماں کے ایک پرانے واقف کار اپنے چند دوستوں کے ساتھ آئے تھے اور صبح چار بجے تک پاؤں کتنے نہ دجے تھے۔ اسماء آج بالکل چائنا نہیں چا رہی تھی۔ پر اماں کے ڈر سے چارو یا چارائشی باہر مکن میں لگے نکلے سے پالی کی باٹنی پر۔

”شکر ہے جو رکایتی.....“



کوتی -

”آپ بھی تو ناچتی ہیں پھر مجھے کیوں منع کرتی ہیں؟“ وہ دونوں گھور کر دیکھتیں اور پھر رضیہ باجی ایک نعرہ کہتی۔

”جب پیت کو چڑے لات نکلی جاوے سارے ٹھاٹھ۔“ اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ اس کا کیا مطلب ہے.....؟ پر رات کو جب دونوں باجیاں اندر پہنچ گئیں تاج رہی ہوتیں تو وہ بھی چپ چپ کر اپنا ہی گانوں پر رقص کرتی اور آئینے میں خود کو دیکھ کر خوش ہوتی۔

ایک دن اماں کسی کام سے اندر آئی تو وہ ناچنے میں مگن تھی۔ اماں دروازے پر کھڑی چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ جب گانا ختم ہوا تو وہ اماں کو دروازے میں دیکھ کر چونک گئی۔ پر اماں نے اسے کچھ نہ کہا اور اس کی بلائیں لیتی چلی گئی۔ اسے کچھ سمجھ نہ آتا کہ باجیاں تو ہمیشہ اسے ٹوٹی رہتی ہیں پر اماں نے کیوں نہ کچھ کہا.....

دن گزر رہے تھے۔ اس کے تاج میں پتلی آئی
بارہی تھی۔ پھر ایک دن سعدیہ باہی زیار ہو رہی تھیں
بیضک میں جانے کے لیے۔ نوپہ نہیں انیس کہا ہوا۔
ان کا جی مٹانے لگا وہ محن میں ٹوٹنے کے پاس جا کر
بیٹھ گئیں اور قے کر دی۔ ہائے اللہ! سعدیہ باہی نے
تو لال الٹی کی تھی۔ خون والی اور ایک نہیں دو شین پھر
وہ جس بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ایسبوبینس آئی۔ انہیں
ہسپتال لے جایا گیا۔ وہ ان کا آخری لمحہ تھا جب میں
نے سعدیہ باہی کو زندہ دیکھا تھا۔ پھر ہسپتال سے دو
مہینے بعد اسی ایسبوبینس میں سعدیہ باہی کی لاش

واپس آگئی۔ سنی مئی خبر ملی کہ انہیں کبوتر تھا۔ بڑا
 پرامن..... اماں کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔ اس کی اور
 رضیہ باجی کی آنکھوں میں آؤ تھے ضبط تھے آنسو
 سلطان ہوٹوں والا مجاہد موچی و قارر ہائی واز اور مراد
 پان والا جنازہ لے گئے تھے۔ گھر میں کوئی ریم نہیں
 ہوئی تھی۔ وہ چپ تھی، نبیہ باجی چپ تھیں۔ سجن میں
 مدھی لاؤ بی بکری چپ تھی۔ برآے میں۔ کئے شہرے
 میں سعدیہ باجی کا پبارا حوطا بھی کچھ نہ بولا اور پھر دو
 دن بعد بیٹھک پھر سے حج مکی۔ فرن اتار پڑا تھا کہ اب
 رضیہ باجی اکیلی ناچنی تھی۔ اساء کے ذہن سے ہشتہ
 آہستہ سعدیہ باجی کی سوت کا اثر ختم ہو گیا۔ گھر میں
 کسی نے پھر سعدیہ باجی کا ذکر نہ بھی نہیں کیا۔ وہ اب
 راج میں ماہر ہو گئی تھی۔ ہر گانے پر او سے ناچنا اس
 کے لیے مشکل نہ تھا۔ اماں کے سامنے بھی دل کھول کر
 چتی اور اماں اسے داد دیتی تھی۔ اس نے رضیہ باجی
 سے کبھی اپنے ناچ کا ذکر نہ کیا۔ وہ صرف جب ناچتی
 تھی جب رضیہ با تو بیٹھک میں ہوتی یا پھر گھر سے

بھرا ایک دن اس نے رضیہ باجی کو صحن میں فرش پر بیٹھے دیکھا۔ او.....او.....او.....او خ.....او خ.....او خ..... لال الٹی..... سعدیہ باجی بھی لال الٹی تھی۔ بھر سب کچھ وہی ہوا۔ محبوب نس آئی رضیہ باجی کو ہسپتال لے جایا گیا۔ رضیہ باجی بھی زندہ واپس نہ آئیں۔ انہیں بھی کیسر تھا نہ جانے کب سے..... وہی سلطان ہوئل والا مجاہد موچی و قارر ریڑمی والا اور مراد پان والا ایک بار بھرا آئے اور چپ چاپ جنازہ لے گئے تھے۔ وہ کچھ نہ بول سکے۔ بس روٹی رتی..... بہت روٹی.....

بینک کی زینت صرف وہ تھی۔ اسے ادائیں بھی آگئی تھیں۔ خوب نوٹ نچھاور ہوئے..... پردہ دل سے ہمیشہ ناخوش رہتی تھی۔ اسے رضیہ باجی سعدیہ باجی کی لال المی اور موت اکثر یاد آتی۔ پردہ اماں کے سامنے مجبور تھی۔ اکثر گھر سے باہر بھی جانا پڑتا تھا۔ اسے گھن آتی تھی اپنے آپ سے اور اپنے کام سے۔ پر اس کا بس نہ چلتا تھا۔ وہ بکری اور طوطے سے ہانسی کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی۔

"اری اسامہ! کہاں مرگئی جلدی رفع ہو دھر۔"

بینک کی طرف سے اماں کی تیز غصیلی آواز نے اس کے ذہن پر چھائے خیالات کی دھند کو صاف کر دیا۔ پر اس کا ذہن کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر وہ یکا یک کسی فیصلے پر پہنچ گئی۔ بس اب وہ مزید یہ کام نہیں کرے گی۔ خود کو مزید اذیت نہیں دے گی۔ کہیں برتن کپڑے دھو لے گی۔ سوکھی کھالے گی۔ پر اپنا آپ نہیں مارے گی۔ اس نے جلدی سے پنک کے ایک کونے میں پھنسے ہوئے شاپر میں اپنے دو جوڑے رکھے۔ اماں کے ڈبے سے چند میسے اٹھائے اور بڑی سی چادر لپیٹ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ برآمدے سے باہر نکل آئی۔ برآمدے میں پڑے پتھر کے قریب جا کر سعدیہ باجی کے طوطے کو بہار بھری نظروں سے دیکھا۔ طوطا پرسکون تھا۔ محن کے ایک کونے میں بکری لٹنے کے لیے جڑی چبنے دہکی بیٹھی تھی۔ اسامہ نے اس کے قریب جائے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا بکری بھی پرسکون اور چپ تھی۔ اسامہ نام آنکھیں لیے حیرانی دروازے سے باہر نکل کر تارک یک ٹکی میں پڑتی دھند میں گم ہو گئی۔

☆☆

جی بھر کر روئی۔ محن میں بندھی بکری بھی نہ مبدائی۔ برآمدے میں پڑے پتھر کے میں دیکھا طوطا بھی سر جھکا کر بیٹھا رہا۔

دو دن بعد اماں کمرے میں آئی۔ وہ پنک پر گھنٹوں میں سر دابے چپ چاپ بیٹھی تھی۔ اماں نے آکر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

"اٹھ تیار ہو جاؤ۔ بینک جگ مٹی ہے اسامہ! مہمان انتظار کر رہے ہیں۔"

"پر اماں! میں..... وہاں کیسے ناچوں گی؟ میں تو کبھی وہاں گئی ہی نہیں۔" وہ بولی۔

"پہلے نہیں گئی تو جا رہی ہے ناں۔" اماں بولی۔

"پر اماں! میں وہاں نہیں ناچوں گی مجھے شرم آتی ہے۔ میں تو اپنا دل بھلانے کو تیار لیتی نہیں۔ اماں! تو مجھے وہاں مت بھیج۔"

"ہائے ہائے کبھی شرم.....؟ اور کیا کہا تم نے ناچے گی نہیں۔ اری ناچے گی نہیں تو کھائے گی کہاں سے بول.....؟ ایک وقت کی روٹی کے چمے نہیں ہیں اپنے پاس..... چل اٹھ جلدی سے تیار ہو جا۔" اماں کا لہجہ سپاٹ اور آواز تیز ہو گئی۔ ایسا لہجہ اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔ ورنہ تو اماں اسے بہت پیار سے بلاتی تھی۔ وہ کچھ سمجھ گئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی آئینے کے سامنے آگئی۔ تیار ہوتے ہوئے رضیہ باجی کا کہا ہوا فقرہ یاد آیا۔

"جب پین کو پڑے لائے نکل جاؤ سارے۔" ٹھانڈے۔ اب اسے سمجھ آ گیا تھا کہ جب وہ ناچنے کی ضد کیا کرتی تھی تو باجیاں اس کو کیوں روکتی تھیں۔ اب

"بہ سے زبان ضرور بھونٹا ہے۔" گھر سنگھ نے طنز بہ انداز میں کھڑا۔
 "لیکن بے عقل نقیب ہے۔ خاص طور پر کنوں کی جس نسل سے بہ ہے وہ اپنی ذہانت کے لیے مشہور ہے۔ جس طرح کھٹنے بھب کھ ناک کے مرنے پر ناخن انتقام لیتی ہے اسی طرح اس نے سنگھناواس سے اپنے نوکٹے کا انتقام لیا ہے۔"

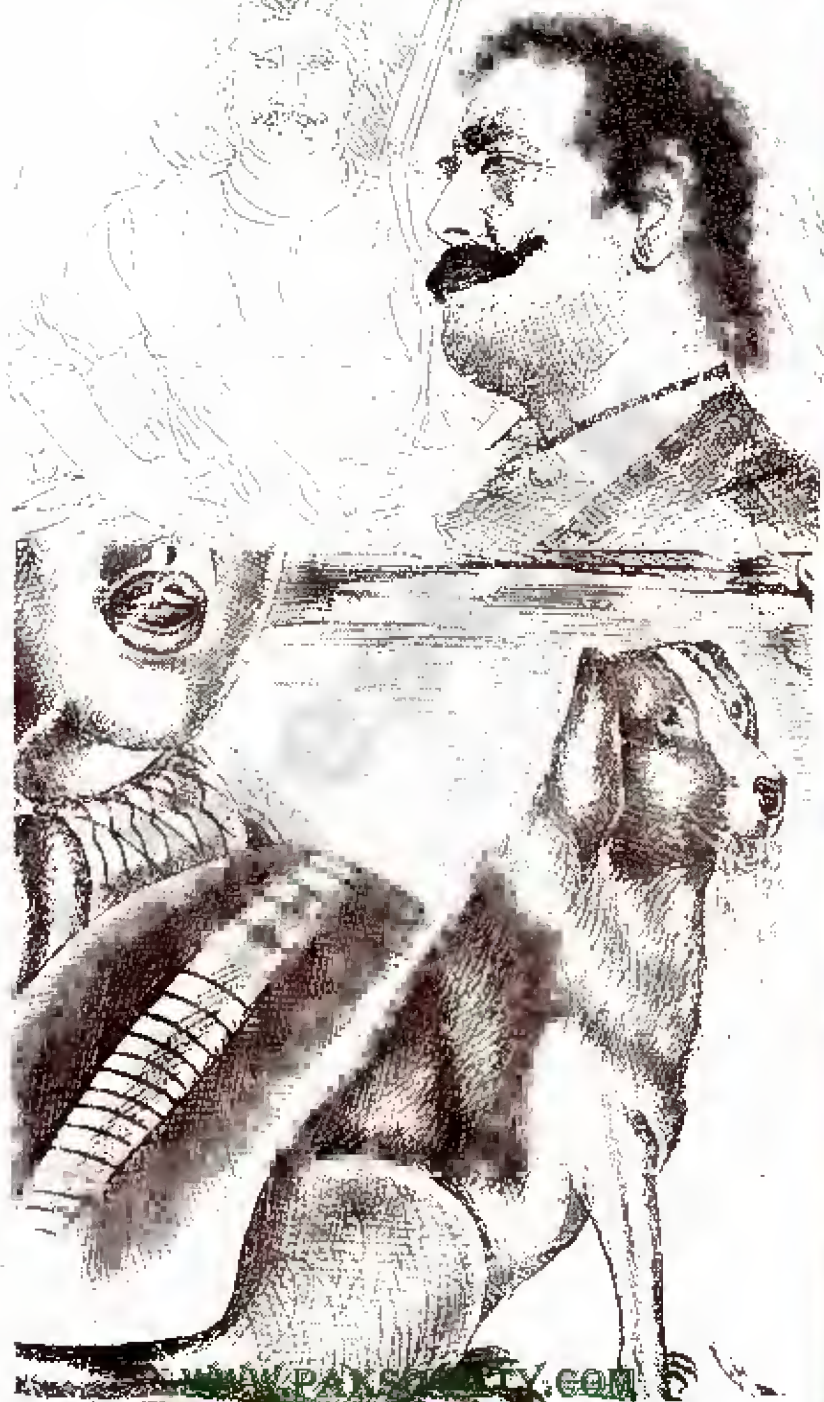
حیوانی انتقام

کھ..... محمد رضوان قیوم

رستم کی زندگی سے لپٹی یہ نچی کہانی اپنے اندر ایک جہاں حیرت لیے ہوئے ہے۔ رستم علی اس وقت لگ بھگ 90 برس کے ہیں لیکن اس زحمتی عمر میں بھی حیرت انگیز طور پر ان کی صحت کافی اچھی ہے۔ ان کے حواس پوری طرح کام کرتے ہیں اور اس عمر میں بھی وہ لاشی کے سہارے کے بغیر چلتے ہیں اور بغیر عینک کے اخبار پڑھتے ہیں۔ ایک روز جانوروں کی نفسیات پر بات ہو رہی تھی۔ کسی نے کہا۔
 "ملی گھر کی وفادار ہوتی ہے اور کتا مالک کا..... گھر کے کین گھر چھوڑ کر چلیں جائیں تو بلی ان کے ساتھ نہیں جاتی بلکہ گھر میں ہی رہتی ہے اس کے برعکس کتا بھی مالک کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وفاداری نبھاتا ہے چاہے اس کو اپنی جان بھی کیوں نہ دینی پڑے۔" یہ بات سن کر رستم علی صاحب نے بتایا کہ۔
 "ان کو کتے کی وفاداری کا ایک راقہ یاد آ گیا جس میں ایک بے زبان کتیا نے اپنے مالک سے وفاداری کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا کہ عقل درنگ رہ گئی۔"

130 روپے بھی جبکہ ہمارے گھر میں کھانے والے 19 افراد تھے۔ ماں باپ اور سات بہن بھائی۔ بیٹیں بڑی تھیں اور شادی کی عمر کو پہنچ رہی تھیں۔ در بہنوں کے بعد تیسرے نمبر پر میں تھا۔ ہمارا گرا بڑی مشکل سے کھینچ تان کر ہوتا تھا۔ میں ان دنوں 9TH کلاس میں پڑھتا تھا۔ والد صاحب کو مجھ سے بڑی امیدیں تھیں کہ میں پڑھ لکھ کر افسر بنوں اور گھر کی تقدیر بدل دوں لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ والد صاحب

محترم رستم علی صاحب قیام پاکستان سے پہلے پولیس میں ملازم تھے۔ یہ واقعہ ایک قتل کی تفتیش کے دوران پیش آیا تھا۔ انہوں نے بڑی ہی لمبی بات سنا دی۔ میں اس دلچسپ کہانی کو مختصر م رستم علی صاحب کی ذہنی اپنی تحریر میں پیش کر رہا ہوں.....
 میں بٹالہ کے ایک پسماندہ گاؤں کے ایک متوسط گھر میں پیدا ہوا۔ میرے والد صاحب پنجاب پولیس میں کلرک تھے۔ اس زمانے میں ان کی تنخواہ



مشورہ دیا کہ۔

”میں یہ موقع ضائع نہ کروں اور والد پٹنڈی چلا جاؤں۔“ میں اگرچہ ذمہ کی اس نئے تجربے سے گھبرایا ہوا تھا لیکن میرے لیے ”کر دیا مرد“ والا معاملہ تھا۔

مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ میں بندوبست دینا گاؤں کی والد پٹنڈی پہنچا تھا۔ ٹرین سے اترتے ہی مجھے سخت سردی کا احساس ہوا۔ میں گرم علاقے کا رہنے والا تھا۔ میرے لیے یہ سردی بہت زیادہ تھی۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑانی تو ایک چائے والا کھوکھا نظر آیا جہاں گرما گرم چائے بن رہی تھی۔ میں نے سردی سے کانپتے ہوئے اس سے ایک کپ چائے لی اور جلدی جلدی پینے لگا۔ چائے نے بدن کو گرمی پہنچائی تو کچھ سکون ہوا۔

”ابھی سے تمہاری قلفی جم رہی ہے۔“ چائے والے نے مذاق سے کہا۔ ”فردوسی دبیر میں بی بی ہو انیس چلیں گی تو تمہارا کیا بنے گا؟“ اس کی یہ بات سن کر ہی مجھے سردی سے لرزہ چڑھ گیا۔ بہر حال ایک تانگے میں بیٹھ کر ولید بازاؤں کے سامنے اتر آؤں گا۔ گیت بندھا جبکہ وہاں کا چوکیدار سنتری ہاتھ میں اس زمانے کی لکڑی کی بندوق تھا۔ سنول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دے کر اٹھایا تو وہ ہڑبڑا کر مجھے دیکھنے لگا۔

”کیا بات ہے اوسے؟“ اس نے پولیس کے دو ایجنٹوں کے ساتھ میں پوچھا۔ ”کون ہے تو؟“ میں نے اسے اپنا تعارف کرایا تو وہ اپنے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لاتے ہوئے اٹھا اور گیٹ کھول

کر دوکٹر میں بیٹھے بیٹھے دل کا درد پڑ گیا۔ ان کو ہسپتال پہنچا دیا گیا لیکن ان کا وقت آچکا تھا اس لئے وہ جان ہرنے ہو سکے۔

ہمارے ہشتے ہستے گھر پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی یوں لگا جیسے سر سے آسمان ہٹ گیا ہو۔ اس موقع پر کچھ ہندوؤں نے مجھے سمجھایا کہ۔

”جنگ کے بڑے افسر کے سامنے پیش ہو جاؤں اور اپنے باپ کی جگہ نوکری کیلئے درخواست پیش کروں۔“ میں نے ایسا ہی کیا۔

میں اس وقت برٹش قانون کے مطابق نوکری کیلئے عمر اور تعلیم کے لحاظ سے کم عمر اور کم تعلیم یافتہ تھا لیکن افسر بڑا رحم دل اور دھرم تھا اس نے اپنے اختیارات استعمال کر کے مجھے خصوصی رعایت دے کر پیش پولیس میں بطور کانسٹیبل بھرتی کر لیا۔ تین ماہ کی ٹریننگ کے بعد مجھے لاہور پولیس ہیڈ کوارٹر سے آڈو آیا کہ میں نوواولہ بازار اور والد پٹنڈی شہر کے بڑے تھانے میں اپنی جوائنٹنگ و پوٹ دوں۔

کہاں بنا لہ اور کہاں والد پٹنڈی! میری بیوہ ماں جہاں اس نوکری سے خوش تھی وہاں اسے یہ فکر بھی کھائے جاوے گی تھی کہ میں انجان شہر میں کیسے رہوں گا۔ اس زمانے میں ہمارے ہاں یہ مشہور تھا کہ والد پٹنڈی میں جان لیوا سردی پڑتی ہے اور وہیں اس سخت سردی کو کیسے برداشت کروں گا۔

بہر حال مٹی کی نوکری کا معاملہ تھا۔ اس زمانے میں سرکاری نوکری ملنی کہاں تھی۔ کسی مسلمان کے لئے تو سرکاری نوکری بڑے اعزاز کا باعث تھی۔ محلے کے بزرگوں دوست احباب اور مشہور آدمیوں نے مجھے

کر بیٹھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں اندر چلا گیا۔
تھانے کے اندر کا ماحول انتہائی عجیب و غریب تھا۔
ایک بڑے سے ہال نما کمرے کے سامنے دو نین چھوٹے
چھوٹے دفتر نما کمرے بنے تھے۔ دائیں طرف حوالات
بنی ہوئی تھی جس میں نین چار حوالاتی پچھلے پرانے کنبل
اور چادریں اوڑھے بے عمدہ سو رہے تھے۔ دوسری
طرف پانچ چھ پولیس والے نینڈ کے جھونکوں میں
ٹائٹ ڈیوٹی ادا کرنے کی رسم نبھا رہے تھے۔

میں نے سردی سے لرزتے ہوئے تھانے کی
بلڈنگ کا جائزہ لیا۔ وہ انتہائی پوسیدہ اور بد حالی کا شکار
تھی۔ جگہ جگہ سے پلستر اکڑا ہوا تھا۔ رنگ روغن از
چکا تھا اور دیواروں میں جا بجا نظر آنے والی دراڑیں
اسے گھنڈر ثابت کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد باہر بیٹھا
چوکیدار اندر آیا۔ اس نے اپنے ہونٹوں میں دہی پیلے
سے لٹکتی میٹری مجھے پیش کیا جسے میں نے قبول کرنے
سے انکار کر دیا۔

”میرا نام سورج لعل ہے۔“ اس نے اپنا تعارف
کراتے ہوئے کہا۔ ”میں یہاں منتری ہوں۔“
میں اس وقت اپنی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی
کوشش کر رہا تھا۔ سورج لعل نے میری یہ حالت دیکھی
تو حوالات میں گہری نیند سوئے ایک فیڈی کے اوپر
سے گرم چادر ایک جھٹکے سے کھینچی اور مجھے دیتے ہوئے
بولی۔

”باؤ جی اسے اوڑھ لو۔“ میں نے چادر اس
سے لے کر اوڑھ لی۔ چادر سے سخت بدبو اٹھ رہی
تھی۔ ہو سکتا ہے اس پر جو کچھ بھی ہوں۔ تھوڑی دیر
بعد مجھے چادر کی گرم راحت کا احساس ہوا تو میں نے

پادراتاں مچھلتے کارا وہ ملٹوی کر دیا۔
”تم یہاں تھوڑی دیر انتظار کرو۔“ سورج لعل
نے کہا۔ ”تھانیدار صاحب اپنے کمرے میں سو رہے
ہیں۔ ڈیڑھ دو گھنٹے بعد جب وہ اٹھیں گے تم پیش ہو
کر اپنی جوائننگ رپورٹ دے دو بنا۔ اتنی دیر میں میں
نبھارے لیے ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔“

سورج لعل ناشتہ لینے چلا گیا اور میں وہیں پڑی
ایک کرسی پر بیٹھ کر تھانیدار کے بعد ہونے کا انتظار
کرنے لگا۔ میرے علاوہ وہاں سب ملازم سو رہے
تھے یا اٹھ رہے تھے۔ میں تھانیدار کے دروازے پر
یوں ٹپکتی لگا ہوا تھا جیسے میری نظر ذرا ادھر ادھر
ہوئی تو تھانیدار باہر نکل کر غائب ہو جائے گا۔“

نقربیا آدھے گھنٹے بعد تھانیدار کے دروازے
کی چٹکی کھلنے کی آواز آئی اور دروازہ کھلنے لگا۔ میں
تھانیدار کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ دروازہ
نکلا تو میرے چوہہ طبق روٹن ہو گئے۔ کمرے سے
ایک نہایت خوبصورت لڑکی باہر نکلی اور اس نے دونوں
ہاتھ اوپر اٹھا کر ایک توبہ شکن انگرائی لی۔ اس کی نظر مجھ
پر پڑی تو ٹھنک گئی پھر مسکرا کر بائیں طرف آنکھ دبا دی
اور باہر کوچل پڑی۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ
آنکھوں کی سرخی اور تازہ انداز اسے بازاری عورت
ثابت کر رہے تھے۔ وہ ٹپٹے میں بھی تھی۔

اس فاحشہ کے جانے کے بعد ایک موٹا اور تند اور
سیاہی مائل رنگت والا کرخت چہرہ آدھی باہر نکلا۔ اس
کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کے چہرے کو لمبی
کھنٹی موٹھوں نے خونا ک بھار کھا تھا۔ وہ بھی لڑکھڑاتا
باہر آیا۔ مجھ پر نظر پڑی تو منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہوا ایک

طرف چلا گیا۔

تھے۔ روشن دین نے مجھے کہا کہ۔

”میری ڈیوٹی کی شفٹ تو ختم ہو گئی ہے اور میں نے ابھی اپنے کوارٹر جانا ہے۔ تم ایسا کرو کہ میرے ساتھ وہاں چل کر فریش ہو لو۔ یہاں موجود سورتھ لعل نے بھی زور دیا کہ۔

”میں اس کے ساتھ چلا جاؤں کیونکہ مجھ سے تھانے میں تقریباً 9 بجے آئے گا۔“ اس نے طنز و مزاح میں مسکراتے ہوئے کہا کہ۔ ”رہ روت چکے کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے ہیں۔“ میں سپاہی روشن دین کے ساتھ تھانے کے قریب موجود اس کی رہائش کوارٹر میں چلا گیا۔ اس نے مجھے بتلایا کہ۔

”رہ اس کوارٹر میں اکیلا رہتا ہے اور اس کا تعلق خانہ دہ سے ہے۔ اس کوارٹر کا کرایہ بڑا مناسب ہے صرف 20 روپے ہے جس میں ضروریات زندگی کی تمام سہولیات موجود ہیں۔“

میں نے وہاں اچھی طرح وائٹ مینجے گرم پانی سے نہایا دھوایا۔ اس نے درہ مجھے ناشتہ کر دیا۔ جب بے میں راولپنڈی کی حدود میں داخل ہوا تھا مجھے پہلی بار راحت اور سکون ملا تھا۔ مجھے روشن دین فطری طور پر مسلمان ہونے کے بارے میں اچھا اور مناسب سامعہ لگا۔ میں نے اسے کہا کہ۔

”ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں نہار سے ساتھ یہاں اپنی چارپائی بچالوں دے رہے بھی آپ اسکیلے ہیں اور میں بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم مسلمان ہیں۔“ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور مجھے کہا کہ۔

”اس مسئلے پر بعد میں بات کریں گے۔ لیکن میں تجھے یہ بتانا چاہوں کہ میں بھی نیری طرح ایک

اتنے میں سنتری بابا ناشتہ لے کر آگیا۔ گرم گرم چائے اور پرائیڈوں نے بہت لطف دیا۔ میں نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ۔

”رہ لڑکی کون تھی جو تھانہ دار کے کمرے سے نکل کر گئی ہے؟“

”اپنے تھانہ دار کی رکھیل ہے۔“ سورج لعل نے کہا۔ ”اُس رات کوارٹر سے بڑا سخت مزاج اور غصے والا ہے۔ پکا زانی اور شرابی ہے۔ رشوت خوب لیتا ہے۔ درپے اور دروت کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ تو ابھی ناکم عمر ہے یہاں کی سروسز اور کوارٹر کے مزاج کی کڑی سے بچتا ہے تو تھانہ دار کی ہاں میں ہاں ملا سکتا ہے۔ تھانے کے ماحول کے مطابق بولیاں بولنا سیکھ لو۔ یہی سرکاری نوکری کرنے کا کامیاب نسخہ ہے۔“

سورج لعل ٹھوڑی دیر بعد ہی پوری طرح مجھ سے بے تکلف ہو گیا۔ اس کا رویہ میرے ساتھ حد درجہ تھا۔ غالباً یہ میری کم عمری کی وجہ سے تھا۔

ٹھوڑی دیر بعد فضا میں فجر کی آذان کی مقدس آواز گونجنے لگی۔ میں نے وضو کر کے رب کی بارگاہ میں سر جھکا دیا۔ رفتہ رفتہ تھانے میں ہیواری ہونے لگی۔ سورج لعل نے ہر اختلاف تمام پٹائی بند بھائیوں سے کرایا۔ ان میں ملازم سیکھ مہلول سیکھ شری رام اور ایک مسلمان روشن دین بھی تھا۔ روشن دین سے مل کر مجھے دلی خوشی ہوئی کہ وہ میرا مسلمان بھائی ہے۔

روشن دین نے واقعی بڑی گرم جوشی سے اردوں کی نسبت مجھے دیکھ کر کیا بات سب کے رویے چپکے

”تو اس وصول شدہ فائوں کو رہبان سے اپنے رنٹر کی الماری میں محفوظ رکھنا اور جیسا میں کہوں وہا کرنا اور یاد رکھ مجھے ان لوگوں سے سخت نفرت ہے جو سیری بات نہیں مانتے اور میرے آگے جھوٹ بولتے ہیں۔“ آخر میں اس نے مجھے کہا۔

”تو میرا خیال رکھ۔ میں تیرا چائے پانی کنیا کا کرایہ وغیرہ نکال دوں گا۔“
میں بہلول تنگ سے جب متعلقہ ریکارڈ وصول کر رہا تھا تو اس نے بڑے متعصب انداز میں طنز کرتے ہوئے مجھے کہا کہ۔

”تیرے باپ کے مرنے سے تجھے یہ فائدہ ہو گیا کہ تجھے تیری تعلیم کم ہوتے ہوئے بھی بہ نگر کی مل گئی۔“ اس لئے میرا دل چاہا کہ اسے منہ توڑ جواب دوں لیکن مسئلہ یہ سوچ کر چپ ہو گیا کہ دفع کر دینے میری نوکری کا پہلا دن ہے اور دوسرا میں ان غیر مسلکوں کے درمیان تقریباً اکیلا ہوں اور میں کہاں تک متعصب دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں میں اس سے چار بج لے کر سیدھا روشن دین کے کوٹھڑی میں آ گیا۔

دوسرے دن میں حسب معمول جب اپنی ڈیوٹی دینے گیا تو میں نے دیکھا کہ کتابخانے میں سارا دن سائیکسین بھرنے کی آجالتی رہتی..... بے ایمان سمجھ، تنگہ ان کی رہداری کر رہا تھا جو اس کی سطحی گرم کر رہے تھے یا نہ نئے رنگوں کے سبب جات فرزت حتمائف رہتے رہتے جن میں نقدی شراب وغیرہ شامل تھی اس نے سارا دن مجھے نفیشتی امور میں کھپائے رکھا یہ فائل لڑا ہوا فائل لا..... بہ الماری میں رکھ اس نے کئی نئی

غریب مسلمان خاندان سے تعلق رکھتا ہوں ان ہندوؤں سکھوں کے درمیان اس تھانے میں ان کے رنگ کے ماحول کے مطابق رہ رہا ہوں۔“

”ان کا رنگ کیا ہے روشن بھائی.....!“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”رنگ یہ ہے کہ جو ریکھو سنو اس پر اپنے کان اور آنکھیں بند رکھو اور تصور کر کہ سب اچھا ہے اور کبھی کبھار دل نہ مانتے ہوئے بھی رشوت لینی پڑتی ہے شراب جینی پڑتی ہے اور بعض دفعہ ان ظالموں کی زبیدتوں کو دیکھ کر نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔“

”مجھے تمہارا یہ قصائد کچھ اور نوکری کا فلسفہ سمجھ آ گیا ہے۔“ میں نے کہا۔ میں یہ سب سمجھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

”اچھا تو فل الماں تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد فوری طور پر تھانے جا کر گھر تنگہ کو اپنی جوائنٹنگ رے کر آ۔“

میں اچھی طرح تیار ہو کر پہلی دفعہ گھر تنگہ سے لڑا پہلی ملاقات میں انتہائی اکھڑپن سے پیش آیا۔

”تیری ڈیوٹی میں اپنے ساتھ انوسٹیشن مینسل میں لگا رہا ہوں۔“ اس نے کہا۔“ تجھے یہ شاید پتہ نہیں ہے کہ میں اس تھانے میں قتل و قتل اندام قتل دروڈ کیتی جیسی رادواتوں کے سلسلہ میں سیش نفیشتی آفسر بھی ہوں۔

تو نے ان سارے نفیشتی مقدمات کے بھرموں کا پرانا تیار رکارڈ رکھنا ہے۔“ پھر اس نے تھانے کے کلرک بہلول تنگہ کو کہا کہ۔

”تم اس کو سنا کر رجسٹر کی دوسے فلاں فلاں فائلیں وصول کر آؤ۔“ پھر اس نے نیچے مزید تاکید کی۔

”اوتے رستم کا کال ایک خافل کورٹیک فوراً رور سیٹ لے کر اوجھڑا۔“

میں اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے پاس یہ چیزیں لے گیا۔ اس نے میرے ہاتھ میں ایک لیٹر تھماتے ہوئے کہا کہ۔

”اسے نئی فائل پر پروکراؤ میں نے اس لیٹر کو بغور پڑھا دو اصل میں پولیس ہیڈ آفس سے آیا تھا۔ جس میں گھر سنگھ کو تائید کی تھی کہ جاتلی گاؤں میں جا کر آؤ۔ اے بازہ میں ہونے والی ڈکیتی کی انکوائری کر کے فلاں تاریخ کو اپنا رپورٹ بھیجے۔ اس رپورٹ میں شبہ ظاہر کیا گیا تھا کہ اس ڈکیتی کے کچھ مجرم جاتلی خٹانے کے علاقہ میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ ایک پشیل ٹاسک تھا جو کہ گھر سنگھ کو دیا گیا تھا۔“

اس زائسٹ میں جاتلی فیس ویکٹیں جیسے گھناؤنی وارداتوں کا گڑھ اور بدنام ترین علاقہ تصور کیا جاتا تھا وہاں اچھے اچھے دلیر خٹانے وارد اور پولیس اہلکار جانے سے کڑاتے تھے۔ دراصل ان وارداتوں کے مجرموں کی پشت پناہی یہاں کے ٹھاکر جوہدری وغیرہ کیا کرتے تھے اور ان لوگوں نے پولیس وکیلوں، تجوں کو زرخیز بنایا ہوا تھا اس علاقے کا بڑا بد معاش ایک ہندو ٹھاکر سہنا واس نامی تھا جس کی تاک کے نیچے جاتلی گاؤں میں سینکڑوں قاحل ڈکیت ’نوسر باز پناہ لیے ہوئے تھے۔ اس کے زرخیز فیضیروں کی فہرست میں گھر سنگھ بھی شامل تھا۔ سہنا واس ہر مہینے خٹانے میں نقد بہت علاوہ نئے نئے تحفوں کی صورت میں رشوت بھیجا کرتا تھا۔ گھر سنگھ سب کے سامنے اس بات کا اقرار بھی کرتا تھا کہ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اس ڈکیتی کے مجرم لازماً

خافلس بھی بنواں گے۔ ڈیوٹی کے دوران اس نے تصور بے تصور لاقعدا و ترسوں کو بڑی بے رحمی اور ظالمانہ انداز میں چارچروم میں لے جا کر مارا گولا۔ ڈیوٹی کے بعد اس نے شام کو مجھے اور روشن دین کے لیے سترکہ طور پر ایک شراب کی بوتل 50 روپے نقد اور بہت سا خشک سودہ دیا۔

میرے اور روشن دین کے درمیان کوٹھڑی کے کرایہ اور دیگر اخراجات کے معاملات آدھ آدھ کی بنیاد پر طے پا گئے تھے اس کی ڈیوٹی رات کی تھی جبکہ میری دن کی بعض وعدہ رات کو پہنچی کر لیتا تھا تو ہم دونوں مل کر کوئی نہ کوئی فلم دیکھ لیتے یا پھر رات مجھے تک خوب دل کھول کر باتیں کرتے۔ ہم کبھی کبھار پیتے پلاتے اور تاش کھیلنے۔

”یار خٹانے کا ماحول اور نا انصافی دیکھ کر کبھی میرا دل کرتا ہے کہ میں یہ نوکری چھوڑ کر واپس اپنے شہر بنالہ چلا جاؤں۔“ ایک دن میں نے اسے کہا۔

”پولیس کی نوکری اختیار کی ہے تو اپنے دل سے تمام نرم گوشے نکال دے۔ روشن دین نے کہا۔“ بلکہ اسے مزید سخت کر دے مجھے یہ بتلا کہ نوکری چھوڑ کر تو کرے گا کیا۔۔۔۔۔ آج کل اس ملک میں مسلمانوں کو کون پوچھتا ہے۔۔۔۔۔؟ اس کی یہ ویل دلی پرگی میں نے پھر اپنے دل کو پابند آنے والی اس ڈکری کو اپنے لیے بہتر سمجھا۔

ایک دن میں حسب معمول خٹانے میں اپنی سیٹ پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔ حسب معمول خٹانے میں ’سہن‘ سالوں اور مشینوں کی رونق لگی ہوئی تھی کہ؟۔۔۔۔۔ مجھے بلند آواز سے پکارا۔

کے ایک آدمی سے پوچھا۔

”تھا کر کہاں ہیں؟“

”آپ کو معلوم ہوگا جناب!“ اس آدمی نے کہا۔ ”کل جو چوغڑہ کے علاقے میں پولیس مقابلہ میں دوڑا کو بچھا اور سیرامارے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق اس گاؤں سے تھا وہ اس کے ہنسر کے لیے گئے ہیں۔ انہیں گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے بس آنے ہی ہوں گے آپ ناشنہ پاؤں کرو۔“

ہم سب منت منی سوغاتوں سے محفوظ ہونے لگے تھوڑی دیر بعد سہنا داس اپنے خاص کرتا دھرتا بننے بد معاشوں کے ساتھ بیٹھک میں داخل ہوا اس نے اپنے کندھے پر انتہائی قیمتی شیم کی چادر تائی ہوئی تھی۔ چہرہ مہرہ آخری حد تک بچے بد معاشوں والا تھا۔ اس کا تیل سے چڑا گھاس اور بھاری جوڑی بھری سوچیں اس کی مخفی شخصیت کو مزید ابھار رہی تھیں۔ مگر سنگھ اسے دیکھتے ہی بڑے احترام سے اٹھا اور اس کے گھٹنوں کو چھوا۔

”یار! مجھے صاف کرنا میں ذرا ایک ضروری کام سے چلا گیا تھا۔“ سہنا داس نے کہا۔

مگر سنگھ نے ہمارا فخر، باوقار کر دیا میری طرف دیکھتے ہوئے سہنا داس نے طنزیہ طور پر بد تمیزی سے کہا۔

”اے! کب بن رہا ہے تیرا پاکستان؟“

مجھے اس کی بات پر غصہ آیا لیکن میں نے ٹال دیا اس کے بعد شراب نوشی اور باتوں کا دور شروع ہو گیا۔

”تو جب چاہے جاتی آ۔“ سہنا داس نے مکارانہ انداز میں کہا۔ ”لیکن تو جس کو مین کی انکوائری کے

سہنا داس کے زیرِ سارہ اسی گاؤں میں چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن ہر سال دیوالی دسرا خوشی برے دلت اور جب تھانے کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ہمیں روپے پیسے شراب اور ضروریات زندگی سے بھی نوازتا ہے۔ لیکن فائل کا پیٹ بھی تو بھرتا پڑے گا وہاں جانا ضرور پڑے گا۔

مگر سنگھ نے تفتیشی نیم کو نکھیل دیا تو اس نے شری رام ٹائم سنگھ اور روشن دین کے ساتھ میرا نام بھی اس میں شام کر دیا۔ دو دن پہلے اس نے سہنا داس کو پیغام بھیج دیا تھا کہ وہ فلاں دن اس کی حویلی میں مذکورہ ڈسٹریکٹ کی تفتیش کے لیے آئے گا۔ طے شدہ دن جب تفتیشی نیم جاتی گاؤں کی حدود میں داخل ہوئی تو وہاں سہنا داس اس کے آدمیوں نے ہمارا شاندار ایسا استقبال کیا کہ جیسے ہم پولیس والے نہ ہوں بلکہ کوئی معزز مہمان ہوں۔ اس کے آدمی انتہائی قدر اور صحت مند تھے اور اپنے بھاری چہروں پر خوفناک مونچھوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے نظر آئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں خطرناک اسلحہ تھا کہ میرے خیال میں پولیس والوں کے پاس بھی نہیں ایسا اسلحہ ہوگا۔

ہمیں سہنا داس کی حویلی کے بڑے مہمان خانے میں بٹھا باگیا جسے پہلے ہی خنٹ سردی کے بجائے کے لیے کوئلے کی آگ لگی تھیں سے گرم کیا ہوا تھا۔ ہماری تواضع کے لیے جیتی سیوہ جات دلائی شراب اور دیگر لوازمات بھی رکھے ہوئے تھے۔ ہم سب احساس کسری سے سہے ہوئے وہاں بیٹھ گئے۔ در دیوار پر نئی پرانی بندوبست اور شکار کئے گئے جانوروں کے بھس بھرے سرخسٹک کھائیں لگی ہوئی تھیں۔ مگر سنگھ نے اس

طرح کر سکتا ہوں کہ تو اس کی جگہ میرے ایک دشمن کو اس جرم میں گرفتار کر لے۔“

”وہ دشمن کون ہے.....؟“ مگر سنگھ نے اس سے پوچھا۔

”تیرے تھانے کے علاقے میں ایک قبرستان ہے اس کے پاس ایک لڑکا ولی خان رہتا ہے اودوہ پٹنے کے لحاظ سے ویلڈر ہے پچھلے مہینے اس گاؤں میں مای گرامی کتوں کے دو میان خولی مقابلہ ہوا میرے شیر نمائے اجو کے مقابلہ میں وہ اپنا کتا لے آیا تھا اس کا کتا میرے کتے پر بھاری رہا۔ میرا شیر اودوہ بڑے مان اور تاز سے پالا تھا وہ اس کے سامنے بھٹکی ملی بن کر ہار گیا میری گاؤں میں تھو تھو ہوئی لوگ نہ پر تو کچھ نہیں کہتے لیکن پیٹھ پیچھے مجھے طعنے دیتے ہیں کہ اتنے بڑے ٹھاکر کا شیر جیسا کتا ایک دو لکے کے ویلڈر کے پلے سے ہاؤ گیا۔“

”یہ تو ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔“ کانٹیل بھلول سنگھ خواہ مخواہ غیر ضروری طو پر درمیان میں بول پڑا۔ اس کی بات سن کر سہنا داس زخمی شیر کی مانند دھاڑا۔

”آلو کے چٹھے! گاؤں میں ایسا واقعہ مجھ جیسے ٹھاکر کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا میرے کتے کی شکست کی خبر بدبو کی مانند میری رسوائی بن کر زور و در تک جگ جنائی کا باعث بن گئی ہے۔“

مگر سنگھ نے بھلول کو سرخ نگاہیں اٹھا کر ڈانٹا اور پھر سہنا داس اس کی جانب متوجہ ہو کر بولا۔

”تو آپ حکم کریں میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔؟“

سطحے میں آیا ہے۔ سچی بات ہے میں اس واردات کے اصل مجرم تیرے حوالے نہیں کر سکتا۔ لیکن تجھے اگر اپنے کندھے پر مزید ترقی کے پھول جانے ہیں تو میں تیرا یہ کام کسی اور صورت میں کر سکتا ہوں۔“ سہنا داس نے اپنی جھلکی ٹنڈ پر بڑے شیطانی انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”تو میرا سہمان اور انکوائری آفیسر بھی ہے میں تجھے خالی ہاتھ بے مرا بھی بھیجنا نہیں چاہتا آخر تجھے کچھ دے کر بھی بھیجنا چاہیے۔“

”سہنا صاحب! کافی عرصہ سے میری پردوشوں نہیں ہوئی ہے۔“ مگر سنگھ نے عاجزی کے انداز میں کہا۔ ”میں مہربانی کر کے اس ذہنی کے متعلق میری کچھ مدد کریں۔ ویسے بھی اس واردات کی انکوائری چھان بین کے سطحے میں مجھ پر اوپر سے بڑا دباؤ گئے۔“

”میں اس ذہنی میں جانے والا اصل مال برآمد کر داسکتا ہوں۔“ سہنا داس نے کسی ماہر شاطر کی طرح کہا۔ ”مگر مجرم اصل نہیں دو نمبر تمہارے حوالے کروں گا۔“

”میں آپ کی بات سمجھا نہیں سہنا صاحب!“ مگر سنگھ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ ”مال تو اصل برآمد ہو گا لیکن مجرم دو نمبر سے آپ کی کیا مراد ہے.....؟“

سہنا نے بد معاشی سے اپنی گول گول آنکھوں کو کھمکھاتے ہوئے کہا۔

”سچی بات کروں گا۔ اصل ڈاکو شیر اس گاؤں میری ٹاک کے نیچے چھپا ہوا ہے وہ میرا فادہ دار کتا ہے تو جتنا مرضی زور لگالے میں کسی قیمت پر اسے تیرے حوالے نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر تو نے واقعی اپنے کندھے پر مزید ترقی کے پھول جانے ہیں تو میں تیری مدد اس

کچر سنگھ نے تھانے پہنچے ہی دلی خان کے وکیٹی میں ملوث ہونے کے بارے میں طویل جھوٹی انکوائری رپورٹ لکھ دی اس کے بعد اس نے یہ کیا کہ تھانے میں موجود ایک ڈرہبر کے ذریعے سہنا داس کی طرف سے رہے گئے لوٹ کے سامان میں سے چند نوٹے زہرہ ولفنڈی دلی خان دہلڈ دلی دکان میں بڑے طریقے سے جھپادی۔ بخوڑی دیر بعد پولیس نے دلی خان کی دکان پر چھاپہ مارا وہاں سے وکیٹی میں لوٹا ہوا نوٹہ ولفنڈی برآمد کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ دلی خان کو جب پولیس گرفتار کر کے لے جا رہی تھی۔ تو اس کی پالو وفاقا دیکر اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہوئی تھانے کی حدود تک آگئی۔ پہلے سے پر دگرم بنائے کچر سنگھ نے دلی خان کو دیکھنے ہی تنگی گالیوں کے ساتھ زندہ کرنا شروع کر دیا۔

”میرا قصہ دیکھا ہے تھانہ دلی!“ دلی خان نے گھبرا کر پوچھا۔

”ڈاکے ڈالنے ہوا تو قصہ بھی پوچھتے ہو۔“ کچر سنگھ نے ایک دو دو اور تھپڑ دلی خان کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔ ”آؤ۔ اے بازار میں ڈاکا تیرے باپ نے مارا ہے؟“

دلی خان کا ہونٹ پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ پولیس والوں نے مادر کراس کا علیہ خراب کر دیا تھا۔ ”میرا کسی وکیٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ اس نے دوڑوں ہاتھ جو کر احتجاج کیا۔ ”میں بے گناہ ہوں۔۔۔۔۔ کسی نے سازش کر کے مجھے چنسا لیا ہے۔“

”اے! تو کوئی لائٹ صاحب ہے۔“ کچر سنگھ نے غصے سے کہا۔ ”نیرت خلاف کسی کو سازش کرنے کی

”خدمت کی بات نہ کر کچر سنگھ!“ سہنا داس نے کہا۔ ”میرے احسانوں کا بدلہ چکانے کا وقت آگیا ہے۔“

”سہنا داس! آپ قہم کر رہیں آپ کے لیے کیا کروں۔۔۔۔۔؟“ سہنا داس نے اپنے ایک غنڈے کے کان میں کچھ کہا۔ وہ چلا گیا۔

”میں وہ کچھ کرنے لگا ہوں جس سے نیرا میرا بلکہ سب کا کام ہو جائے گا۔“ سہنا داس نے پراسرا انداز میں کہا۔

”بس بخوڑی دیر ڈالیں۔“ ہم وہاں کھڑے اس کی اس عجیب اور کوجس کے عالم میں دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہی بد معاش اپنے ہاتھ میں پکڑی ایک پیلے رنگ کی بڑی سی جھلی لے کر آیا۔ اس نے سہنا کے ہاتھوں میں اسے ادب سے دیا۔ سہنا داس نے اسے کچر سنگھ کی طرف بڑھانے ہوئے کہا۔

”اس جھلی میں 700 روپے تیرا انعام اور 100 روپے فی کس ان کو دے دینا۔“

”اس میں تو بہت کچھ ہے سہنا صاحب!“ کچر سنگھ نے پوچھا۔ ”بانی کا کیا کرنا ہے۔۔۔۔۔؟“

”اسی جھلی میں وکیٹی میں لہا ہوا پچیس نوٹے سونا موجود ہے۔“ سہنا نے جواب دانت پسینے ہوئے کہا۔ ”تم آپس میں بیس نوٹے سونا بانٹ لو اور بقیہ پانچ نوٹے سونا اور دو ہجڑ دلی خان کے کھاتے میں برآمدگی میں ڈال دو۔“

”میرا کام ہر فیٹ پر ہونا چاہیے۔“ جتنی شراب مزید نقد ختمے سہنا داس نے کچر سنگھ کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

دلی خان کو ہفتہ والے دن تھانے لایا گیا تھا۔ دوسرے دن اتوار کی سرکاری چھٹی تھی۔ مگر سنگھ کا خیال تھا کہ سوموار کے دن وہ دلی خان کو جھڑپ کے سامنے پیش کر کے اس کا جسمانی ریمانڈ لے کر سینا داس کو خوش کرنے کے لیے اس پر خوب تشدد کرے گا۔ ہفتہ کی رات اور اتوار کا دن اسے اذیت کا نشانہ بناتا رہا۔ اس دوران اس کی وفادار کتیا بھوک پیاسی تھانے کے باہر اس امید پر بیٹھی رہی کہ ابھی اس کا مالک باہر آ جائے گا۔

دلی خان پر ہونے والا ظلم و تشدد دیکھ کر میرا خون کھولتا رہتا لیکن میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں گھر سے چپی ہوئی روٹی اور دو دھلا کر اس کی کتیا کے آگے رکھ دیتا جسے وہ نظر بھرتا دیکھتی۔ آخر کب تک.....؟ بھوک پیاس سے مجبور ہو کر اسے ان چیزوں سے پیٹ بھرنا پڑا۔ اب کتیا مجھے پہچانے لگی تھی۔

دلی خان کی بوزھی ماں کو بیٹے کی گرفتاری کا ظلم ہوا تو رونے لگی۔ اس کا خاندان زائد ہوتا تو بیٹے کو تھانے سے چھڑانے کے لیے کوشش کرتا۔ بے چاری بوزھی عورت محلے کے ایک ایک گھر میں گئی اور مدد کے لیے کہا۔ محلے کے لوگوں نے پردگرام بنایا اور اسٹھے ہو کر تھانے جا پہنچے اور تھاندار سے پوچھا کہ۔

”اس نے دلی خان کو کس جرم میں گرفتار کیا ہے.....؟“ مگر سنگھ نے لوگوں کو بتایا کہ۔

”اس نے آر۔ اے بازار میں دیکھتی کی واردات کی ہے اور ڈاکے میں لوٹا جانے والا کچھ مال اس کی دکان سے برآمد ہوا ہے۔“

”یہ جھوٹ ہے۔“ دلی خان کی ماں نے کہا۔

کیا ضرورت ہے۔ تھانے میں آکر ہر جرم کی کہتا ہے کہ وہ بے گناہ ہے۔ تو اپنا جرم تسلیم کر لے تو تیری مزید دھنائی نہیں کی جائے گی۔“

”وہ مسلسل چلائے جا رہا تھا کہ وہ بے قصور ہے اسی دوران یہ ہوا کہ اس کے پیچھے آئی ہوئی اس کی وفادار کتیا سپاہیوں کو چمک دے کر اندر آ کر اس کے قدموں میں لپٹنے لگی۔ وہ بڑی بے چینی سے دلی خان کے ہاتھ پاؤں چاٹنے لگی۔

”باہر نکالو اسے اس حرام زادی کو۔“ مگر سنگھ نے دھما کر کہا۔ ”مار داس کو۔“ دو تین سپاہی بے دردی سے اس کتیا کے جسم پر ڈنڈے لاتے برساتے لگے مگر کتیا اس سے مس نہ ہوئی مار کھاتی رہی مگر مالک سے دور نہ گئی۔

”اسے مت مارو۔“ دلی خان چلایا۔

”کیوں یہ تیری بے بے لگتی ہے؟“ مگر سنگھ نے تنگی مانی دے کر کہا۔

”یہ میری وفادار کتیا ہے۔“ دلی خان نے مگر سنگھ کی بات کے ذہر کو نکلنے ہوئے کہا۔

”تیرا وفادار کتا کہاں ہے.....؟“ مگر سنگھ نے طنز یہ پوچھا۔

”وہ جاتی والے سینا داس نے مروا دیا تھا۔“ دلی خان نے کہا۔

”وہ کیوں اونے؟“ مگر سنگھ نے پوچھا۔ اس کی تیری کیا دشمنی ہے.....؟“

”میرے کتے نے اس کے لاڈلے کتے کو مار بگاڑا تھا۔“ دلی خان نے کہا۔ اس کا بدلہ لینے کے لیے اس نے میرے کتے کو مروا ڈالا۔“

”بند کر دینا بھاشن!“ گجر سنگھ نے گرج کر کہا۔
 ”تمہارا کیا مطلب ہے کہ پولیس جھوٹی ہے اور تم سچے ہو.....؟ آجاتے ہیں چودوں ڈاکوؤں کی سفاوش گمرنے..... مجھے تو تم بھی اس کے ساتھی لگتے ہو چلو نکلو یہاں سے ورنہ ابھی حالات میں بند کر کے پھرتول کرادوں گا۔“ تمام مکے داغریب اور شریف سے لوگ تھے۔ وہ گجر سنگھ کی دھمکی سے ڈکر اچنی جان بچا کر تھانے سے نکل آئے۔ بے چاوی دلی خان کی ماں رہائی دیتی وہ گئی۔

اس کے بعد گجر سنگھ نے دلی خان کا جسمانی دیمانہ لے لیا اور تھانے میں اس پر اس قدر تشدد کیا کہ اس نے ناکر وہ گناہ کا بھی اقبال کر لیا۔ گجر سنگھ نے کیس مضبوط بنانے کے لیے جھوٹے گواہ بھی پیدا کر لیے۔

بہر حال مقدمہ چلا..... مشہور ہے قانون اندھا ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ گجر سنگھ نے بڑی مہارت سے سادی بساط بچھائی تھی، قانون نے جھوٹے ثبوت جھوٹے گواہوں اور جھوٹے مقدمے کی روشنی میں دلی خان کو مجرم تسلیم کر لیا۔ اس پر صرف یہ کرم کیا کہ اس کی کم عمری کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف چار سال قید کی سزا سنائی گئی اور اسے سنٹرل جیل بھجوا دیا گیا۔

گجر سنگھ مطمئن تھا کہ اس نے سبنا داس کا نمک حلال کر دیا ہے۔ سبنا داس خوش تھا کہ اس کو ذلیل کرانے والا جیل چلا گیا اور اس کے کتے کو اس نے مراد دیا۔ اس کی جھوٹی انا کو تسکین پہنچی تھی۔ تھانے کا عملہ اپنی جگہ خوش تھا کہ سب کو جھوٹی بھر بھر کے ملا تھا۔

”میں نے اپنے بیٹے کی پردوش و ذوقی حلال سے کی ہے۔ وہ حرام اور ناجائز کام کر رہی نہیں سکا۔ وہ محنت مزدوری کر کے ذوقی حلال کھاتا ہے۔ سادون آگ اودو ہے سے لڑتا ہے۔“

”اور گردو بیاتوں میں جا کر کتے لڑانا شریفوں کا کام ہے؟“ گجر سنگھ نے دلی خان کی ماں سے کہا۔
 ”یہ تو نوابوں کے شوق ہیں اور تمہارا بیٹا نواب نہیں ہے۔ بولی ناخامبرنگا لڑنے والا کتا اس نے کہاں سے لیا.....؟ چودہ ڈاکے کی کماٹی سے ہی ایسے نوابوں والے شوق پورے کرنا ہوگا۔“

”یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔“ دلی خان کی ماں نے کہا۔ ”کتوں کا یہ جوڑا اسے اس کے ماسوں نے تحفہ دیا تھا۔ ایسا قیمتی جوڑا خریدنے کی ہم میں طاقت نہیں۔ پھر اس نے اپنا ہیبت کاٹ کر اس جوڑے کی پردوش کی۔ اس کے کتے نے جاتلی والے سبنا داس کے کتے کو مار گرایا جس کی وجہ سے وہ میرے بیٹے اور اس کے کتے کا دشمن بن گیا۔ کتے کو تو اس نے مراد دیا اور اب میرے بیٹے کے خلاف جھوٹا کیس بنا دیا ہے۔“

”ذبان کو تالو سے لگا بڑھیا!“ گجر سنگھ نے لا جواب ہو کر کہا۔ ”ذات دی کو وہ کرل تے مہتر ال نوں چھے۔“

دلی خان کی ماں کے ساتھ آئے ہوئے مکے واووں نے ڈوٹے ڈوٹے گجر سنگھ کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ دلی خان کو وہ بچپن سے جانتے ہیں۔ وہ نہایت شریف لڑکا اور ڈیکیتی جیسی واردات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

کردی تو اس نے گھبرا کر گھر تکھ کی ٹانگ چھوڑ دی اور
بھاگ گئی۔

اس روز مرہم پنی کے بعد گھر تکھ کا پاؤہ آسان کو
چھوڑ ہاتھا۔ اس نے بہلول سنگھ کو بلا کر حکم دیا کہ۔

”جیسے بھی ہوا آج اس کنیا کو ذہر دے دو۔ اگر یہ

کتیا دواؤہ تھا نے کے فریب نظر آئی تو تہا دی خیر
نہیں۔“ بہلول سنگھ نے اسی دن سٹام کے وقت کسی نہ

کسی طرح کتیا کو ذہر پلا دیا اور دوسرے کے لیے تھانے
سے کچھ فاصلے پر کچرے کے ڈبہ پر پٹنگوا دیا۔ مجھ

سے یہ ظلم برداشت نہ ہو سکا۔ میرا ڈوبلی کا وقت ختم ہو
چکا تھا۔ میں تیز قدموں سے کچرے کے ڈبہ کی

طرف چلا گیا۔ دیکھا کہ کنیا ہاں نہ حال ہی پڑی ہے
اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہا ہے۔ میرے

دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک ابکائی لی اور نے کر
دی۔ بقینا تے کے ساتھ ہر غلاما دھبی نکل آیا ہوگا۔

مجھے اس وقت منجانے کیا سوچھی کہ میں نے آؤد کھانا نہ
تاؤکتیا کو اٹھا دیا اور ایک سیانے حکیم کے پاس لے گیا

اور اسے بتایا کہ۔

”میری پانوں کتیا ہے اس نے کوئی ذہر پلے چڑکھا
لی ہے۔“ حکیم نے فوادی چند دوائیوں کا مرکب بنایا

اور کتیا کے حلق میں اندل دیا۔ اس کے بعد مجھ سے
کہا کہ۔

”بھاگ کر ذہر کدوہ دھ جلدی لے آؤ۔“ میں

فری دودھ دہی کی دکان سے دوسرے دودھ لے آیا اور
حکیم کے کہنے پر کتیا کو پلانے لگا۔ خودی دیر بعد کتیا کو

کالے رنگ کی قے آئی اور کنیا کی حالت فذر سے
بہتر ہو گئی۔ حکیم نے کہا۔

اگر کوئی ہے چین تھانودہ ولی خان کی ماں تھی
جو چھوٹی پھیلا کر اللہ سے انصاف مانگتی تھی۔ اس کے

دھکی دل سے بدو عامیں نکل کر عرش سے نکر آتی تھیں۔
ولی خان کی ماں کے بعد اگر کوئی پریشان تھا تو وہ اس کی

اعلیٰ نسل کی دفا دکنیا تھی۔ وہ اس سے لاعلم تھی کہ اس
کا مالک جیل چلا گیا ہے۔ وہ ہمہ وقت تھانے کے

آگے بٹھی رہتی۔ اس کے خیال میں اس کا مالک
تھانے کے اندر ہی تھا۔ اس بے زبان کنیا کی متلاشی

ٹکاپیں ہر وقت تھانے کے اندر جھانکتی رہتیں۔ وہ بار
بار تھانے کے اندر جھینے کی کوشش کرتی لیکن چوکیدار

سنزری اسے لانچی مار کر بھاگ دیتا۔

چند دن اسی طرح ہوتا رہا۔ اب کتیا کے دشمن
میں یہ بات بیٹھ گئی کہ دودی والے لوگ اس کے

مالک کے دشمن ہیں اور انہوں نے اسے بند کر رکھا
ہے۔ اس بات کا اندازہ اس طرح ہوا کہ وہ صرف

دودی والے لوگوں پر بھروسے لگی تھی۔ اگر کوئی پولیس
والا بخیر دودی کے اس کے فریب سے گزر جاتا تو وہ

اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی۔ وہ ہر آنے
جاتے پولیس والے کو دیکھ کر بھونکتی اور کانٹے کی کوشش

بھی کرتی۔ گھر تکھ کی وہ خاص طو سے دشمن تھی۔ گھر
تکھ کا کرخت چہرہ اور سخت لہجے میں بولنے کے

انداز سے کنیا نے اسے دشمن نمبر ایک جان لیا تھا۔
ایک دو گھر تکھ تھانے میں داخل ہو دیتا تھا۔ کنیا

کبیں قریب ہی تھی۔ اس نے زبردست خراہٹ کے
ساتھ چپ ٹکا اور اس سے پہلے کہ گھر تکھ سمجھتا کنیا

نے اس کی ٹانگ میں اپنے نوکے دانت گاؤدے۔
گھر تکھ لپٹا اٹھا۔ سپانیوں نے کتیا پر لاشوں نوچا۔

میں یہ سوچ کر دوا پس آ گیا کہ خود ہی آجائے گی۔ مگر خاصے انتظار کے بعد بھی کتیا دوا۔ کتی۔ میں اپنی ڈیوٹی پر تھانے چلا گیا۔

شام کو کوارٹر آیا تو بھی کتیا کہیں نظر نہ آئی۔ پھر پوری رات بھی وہ نہ آئی۔ اگلی صبح میں تھانے پہنچا تو افراتفری سی نظر آئی۔ گجراتنگہ الگ پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک ساتھی سے پوچھا کہ۔

”کیا معاملہ ہے۔۔۔۔۔؟“ اس نے جو خبر سنائی وہ بڑی ہی سنسنی خیز تھی۔ جاگتی والے سہنا داس کو رات کسی وقت قتل کر دیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے نکڑوں پر پلنے والے پریشان نظر آ رہے تھے۔ گجراتنگہ کے ساتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔ اس نے فوراً پولیس کی ٹیم تیار کی جس میں بھی شامل تھا اور جاگتی روانہ ہو گئے۔

جونہی ہم سہنا داس کی حویلی کے نزدیک پہنچے تو وہاں ہندو مسلمان اور سکھوں کا ہجوم نظر آیا۔ سہنا داس کا چونکہ بڑا اثر و رسوخ تھا۔ اس لیے ارد گرد کے دوسرے تھانوں کی پولیس بھی وہاں نظر آ رہی تھی۔ سہنا داس کی لاش حویلی کے بڑے کمرے میں رکھی ہوئی تھی۔ گجراتنگہ نے آگے بڑھ کر لاش کے اوپر بڑی چادر سر کا دی۔ لاش کی حالت دیکھ کر ایک بار تو میں لرز گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے۔ سہنا داس کو کسی خونخوار دوند نے بھیڑے یا پھینچے نے چماڑ ڈالا ہے۔ یہ انسانی فعل نہیں تھا۔

گجراتنگہ نے موقع پر جو کارروائی کرنی تھی کی اور پھر لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے سرکاری ہسپتال بھجوا دیا۔ گجراتنگہ نے حویلی کے محافطوں سے پوچھ چکھی۔

”اب یہ فحش جائے گی۔“ میں کتیا کو کوارٹر میں لے آیا اور حکیم کی ہدایت پر اسے دودھ میں تیسو کے پھول اہال کر پلاتا رہا۔ گزرتے وقت کے ساتھ کتیا بالکل ٹھیک ہونے لگی۔

اگر روشن دین ڈیوٹی سے فارغ ہو کر کوارٹر میں آیا تو کتیا کو کچھ کراس کے ماتھے پر پائپند کی گی ٹکنیں پڑ گئیں لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ کتیا کی کوارٹر میں موجودگی سے خوش نہیں ہے۔

”تمہیں اللہ کا واسطہ ہے روشن بھائی!“ میں نے اس سے استدعا کی۔ ”اس کتیا کا ذکر تھانے میں کسی سے نہ کرنا ورنہ میرے لیے مشکل ہو جائے گی۔“ روشن دین نے وعدہ کیا کہ وہ کسی سے کچھ نہیں کہے گا۔

اب میں وہ رات کتیا کی خدمت کرنے لگا۔ دودھ دوا گوشت ہر چیز لانے لگا۔ وہ اس عرصے میں پوری طرح سے میرے ساتھ مانوس ہو گئی اور لگتا تھا کہ اب وہ ولی خان کو بھول گئی ہے۔ میں جہاں جاتا وہ میرے ساتھ جاتی۔ میرے ساتھ اٹھیلیاں کرتی۔ رات کو سردی لگتی تو میری چار پائی کے نیچے آکر سو جاتی۔ میں ایک پرانا سا کھل اس پر ڈال دیا کرتا۔

وہ ایک اعلیٰ نسل کی کتیا تھی۔ اب اچھی خبر اراک اور توجہ سے وہ بڑی صحت مند ہو گئی تھی۔ لوگ اسے دور سے دیکھ کر بھی خوف کھاتے تھے۔

ایک روز صبح سویرے میں معمول کے مطابق اسے بلانے کے لیے باہر لے گیا۔ واپسی پر میں ناشتہ لینے سا دھورام کی ٹیکری میں کھس گیا اور اندر سے ڈٹل روٹی وغیرہ لے کر باہر نکلا تو کتیا غائب تھی۔ میں نے ابھر اتر تلاش کیا لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آئی۔

اندورنی ملازموں سے تقیش کی..... لیکن کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی۔ حویلی کے محافظوں نے صرف اتنا بتایا کہ۔

”آدھی رات کے بعد انہوں نے حویلی کے اندر کسی درندے یا جانور کی خوفناک فراہٹ سنی اور اس کے ساتھ ہی سہنا داس کا دادیلا سنائی دیا۔ وہ حویلی کے اندورنی حصے کی طرف بھاگے۔ رات کے اندھیرے میں انہوں نے ایک سایہ سا حویلی کے باغ کی طرف لپکتا دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی بندوقیں سیدھی کرتے۔ وہ سایہ باغ کے اندر کہیں غائب ہو گیا۔ وہ سہنا داس کے بندر دم کی طرف گئے تو وہ لہو لہان پڑا آخری سانپس لے رہا تھا۔ درندے نے اس کا زرخ، آویڑ کر رکھ دیا تھا۔“ گجر سنگھ نے محافظوں سے پوچھا کہ۔

”اندھیرے میں غائب ہونے والے جانور کا ہولہ، کچھ کر کیا اندازہ لگایا کہ وہ کوئی شیر تھا یا بھیڑیے جیسا جانور تھا.....؟“ ایک محافظ نے بتایا کہ۔

”وہ شیر جیسا بالکل نہیں تھا۔ صاف لگتا تھا کہ وہ کوئی بھیڑ یا پھر بوائڈا اور کتا ہے۔“ گجر سنگھ نے کرید کرید باتیں پوچھیں اور پھر واپس تھانے آ گیا۔ تھانے آتے ہی گجر سنگھ نے سب کی چھٹی بند کر دی اور ایک ہنگامی میٹنگ بلائی۔ اس نے بھلول سنگھ سے پوچھا کہ۔

”اس نے ڈیکٹی میں کڑے جانے والے دی خان کی کتیا کو زہر دے دیا تھا یا نہیں.....؟ اور ایک بات کان کھل کر سن لو۔“ اس نے بیدیز پر مار کر کہا۔

”اگر مجھ سے جھوٹ بولا تو تیرا وہ مشرکوں کا کہ تیری

آنے والی سلیس بھی یاد رکھیں گی۔“

”واسے گورو کی سونہ، بھلول سنگھ نے کہا۔

”میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے کچلا کھلایا تھا۔“ یہ سن کر گجر سنگھ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ لا شعوری طور پر وہ اپنی کپٹی پر انگلیاں بھی مارتا جا رہا تھا۔

”میں نے ہر زاویے سے اس کیس کا جائزہ لیا ہے۔“ آخر اس نے سراٹھا کر سب کی طرف دیکھا کر کہا۔

”میرا ذہن صرف ایک ہی طرف جاتا ہے۔ سہنا داس کو دلی خان کی کتیا نے ہلاک کیا ہے۔ مجھے شک ہی نہیں یقین ہے کہ وہ خبیث کتیا کسی نہ کسی طرح زندہ بچ گئی ہے۔“

میں اس شیطان کے دماغ کی داد دیتے بغیر نہ رہ سکا۔ کم بخت نے فوراً اندازہ لگالیا تھا کہ دلی خان کی کتیا زندہ بچ گئی ہے۔ یہ بات بعد کی ہے کہ سہنا داس کو کتیا نے ہلاک کیا ہے یا کسی دوسرے درندے نے۔

آدھی رات کے لگ بھگ اس نے ہماری جان چھوڑی اور جانے کا حکم دیا۔ دم سب باہر آ گئے تھے جب گجر سنگھ کی آواز گونئی۔

”روشن دین! اتم ابھی میرے پاس ہی رک جاؤ۔“ یہ سن کر میرا دل ڈوب گیا۔ اب یہ راز فاش ہو جاتا تھا کہ دلی خان کی کتیا کو میں نے زندہ بچالیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میری جان بھی مصیبت میں پڑ جاتی تھی۔ بہر حال میں پریشانی کے عالم کو اور آ گیا۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ کتیا اور واسے کے ساتھ لگی سخت سردی سے کانپ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ لپک کر آئی اور میرے پیروں میں لوٹنے لگی۔ میں نے جلدی سے کوادرٹ کا دروازہ کھولا اور کتیا کو اندر

دوسرا ہوں نے ایک ہی کتاب کے گلے میں ڈال کر باندھ لیا۔

”دستم علی کے دادے میں کیا حکم ہے حضور؟“ ایک سپاہی نے چالوسی سے پوچھا۔

”اس کتاب کے یاد کو بھی لے چلو۔“ مگر سنگھ نے میری طرف قہر بھری نگاہ ڈال کر کہا۔ ”اس سے بھی پوچھ گچھ کرنی ہے۔“

کتاب کے ساتھ مجھے بھی پکڑ لیا گیا اور میری خوب تذلیل کی گئی۔ تھانے پہنچے تو ایک بیچ پر پہلوں سنگھ اور دشمن دینا خاموش بیٹھے نظر آئے۔ مگر سنگھ اپنی کرسی پر بیٹھے ہی شروع ہو گیا۔

”یہ سب کیا دھڑا تھا دادے دستم علی؟“ اس نے چھڑی سے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”تو نے پولیس کا ملازم ہوتے ہوئے قانون شکنی کی ہے۔ اس کتاب کے ذریعے سبنا داس کو قتل کر دیا ہے۔“

”میرا صرف ایک قصود ہے جناب!“ میں نے بلا خوف و خطر کہا۔ ”میں نے اس بے زبان جانور پر زس کھا کر اسے مرنے سے بچایا۔ بانی کوئی بات میرے علم میں نہیں کہ اس بے زبان جانور نے کسی کو قتل کیا ہے یا نہیں..... ایسا کس طرح ہو سکتا ہے؟“

”یہ بے زبان ضرور ہے۔“ مگر سنگھ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ”لیکن بے عقل نہیں ہے۔ خاص طور پر کنوں کی جس نسل سے بے دو اپنی ذہانت کے لیے مشہور ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ ناگ کے مرنے پر نامگن انتقام لیتی ہے اسی طرح سبنا داس سے اپنے ترکے کا انتقام لیا ہے جس کو سبنا داس نے مرادیا تھا۔ سبنا داس اور دلی خان کا جھگڑا اس کتاب کے سامنے

لے گیا۔ میرے دماغ میں مگر سنگھ کے الفاظ گونج رہے تھے کہ سبنا داس کو دلی خان کی کنیا نے ہلاک کیا ہے۔ میں نے روشنی جلائی اور کتاب کا سانسہ نہ کرنے لگا۔ بددیکھ کر مجھے اپنے پاؤں تلے سے زمین ٹھسکنی محسوس ہوئی کہ کتاب کے منہ پر ناگوں پراد کھال کے مختلف حصوں پر خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ اس کے پنجوں کے اوپر کی کھال پر بھی خون جم کر سبکھ گیا تھا۔ اب وہ معصوم اور بھونکی بھالی کتاب مجھے قاتل اور خون آشام نظر آنے لگی۔ میں نے فوراً گرم پانی سے اس کا منہ دھو یا پھر پیچھے بھی صاف کیے۔ میں نے چاہا کہ اسے چھت پر لے جا کر باندھ دوں لیکن وہ اس طرح قدم جما کر کھڑی ہو گئی کہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو دی تھی۔

ٹھیک اسی وقت کوادر کے دروازے پر زرد دار دستک ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی بڑی بلند آواز سنائی دی۔ میں سمجھ گیا کہ میرے چٹنی بھائی آپہنچے ہیں۔

”دروازہ جلدی کھول دستم علی!“ میں نے گھبرا کر کتاب کو کھینٹ کر لبرین میں بند کیا اور لپک کر دروازہ کھول دیا۔ مگر سنگھ کسی بلائے سے دروازے کی طرح اندر کھس آیا اور دھاڑا۔ ”کہہ رہے وہ تیری مشغوف کیا؟“ اس کے پیچھے پیچھے چند سپاہی بھی آ گئے۔ مگر سنگھ منٹاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ دشمن دینا نے بھانڈا پھوڑ دیا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کو کیا جواب دوں..... اپنا کچھ کتاب خودی لبرین سے باہر آ گئی۔ ساوا داؤناش ہو گیا۔

”پکڑ لو اس حرای کتاب کو۔“ مگر سنگھ نے ایک تنگی گالی دے کر کہا۔ ”اور تھانے لے چلو۔“

ہی ہوا تھا۔“

دیتا..... دواصل اسے قاتل کہتا کے خلاف پرچہ کانے کے لیے کوئی وفد سمجھ میں نہیں آدئی تھی۔ بالآخر اس نے ایک دن میرے اود کہتا کے خلاف پرچہ کاٹ کر مجسٹریٹ کے سامنے جسائی ویماڈ اور انکوائری کے لیے پیش کردیا۔ مجسٹریٹ انگریز تھا۔ جو ڈسپلن کے معاملے میں بہت سخت تھا۔

اس زمانے میں برٹش گورنمنٹ کا یہ قانون تھا کہ کسی بادودی سرکا وئی ملازم اور گریجویٹ ملزم کو ہتھکڑی نہیں لگائی جاسکتی تھی لیکن مجسٹریٹ نے اس بات کا خیال نہیں دکھا۔ مجھے سرکا وئی ملازم اور بادودی میں ہوتے ہوئے ہتھکڑی لگی ہوئی تھی جبکہ کہتا کے گلے میں ونچیر پڑی ہوئی تھی۔

اس انگریز نے درخواست کا معائنہ کیا پھر صوبہ حال کا جائزہ لیا او دگر مجسٹریٹ کو جھار پلا دی۔
”تمہارا داغ ٹھکانے بے جا نہیں.....؟“ اس نے کہا۔

”وردی میں پولیس ملازم کو ہتھکڑی لگا رکھی ہے اور قتل میں معاونت کا الزام لگا رہے پھر خود ہی یہ بھی لکھا ہے کہ قتل کی وادوات سے وقت دستم علی تھانے میں ڈیولی پر حاضر تھا۔ کیا دستم علی کوئی جانوروں کو سدھانے والا علم دکتا ہے یا اس کے پاس کوئی جادو ہے.....؟“
”مجسٹریٹ کے سپنے چھوٹ گئے اور وائی بانیں شائیں کرنے لگا..... اس کے پاس کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔ خوف او دپریشانی سے میری ٹانگیں کانپ دئی تھیں او ددگت آؤی ہوئی تھی۔

”گھبراؤ نہیں جولان!“ اس نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟“

”آپ نے تو دلی خان کے ساتھ ظلم کیا ہے۔“
میں نے ویلیری سے کہا۔ ”سہناواس کے کہنے پر اس غریب کو ڈیکھتی کے جھوٹے کیس میں سزا دلوا دی۔“
”کیواس بندکر دتم غلی!“ مجسٹریٹ قلع کے ٹش دھاڑ کر ہولا۔ ”کاش! تو ہمارے ٹھکے کا نہ ہوتا۔ تیری جگہ کوئی اود ہوتا تو میں اس کی ہڈیاں بوٹیاں الگ۔ الگ۔ کرویتا۔“

”میں اذیت بھیجتا ہوں ایسی نوکری پر۔“ میں نے کہا۔ ”تم خود پر لے ورجے کے واشی والی“ شرابی اور بہت خور ہو۔ پہلے اپنے گرجاں میں منہ ڈال کر دیکھو کہتا گندے تمہا وے اند.....!“

”تم نے اپنے سینئر انسر سے بدتمیزی کی ہے۔“
”مجسٹریٹ نے مکاری سے کہا۔“ میں تجھے اسی وقت معطل کرتا ہوں اور تیرے خلاف سہناواس کے قتل میں معاونت کے جرم میں ایف آئی او ورج ہوگی۔ تیری ساوی اکڑ ڈال روں گا۔“ اس کے بعد اس نے دو سپاہیوں سے کہا۔ ”اسے حوالات میں بند کر دو۔“
مجھے حوالات میں بند کرنے کے بعد اس نے بازار سے ایک موٹی زنجیر منگوا کر کہتا کو بھی ویں حوالات کے ساتھ باندھ دیا۔ لگتا تھا غصے نے اس کی عقل مار دی ہے اور وہ پاگل ہو گیا ہے۔

”مجسٹریٹ نے میرے اود کہتا کے خلاف مقدمہ تیار کرنے کے لیے بیسویں قانونی کتابیں پڑھ وائیں..... پرانے اور تجربہ کار قانونی ماہرین وکیلوں اور رینارڈ پولیس انسر وں سے مشورے کیے..... کاغذوں کا ڈھیر اس نے لکھ لکھ کر کالا کر دیا..... با و بار لکھتا پھر پھاڑ

دل بھرا آیا اور بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

”میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں اتار سکتا۔“
 ولی خان میرے سینے سے لگ کر چپ کی طرح رونے لگا۔ ”تم نے پولیس میں ہوتے ہوئے بھی مجھ غریب اور بے آسرا بندے کی مدد کی۔ اس کا اجر تمہیں اللہ تعالیٰ دے گا۔“

”جب پانچوں انگلیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں ولی خان؟“ میں نے اس سے کہا۔ ”اسی طرح پولیس کے تنگے میں ہر کوئی بے ضمیر بے حس نہیں ہوتا۔“

جب ولی خان مجھ سے رخصت ہونے لگا تو اس کی کینا شش و پنج میں پڑ گئی کہ وہ کس کے ساتھ جائے۔ وہ ولی خان کی وفادار تھی اور میری احسان مند تھی کہ میں نے اس کی جان بچائی تھی اور اس کی خدمت کی تھی۔ بہر خیال خاکہ اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ وہ لپک کر میری طرف بڑھی اور میرے ساتھ لاؤ چار کرنے لگی۔ میرے قدموں میں لوثی اور انگلیاں کرنی رہی اور پھر اپنی سرشت کے مطابق اپنی وفاداری کے مبد نظر ولی خان کے ساتھ چل پڑی۔

میں یوں رنجیدہ و ساکھڑا ان دونوں کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جیسے میری عزیز از جان ہستی مجھ سے جدا ہو کر جا رہی ہو۔ کچھ دور جا کر کتیا نے مڑ کر میری طرف محبت پاش نظروں سے دیکھا اور منہ سے ”بف“ کی پہاری سی آواز نکالی جیسے کہہ رہی ہو خدا حافظ میرے محسن.....!

اور پھر میں بو جھل دل کے ساتھ پلٹ آیا۔

میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اللہ نے مجھے ہمت اور حوصلہ عطا فرمایا اور میں نے بڑی دلیری سے سبکدوشی کی ساری کارستانیوں اور سہناؤں اور ولی خان کا نصہ گوش گزار کر دیا۔ میں نے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اس انگریز نے میری باتیں بڑی توجہ اور غور سے سنیں۔ اس دوران وہ کبھی سبکدوشی کی طرف دیکھتا اور کبھی اس کی درخواست کی طرف۔

اس موقع پر روشن ذہن نے بھی ہمت کا مظاہرہ کیا۔ وہ بھی ایک مسلمان ہونے کے ناطے سبکدوشی کی حرام کاریوں اور گالی گلوچ سے بہت تنگ تھا۔ اس نے بھی سبکدوشی کے خلاف دل کھول کر بھڑاس نکالی۔ اس انگریز جج نے ولی خان کے کیس کی دوبارہ غیر جانبدار انکوائری کا حکم دیا اور پولیس کے اعلیٰ حکام کو لکھا کہ۔

”سبکدوشی کی ایک درجہ تنزیل کر دی جائے۔“

مجھے اور کتیا کو ہر ہا کر دیا گیا۔
 مختصر یہ کہ غیر جانبدار انکوائری کے بعد ولی خان کو بھی باعزت بری کر دیا گیا۔ جب ولی خان کو ہر ہا کہا جانا تھا۔ میں اس کی کتیا کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ جونہی کتیا نے ولی خان کو دیکھا تو خوشی سے اس نے منہ سے ہلکی سی ”بف“ کی آواز نکالی اور ولی خان کے قدموں میں لوثنے لگی۔ وہ اس کے پاؤں چاٹنے لگی۔ ولی خان پیار سے اس کا سر سبلانے لگا۔ اب کتیا کچھلی و دونوں ٹانگوں پر کھڑی ہو کر اس کا منہ چاتی اور دلہانہ پن کا اظہار کرتی۔ بول لگ رہا تھا جیسے وہ اس نے مکمل رہتی ہو۔

انسان اور جانور کی یہ محبت اور ملاپ دیکھ کر میرا

عصمت چغتائی جو کسی نعت اور ذکر، محتاج نہیں ہیں۔ بدایوسی میں
معارف میں کہانیاں لکھیں ہیں۔ جو اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔
مہلی کی زبان میں ایک منفرد تحریر

ہمارے چھاپے والے

کلمہ..... عصمت چغتائی

رقی نائی اور گنگائی نہ بڑی نہ مٹی نہ مٹی مر گئی ہے۔
چاہی نہ۔

ارہم..... رہے رہے چاہی نہ نکا یہ کھڑا
ذکر پارچہ نکل رہا ہے طاباوی کا کیا کیا۔
مالش کیہ مٹی کی مٹی سے پوچھا۔
مالش نہ مٹی نائی نہ کھڑا کھڑی نہ۔
سلا کو بہت سچ پوچھا ہر شخص سنا تم کو کہیں
گفتہ ہائی نہ۔

تم کہیں کو دو گئی ہیں نے لکھنؤ اور بہت سے
رسا پوچھا

ہمارا چاہت والا کو کہیں کے گاؤں کا شہر۔
پارچہ نکل رہا ہے بہت سچ تم نے اپنی چاہت کو کہا

پولنگ ہو تو پر ہونے چھوٹی ہے کسی فکر کا
ہر پتھر پر دیکھو کیا کیا چھاپے نکل پہلے بھی تھیں۔
طرح ہم نے لکھے لکھے کیوں گئے تھے تھے جیسے عدت۔
دینے نہیں سنا اتنی لینے جا رہے ہوں چہرہ لہا۔
اس کی پر چھاپے کر نہیں۔ کہہ لہا ہر پر کھینچ لکھیں
باہن اس کے گناہ پھر کیا ہے داوبہ ہار پ۔ کھوٹا
اپنے چہرہ کے ناوی ہیں۔ فستق کی پاگند دار۔
ابوں کے ہاتھوں میں ہو گئی۔ چارہ بیلہ رو رو ہو۔
جا نہیں گئے۔

ات ہائی چھٹی ہوئی کھلی ہائی چاہیہ بات ہے بات
عورت نے پیسے لیے انت کھلی کر میرا تاجہ کھڑا
لباب

او حور گنگائی نہ



کو دیا تھا دوست۔

ہاں بلی 'پردہ سلاکندم' کچھ نہیں کیا۔ رتی بلی نے منہ بسور کر رکھا۔

اور یہ بھی تمہارا جلت والا ہے۔

ہاں یہ ایک دم فرسٹ کلاس۔ ہاں بلی دیکھنا اپنی کاکیت چھوٹ جائے گا۔

پھر تم گلوں جا کر دھان کوٹا کرو گی۔

ہاں بلی۔ رتی بلی نے اپنی چندھی آنکھیں پٹ پٹائیں۔

پانچ سال ہوئے ہسپتال میں جب میری بیٹی پیدا ہوئی تو رتی بلی نے کہا تھا وہ اپنی جات والے کو

دوٹ دینے جا رہی ہیں۔ چوپالی پہ اس نے ان سے ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں وعدہ کیا تھا کہ اس

کے ہاتھوں میں طاقت آتے ہی کایا پلٹ جائے گی دوڑھ کی پیریں پہنے گلیں گی زندگی میں سے شہد

ہٹنے لگے گا۔ آج پانچ سال بعد رتی بلی کی سازھی پہلے سے بوسیدہ مٹی ہاٹوں پر سفید بڑھ گئی تھی

آنکھوں کی دھشت دوچند ہو گئی تھی۔ آج پھر چوپالی پر کئے ہوئے وعدوں کا سہارا لے کر وہ اپنا

دوٹ دینے آئی تھی۔

بلی تم اس چھال سے کانٹو اتار بات کرتا۔ رتی بلی نے بیڑھیں سرکاتے ہوئے اپنی نصیحتوں کا دفتر

کھول دیا۔

کیوں کیا برائی ہے؟ میں نے بن کر پوچھا۔

ہم تمہارے کو بولا تھا وہ چھو کر ہی ایک دم کھراب ہے۔ سلی کی بدعاش۔ رتی بلی کی ڈیوٹی

لگنے سے پہلے گنگا بلی نے بھی اپنی ڈیوٹی کے

درمیان مجھے بھی رائے دی تھی کہ رتی بلی ایک

دم لوٹر ہے۔ اسپتال کی یہ دونوں آیا میں ہر وقت کچر کچر ہوا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی جھوٹ جھٹکا تک

نوبت پہنچ جاتی تھی۔ مجھے ان سے باتیں کرنے میں بڑا مزہ آتا تھا۔

کیا وہ اس کاسن کر بھائی تھوڑی ہے اس کا یار ہے۔ اس سنگ سوتی ہے۔ گنگا بلی نے بتایا تھا رتی

بلی کامیاب شولہ پور کے پاس ایک گلوں میں رہتا ہے۔ تھوڑی سی زمین ہے۔ بس اسی سے چمنا ہوا

ہے۔ ساری فصل بیاج میں اٹھ جاتی ہے۔ تھوڑے سے روپے اور وہ گئے ہیں جو چند سالوں

میں چبک جائیں گے۔ پھر وہ اپنے بل بچوں کے پاس چلی جائے گی اور وہیں مزے سے دھان کوٹا

کرے گی۔ مگر میں مزے سے دھان کوٹنے کے خواب دونوں ایسے دیکھا کرتی تھیں جیسے کوئی

پیرس کے خواب دیکھتا ہو۔

مگر رتی بلی تم بیٹی میں جیسے کمانے کیوں آنکھیں؟ تمہارا میاں آج اتنا تو ایک بات بھی تھی۔

ارے بلی وہ کیسے آتا؟ کھیت جو چلا جاتا۔ میرے سے کھیتی باڑی نہ ہی سہتی۔

اور بچوں کی دیکھ بھال کون کرتا ہے۔ ہے ایک رائڈ میری۔ رتی بلی نے دو چار

کالیاں نکائیں۔

دوسری شادی کر لی ہے تمہارے میاں نے؟ ایسا! سلا دو سری شادی کیا کرے گا، رکھ لی

ہے۔

اور جو تمہارے پیچھے ماکن بن بیٹھی تو؟

ہیں نہیں تو۔

ہاں؟ گزاروں میں؟

ہاں، پونا کے پاس ایک جگہ ہے اس کا بڑا بھائی
کھیتی سنبھاتا ہے۔

یعنی تمہارا بڑا بھائی۔ میں نے چرانے کو پوچھا۔
دست۔ ”وہارا“ بھائی کا ہے کوہوتا۔ کیا بلی تم
ہمارے کو سلا چنل سمجھتا ہم گنگائی سری نہیں
ہے۔ معلوم مینے میں چاروں سے جانتی کسی کے
ساتھ نہیں بنی۔ ہاں کوئی پتلا پڑا کپڑا ہو تو اس
بداس کو مت دینا میرے کو دینا“ ہاں۔

رتی بلی۔

ہاں بلی۔

تمہارا بھائی تم کو مارنا ہے؟

سلا گنگائی بولا ہوس گئے۔ نہیں بلی پاسی
نہیں مارنا۔ کبھی کبھی ہے لاہور اتنا۔ سوچنا لاہور
بھی کرتا۔
لاہور بھی کرتا ہے؟

کرنا نہیں تو۔

مگر رتی بلی تم سے بھائی کیوں کرتی ہو کبخت
کو؟ رتی بلی بننے لگیں۔
بلی ہمارے میں ایسا کچ بولتے۔

مگر رتی بلی چالیس روپیہ بگاڑتی ہے تو پھر
وہ خدا کا ہے کو کرتی ہو؟

اس بن کیسے پورا پڑے۔ بانچ روپیہ کھولی کا
بھاڑا کے نین روپیہ لالہ کے۔

یہ لالہ کو کا ہے کے دیتی ہو؟

اکھا چالی کا عورت لوگ دیتا ہے، نہیں تو کھل

کیسے بنے گی؟ لہار کر بھوسا نہ بھردیں گے!
بیان نہٹ جائے پیچھے چلے جائیں گے ہم۔

معلوم ہوا رتی بلی خود اپنی پسند کی ایک
لاڈلٹ عورت میاں اور بچوں کی خبر گیری پر چھوڑ
آئی ہیں۔ جب کھیت چھوٹ جائے گا تو پھر
مگر ہتھ بن کر دھن کوٹنے چلی جائیں گی۔
رکھلی کا کیا ہوگا؟ اسے کوئی دوسرا میاں مل جائے
گا جس کی بیوی بمبئی میں بیٹے کمانے آئی ہوئی ہے
اور بلی بچے دیکھنے والا کوئی نہیں۔

اس عورت کا میاں نہیں؟ میں نے پوچھا۔

ہے نہیں تو۔

تو وہ اس کے پاس نہیں رہتی۔

اس کے کھیت خور و برد ہو گئے۔ اس کا میاں
کسلن مزدور ہے، مگر سہل میں آٹھ مہینے چوری
چکاری کرنا ہے یا بڑے شہروں کی طرف نکل جانا
ہے، بھیک مانگ کر دن بھارتا ہے۔

اور بچے؟

ہیں نہیں تو چار بچے ہیں یا تھے۔ ایک نو بمبئی
میں ہی کھیل رہا گیا، کچھ ہا نہیں کہاں گیا
چھو کر یاں بھاگ گئیں، چھوٹا بچہ ساتھ رہتا ہے۔
تم کتنا روپیہ گاؤں بھیجتی ہو رتی بلی؟
اکھا چالیس۔

تمہاری گزریسے ہوتی ہے بھر؟

ہمارا بھائی سنبھاتا ہے۔ وہی بھائی جس کے
بارے میں گنگائی کہہ رہی تھیں کہ ان کا فریڈ
ہے۔

نہارے بھائی کے پاس بچے۔

اگرچہ وہ بڑا سلاہماوتے کو کیا مارے گا۔ گنگا بانی
بیمیرت پائوں پر چھوٹے۔ چھوٹے سٹیجوں مارے
لگائیں۔

بانی بمرتے کہہ کر انھیں بڑا لالچا دیا
کے پیچھے چلے گئے۔ وہ بڑا سلاہماوتے کو کیا مارے گا۔ گنگا بانی
تائی؟
تائی بھینچو کہ گنگا بانی کے نورانی چہرے پر ناخوش
مارا۔

سلاہماوتے نے نورانی لالچا دیا تو بمرتے نے بھینچ کر
کھینچ کھینچ کر تائی ہے۔
گنگا بانی۔
بان بانی۔

تم اپنے گاؤں کب واپس جاؤ گی؟
گنگا بانی چمکی سیاد آنکھیں دور کھینچ کر ہر تائی
میں کھو گئیں۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور
بڑی دھیمی آواز میں بول۔
وام کرے اس بار فعل ازخبر سے کی ہو
جاوے۔ پس تائی پھر اپنی بچلا جاتے بچا۔ بچے سال
بازھ گئی سارا دھان بچہ ہوا۔

گنگا بانی تمہارے بچوں کو تمہارے دوستوں
کے بارے میں پتا ہے؟ میں نے کرید ل۔
کیا بات کرنا تم بانی۔ گنگا بانی گم سم سی ہو گئی۔
اتنے کچھ جنینت کی معلوم ہو رہی تھی۔ ابرو
نے فوراً بات پڑی۔

بانی تمہارے کو دو چھوٹے ہو کیا میٹھ گسا
کرے گا؟
کون ایسا؟ میں نے چکر اکر چھوٹ

اچھے۔
وہ خدا اور کرتی ہوں۔ کئے؟
بان بانی۔ رتی بانی کچھ جنینت۔
او تو تمہارا بھائی کیا کرتا ہے؟
بانی بونے کا بت نہیں ہاں۔ وارہ کا وہ خدا ابرا
کھو کا وہ خدا ہے جو پولیس کو پیسہ نہیں بھرتے
سو تری پاو۔
بھینی بھینی سے شہر۔

بان بانی۔
اتنے میں تریں نے آکر رتی بانی کو اٹھا۔
کیا بھینی باتیں سنا دے ہے۔ چل جائے 10 اس
بڑے ہیں پڑا ہے۔ رتی بانی اپنے میلے زانت نکو سی
بھائیں۔

آپ کیا ان تو فرمودوں سے کھٹوں باتیں کیا
کرتی ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے ورنہ پھر
بلڈنگ شروع ہو جائے گی۔ ترس سے بچی کو
بھونڈے سے نکال لیا اور چلی گئی۔
شام کو گنگا بانی کی دیوٹی تھی۔ بغیر تھیں بھائے
خود ہی آن دھکیں۔

یہ بھینچا بھائی۔
نہیں لگا بانی بھنو۔
رانہ ششستر ہوم مارے گی۔ کیا بول کر تھیں
تمہارے کو؟

کون سنسٹر بولتی تھی آرام کرو۔
ششتر نہیں اور رتی بانی۔
کوتی کھسی پوٹ لال گنگا بانی کو خود مارا ہے۔
میں نے چھوڑا۔

جولانگو ہو جاوے۔

اور جو کچھ تھی۔ یعنی ہر دو سب سے تیسرے پہنچے یا
شلف بدل رہا ہے۔ اگر مشنبل ہو جائے ایک
کا رنگ تو فیکٹری لاکے مطابق اسے بیماری کی کچھلی
رنگ کی کچھلی لینے کا حق مل جاتا ہے۔ اس لیے ہر
دو مہینے کے بعد اول بدل دی جاتی ہے۔ سال میں
ایک مزدور کی مشین سے چار مہینے آسانی ہوتی
ہے۔ باقی کے دن گاؤں واپس لوٹ جاتی ہیں۔ جس
کی اتنی بنیشت نہیں دو دو سڑی لمبوں کے جگر کاٹی
ہیں۔ بھینس سڑی ٹکی بھائی کو کاری کی دھڑنیاں لگا
کر فٹ پاتھ پر بیٹھ جاتی ہیں۔ فٹ پاتھ پر اپنی اپنی
جگہ کے لیے خوب بھلی کھوج ہوتا ہے۔ بغیر
لاسٹنس کے نہ چلتی ہیں۔ اس لیے کچھ کھڑکے
سیاہی کو نکالنا پڑتا ہے اس پر بھی کبھی کوئی انجنا افسر
آ جاتا ہے تو بھگدڑ مچ جاتی ہے۔ کچھ سالان
بھولیوں میں سمیٹ کر کسی گلی میں تنک جاتی ہے
کچھ پکڑی جاتی ہیں اور داویلا کرتی ہیں۔ پولیس
تھانہ سے جاتی ہیں۔ مطلع مختلف ہوتے ہی پھر
چھپھرا بیچھا کر دکان سے جاتی ہیں۔ کچھ اور بھی چالاک
ہوتی ہیں۔ جھوٹی میں چار چھ تیس دو چار بجے
بیکڑے بازار میں ایسے ٹھکانے ہیں جیسے خود خریدار
ہیں۔ بیکڑا پس منگوانے والے سے پیچھے سے کہتی
ہیں۔

اور خالی بھٹائیو ایک ایک آتے۔ ایک بکری ہو
جاتی ہے۔

نہ سترکاری خریدنا گویا پیسے کی پڑیاں
دیوتا ہے۔ جو کہ کٹاؤش فیسیب ہوتی ہیں دو

تھمرا اپنی دو دوسری سلاوی بنائے گا تو؟

ہو وہ دوسرا آشادی بنائے گا تو ہم بھی دوسرا آشادی
بنائے گا۔

تھمرا بے لوگ میں ایسا ہونا؟ مارے ہائی ہم
بہر جھانم کوئی نو پنجاجات کا ہے۔

کچھ ایسا معلوم ہوا کہ لالائی اور جیاجات والا کا
فرق اتنا زیادہ نہیں۔ میں نے بہت سے جھانم لوگ
کو شیش کی کڑنگ ہائی بھیجے جائیں مگر ان کا خیال تھا
کہ دو سڑی لڑکی کی پیدائش پر ضرور میری شامت
آئے گی۔ مگر سیدھے میری بھائی نہ کرے تو سخت
تھمرا کاوس بیٹھنے ہے۔

استعمال میں پڑے رہنا قید بھائی سے کچھ کم
نہیں۔ دو گھنٹے شام کو نلنے جلنے والے آ جاتے اگر
استعمال میں بیہ دونوں نہ ہوں تو شاید دم ٹوٹ
جائے۔ دونوں معمولی سی رشوت لے کر ایک
دوسرے کے بارے میں اپنی سیدھی باتیں بتایا
کرتیں۔ ایک دن میں نے رتی ہائی سے پوچھا۔
"اے رتی ہائی تم بل میں کام کرتی تھیں کیوں
چھوڑ دیا؟"

اے رتی ہائی سالہ بل میں برا لقمہ تھا۔

کابہہ کا مقدر!

اے رتی ہائی ایک تو کام ایک دم بھاری یہ بھی چلا
پر پائی وہ ہمید کے بعد چھٹی کر دیتے۔

کیوں؟

دوسرا ہائی لوگ کو رہتے۔

بھئی وہ کیوں؟

کاروں کے آگے کچھ ہمید ہو جاتے آٹھ گھنٹے

رتی بائی ذرا عمروالی اور پھسپھسی سی تھیں۔
گنگا بائی نے ان کی خوب ٹھکانی کی۔ دوپہر کی سوچی
ہوئی ٹاک لے بید چڑھ کر کھنے آئیں تو میں نے
پوچھا۔

رتی بائی اس گندی روٹی کا کباب کرتی ہو؟
دھو کر سکھا لیتے ہیں۔ ایک دم صاف ہو جاتی
ہے۔

پھر؟
پھر روٹی والے کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔
کون لبتا ہے۔ بہ جراثیم بھری روٹی؟
میسرے والا جو صاف لوگ کافر ٹیپر کا گدا بٹاتا
ہے۔

اگ میرے جسم پر سویاں کھڑی ہو گئیں۔
ابک دیکھ میں نے رید کے صوفے کی روٹی
دھتکوانے کو نکلوئی تو کالی سیاہ۔ تو وہ بھی زخموں کی
روٹی تھی۔ اللہ میری بچی کا گدا بھی ایسی روٹی کا
ہے میری پھول سی بچی اور یہ جراثیم کے ڈھیر
بائے گنگا بائی رتی بائی نہیں خدا سمجھے۔

آج جو تکہ روتا چلا تھا۔ رتی بائی بھری جنبی
نہیں۔ گنگا بائی جو تکہ ذرا نسبتاً جوان تھیں۔ رتی
بائی انہیں اپنے سے زیادہ گناہگار سمجھتی تھیں۔
کچھ دن پہلے انہوں نے رتی بائی کا خاص مستقل
گھٹیک بھی توڑ لیا تھا۔ وہ غلام پیٹ جو گنگا بائی دفعتاً
خودفا“ ضائع کرانی رہتی تھیں“ نالے میں جو جتا
جاگتا بچہ بھوڑ آئی تھیں“ جو انکو علیحدہ پر وال
دینے کے بعد بھی سسکتا رہا۔ صبح نالے کے پاس
ایک خلعت جمع تھی۔ اگر رتی بائی چاہتی تو صاف

بھیک مانگنے لگتی ہیں۔ ددڑتے بھانگتے دھندا بھی
کرتی جاتی ہیں۔ اپنی دانست میں سولہ سنگھار کئے
منہ میں جیڑا دوائے بہ لوگ نیم تاریک ریلوے
اسٹیشن کے آس پاس بھلا کرتی ہیں۔ گھٹیک انا
ہے“ کچھ اشارے کھائے ہوتے ہیں“ سودا بہت جانا
ہے۔ یہ گھٹیک عموماً اندیش کے گھر چھوڑ کر
آئے ہوئے دودھ والے باسے گھر بے در محدود
ہوتے ہیں جن کی بیویاں گاؤں میں ہوتی ہیں“ با
اولی کتوارے ان کا گھریا رسی گندی گھیاں اور فٹ
باتھ ہیں۔

صبح گنگا بائی اور رتی بائی میں باتحدہ برآمدے
میں فری اسٹاکل کشتی ٹھن گئی۔ رتی بائی نے گنگا
بائی کا جوڑا اکھسوت والا اور اس کے جواب میں گنگا
بائی نے رتی بائی کا متکل سوتر نوڑ والا۔ متکل سوتر“
کالی چوتھ کا باریک سا کٹھنار رتی بائی کے سپاگ کی
نشانی۔ رتی بائی ابے بھوں بھوں کر کے روئیں
جیسے انہیں یور کر دباؤ۔ لڑائی کی بنیاد رتی بائی کے
وہ کپڑے تھے جو مریضوں کے زخموں کی رطوبت
پونچھ کر پھینکے جاتے ہیں۔“ پاؤں کے استعمال کی
روٹی۔ موٹھائی کا حکم ہے کہ بہ روٹی احتیاط سے
جلا دی جائے مگر معلوم ہوا رتی بائی اور گنگا بائی چپکے
سے یہ روٹی نکال کر دھو کر پوٹلی باندھ کر لے جاتا
کرتی تھیں۔ چونکہ آج کل تعلقات کچھ زیادہ
کشیدہ تھے گنگا بائی نے سیدھے شکایت کر دی۔
رتی بائی نے گالباں دیں جو باتھا بائی میں تبدل
ہو گئیں۔ دونوں نکال دی جائیں مگر باتھ پاؤں
جوڑے تو ہیڈ نے بات دبا دی۔

ہزاروں گنگا کو مگر اس نے راز کو اپنے سینے میں چھپائے رکھا اور گنگا بانی کا وہ دیکھو فٹ پاتھ پر بیٹھی کیچے پیر اور امروہ کی ڈھیریاں پٹی رہی۔

رتی بانی کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے اس ددنی میں تو تم اسپتال کیوں نہیں چلی جاتیں۔

کابے کو جلوس اسپتال؟ ہمارے میں بہت بانی لوگ ہے ڈاکٹر کا مالک ایک دم فرسٹ کلاس۔

دو دانی دینی ہیں کوئی؟

اور کیا فرسٹ کلاس دو دانی دینی۔ منھی بھی چلتی ہے پن ہاش ایک دم اچھی۔

یہ منھی اور ہاش کہا ہوتی ہے؟

بانی نم نہیں سمجھے گا۔

رتی بانی ذرا شرمناک بننے لگیں۔ میرے ڈسٹنگ

پاؤڈر کے ڈبے پر وہ کئی دن سے منزلہ رہی تھیں جب میرے لگاتی ذرا سا ہتھیلی پر ڈال کر اپنے کلوں

پر مگر بلیٹیں۔ میں نے سوچا ان کا منہ کھلوانے کے لیے یہ ڈبے کھلی ہو گا۔ میں نے ڈبے پیش کیا تو بو کھلا

سنتھریا۔

نہیں بانی شرمناک ڈالے گی۔

نہیں مارے گی۔ میں اس سے کہہ دوں گی مجھے اس کی بو پسند نہیں۔

چہ.... ارے کیا ایک دم فرسٹ کلاس ہاس بوتا ہے۔ ارے بانی تمہارا دستک پھر لایا ہے۔

بڑے اصرار کے بعد رتی بانی نے مجھے ہاش اور

ملٹی کی تفصیل بتائی اپنی دلوں میں تو ہاش کارگر

ہوتی ہے۔ فرسٹ کلاس ڈاکٹر کا مالک بانی مرینڈ کو زمین پر لٹا کر جھٹ سے لگتی ہوئی رکھا کسی

لاٹھی کے سہارے اس کے پیٹ پر کھڑی ہو کر زہر کھو عتی ہے۔ ہاں تک کہ آپریشن ہو جاتا ہے۔

یا اسے دیوار کے سہارے کھڑا کر کے بانی پہلے اپنے

سر میں خوب کھینچی کر کے کس کے جوڑہ باندھ

لیتی ہے۔ پھر چلو بھر گڑا تیل سر پر ڈال کر مرینڈ

کے پیروں کو مینڈھے کی طرح کھراتی ہے۔ سخت

جان محنت مزدوری کرنے والی بعض نوجوان

عورتوں پر اس کا بھی کبھی کبھی کچھ اثر نہیں ہوتا

تب منھی کی فوٹ آتی ہے۔ بے دھڑلے گندھے

میل بھرے ناخن والے ہاتھ کو تیل میں ڈبو کر جسم

میں سے دھڑکنی ہوتی جان کو توڑ کر نکل لیا جاتا

ہے۔

عموماً آپریشن پہلے دار میں کامیاب ہو جاتا

ہے۔ بانی انارڈی ہو تو کبھی صرف ایک ہاتھ نوٹ کر

آ جاتا ہے، کبھی گردن گچ جاتی ہے اور کبھی جسم کا

دو حصہ بھی گھٹنا چلا آتا ہے جسے اندر ہی رہتا تھا۔

ہاش سے بہت زیادہ مونٹیں نہیں ہوتیں۔ ہاں

عموماً مرینڈ مختلف امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔

جسم جگہ بے جگہ سے سوچ جاتا ہے۔ سنفل کھاؤ

بن جاتے ہیں جو رستے رستے ہیں۔ بخار رہنے لگتا

ہے۔ جان پر کھیل کر اور عموماً بانی لوگ جان پر

کھیل جاتی ہیں۔ جو بچ رہتی ہیں کچھ چلنے پھرنے

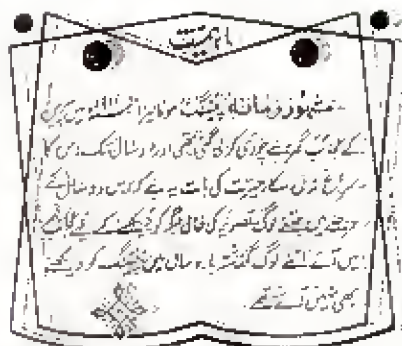
کے قلیل نہیں رہتیں، کچھ چند سال گھٹ کر ختم

ہو جاتی ہیں۔ اور رتی بانی نے کہا یہ سزا ہے ان

بد قماش عورتوں کی۔ مرنا تو چاہیے ان کو۔

مجھے بڑے زور سے تے ہوئی اور رتی بانی جو

چٹکارے لے لے کر سنا رہی تھیں، بو کھلا کر



وہ تو توتے ہوئے بچے کی سیسکیوں سمجھوڑے کی
 خبر لوں گی! طرح میرے دل پر پڑا ہی ہیں۔ میرے
 اعصاب پر مارا گیا کپڑہ نہ ڈالو نہ ملے پانی کو پونگ
 ہوا تھ جائے۔۔۔ مجھے منظر اس کے جلالت والے
 ہیں۔ اب بیان چک جائے گا اور گنگائی مڑے
 ستے وہاں کوئے لگی۔ یہ فیئر کی چادر میرے دماغ پر
 ست ہر کاو۔ مجھے جائے دو۔ گنگائی کے جیتے جیتے
 ناخن کے وجہ سفید چادر پر پھیلتے جا رہے ہیں۔
 مجھے جائے دو۔

میرے کے سامنے بیٹھے جوئے کا ظکر نہ تھا شخص
نہ میرے یا میں باغی تھی ازگی پر خیل و شال کا تیکہ
تھایا تو میں جاگ بڑی۔

ہمارا اجاستہ لے لے سکتے ہیں میں ڈالنا نہیں۔ رقی
یابی سے مجھے ہدایت کی۔

وہی یابی کے جات وائے کا ذی ایکسیم شیم
نکشی وینا کن میرے دل و ذلیغ سے لنگرایا اور میں
نہیں ایسا نہ تھا اور اب نہ تیرے نہیں والی۔

ہوئے گئی سیاست خط انسان کو جہنم دینے کا اتنی
بھونکنا کہ انسان میں نے غمورگی میں ڈوبنے ہوئے
ہوئے۔

خون خف سے میرے خطن میں کانٹے بڑ گئے۔ رتی
 لڑائی کی جھنجھکی، ہوا کی تھوہریوں میں۔ تجیل نے رنگ
 چڑا کر کھنکھانے لگا، وہی کہہ کر کے پروے کا نیایہ
 دھار پر پڑاں پر رات قتل کو کھینچتے دیکھتے یہاں۔ گڑگالی کی
 آتش نے دھواں خون میں لپکتا ہوئی لاش کی طرح تر پے
 لگا لگا ایک بھینک مٹیلا خونوں والا آجی بھینک دیا
 کھنکھائی کی آواز گڑگڑ گیا ایک وار میں بھینک بھینک
 لپکتا لپکتا، ہوا کی ہوئی گڑگڑان خون میں غلٹاں و
 چلنے سے ہوا لڑا و دھواں نے نہ بھینکا چاہا کسی کو پکارا چاہا
 مگر گڑگڑاں سے آواز نہ نکلا۔ میں نے کھنکھائی کا سوچ
 کیا تو فر کہ لپکتا بھینک بھینک بھینک بھینک۔
 بھینک بھینک بھینک بھینک بھینک بھینک بھینک۔

[illegible][illegible]

خوشخبری

پیرائے ڈائجسٹ اور رسائل کی فروخت
کمر بنے والوں کے لیے خوشخبری

ہمارے ہاں پرانے ڈائجسٹ اور رسائل اور ہر موضوع پر
نئی کتب کی تمام ورائٹی نہایت رعایتی قیمت پر دستیاب ہے

خواتین، خوفناک عمران، جاسوسی، سسٹمز، سچی کہانیاں، نئے افق، مسٹری
ایڈ ونچر، کرن، شعاع، پاکیزہ، آئینل، سرگزشت، سچی کہانی، آداب، عرض
دو تیرہ، جواب، عرض، ریشم، حکایت، پانڈ، چترالی، فیشن، بیگ، اسٹار، اینڈ اسٹائل
لباس، فیشن، بچوں کا پرستان، بچوں کا ہائی، بچوں کی دنیا، آسکے، بچوں کی نو نہال،
جگنو، تعلیم، تربیت، مزیدار، لطیف، مہندی، کے، وٹریٹ، ڈیزائن، بچوں کی
اسلامی کہانیاں، بچوں کے حوالے سے کھانے پکانے کی خوبصورت کتب
اور رسائل، چھوٹی بڑی ایس ایم ایس اور چھوٹی بڑی شاعری نیز پرانے
ڈائجسٹ اور رسائل کی خرید و فروخت کے لیے ہمارے پاس تشریف لائیں۔

منصور حسن پیرائے رسائل وائے

نزد شاہ عالم مارکیٹ، نیما بازار، ورک مارکیٹ، دکان نمبر 9 لاہور

موبائل نمبر 0333-4765899

انجانی راہوں کے مسافر

کچھ..... انوار الحق طاہر

"سنو"

آواز میں حلاوت بھری غمی اس نے زپ کر سرائیلا!
 اور انہیں خوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگی اور پھر سے خوفزدہ
 رہتی کی طرح بھاگتی پلتی کئی سفید کافن کے شلوار سوٹ میں
 اس کا سراپا اس کی کچھ ختم میں بڑا عجیب اور پر اسرار لگ رہا تھا
 ۔ در اسے پکارنے ہی رہے مگر وہ درختوں میں کس دودھ پوٹی
 ہو گئی اور چاہتے تھے کہ اس کا پیچھا کریں مگر اس وقت درختوں کی
 جلدی میں تھے کیونکہ انہیں شربلہ از جلد جا کر وہ انہیں لپٹا
 نہیں اور فوراً "شلواب مگر اب میں پہنچنا تھا۔ جہاں اٹالی کی
 صحت کا خیال آنے سے وہ گاڑی کی طرف تیزی سے لپکے۔

اٹالی کیلئے جب دروازے پر واپس ٹیکر رہی اس نے اس جگہ
 درختوں کے جھنڈ پر ان کی نظرس تک نہیں جس پر رات ساہ
 کئے ہوئے تھے انہوں نے گاڑی کی رخاؤ دھم گئی۔

جانے کیوں انہیں احساس ہوا کہ درختوں کی ضرورت اس
 جگہ میں ماری ماری پھر رہی ہوگی نہ اس اٹالی کی بڑائی کا
 خیال آیا۔ تو انہوں نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔

حوالی شلواب کے کہتے ہیں ان کی آمد کے لئے کیلے تھے۔
 وہ تیزی سے گاڑی کی گھڑی میں بٹے گئے اور پھر طویل برآمد
 طے کر کے وہ اٹالی کی خواب گاہ میں آئے۔ خواب گاہ میں
 ٹیبل بپ درختوں کے شاخوں کی مدد میں چھوٹے چھوٹے پتوں کی
 کسی کتاب کا سا لہجہ کرنے میں موصوفی۔ انہیں اندازہ نہ تھا کہ وہ
 گاڑی پر کتنی اسے نظر انداز کرتے ہوئے اٹالی کی مسمری کی

شلواب مگر اس نے وہی اس غبار میں سڑک پر
 اچانک ان کی گاڑی رک ہو گئی۔ شب گاڑی ٹھیک کرتے
 ہوئے اچانک۔ چلنے والی تیز ہو میں انسانی سسکی بھی شامل ہو گئی
 ۔ انہوں نے سرائیلا کو دیکھا مگر وہاں کوئی نظریہ آبادہ اپنا وہم
 سمجھتے ہوئے پھر کام میں لگ گئے مگر پھر اسی سسکی نے انہیں
 بے چین کر دیا وہ سب سے کڑے درجے اور اہل کا جائزہ
 لینے لگے۔ وہاں کی کرب انگیز اسی محسوس کر کے انہیں جھڑ
 بھڑی کی آگ لگی۔

تیز ہواؤں کے سنگ زدہ سوکھے پتے اڑ رہے تھے جنوں
 کی لڑائی آہستہ اور بڑوں کی پر اسرار سرسراہٹ تاروں
 پر عجیب سی کیفیت طاری تھی شام دھندھے دھندھے دھندھے
 سڑک کے کنارے وہاں سے وہاں تک لیے لیے درختوں
 کے اس ذخیرے پر خزاں پوری طرح تسلط بھائی تھی۔
 درختوں کے کالے تنوں کے درختوں سے رہنے والوں کے نیچے
 سوکھے پتوں کی چادر سی چھٹی تھی جس میں درا کے شوربہ
 جھونکے بے چین کر رہے تھے ان درختوں کے پتوں پر ایک
 درخت کے پیچھے سے سفید ٹیبل اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا اور اسی
 درخت کے پیچھے سے سبیل بھی اٹھ رہی تھیں وہ چونک
 اٹھے اور پھر گاڑی بند کر کے وہ اس جانب تیزی سے بڑھنے
 لگے درخت سے باز اور سر نکالے ہوئے بری طرح درختوں کی جھڑ
 بھڑ میں شام کی طرح کر رہا تھا وہ غبار خطرہ لگ چکے پر کسی
 ہوئی کہ انہوں نے اس کی جانب سے متعلق نہ تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور ریزیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنگ نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1



ہوئے

طرف بڑھ گئے۔

”سب لوگ کدھر ہیں؟“

”اچھی آپ ٹھیک ہیں؟“

”کھانے کے کمرے میں“ ہارنے کے کتب کوٹنے ہوئے

ہارنے کی آواز خاموشی میں ابھری۔ وہ کتنی ہی دور تک لٹا
بی پر تھکے اسکی چپک کر نے رہے اور پھر شر سے لانی ہوئی
دوانیوں میں سے انجشن نکال کر اٹالی کو لکھا۔ یہ سب فلم
انہوں نے نہایت خاموشی سے کیا اور پھر وہ ہارنے سے خطاب

بتایا۔

وہ نیم روشن راہرواری طے کرنے ہوئے ڈرائنگ ہل
میں آگئے لیے چوڑے ڈرائنگ ٹیبل پر کمر کے سب افراد جمع

پرنسپل کی کتابی 125 اکتوبر 2014ء

”ہین۔ ہمارا“ تو بڑی مشکل سے بھل گیا۔

¹⁴ کتاب برہین حق و عیوب کافرانہ: ۱۰۸

”اے۔۔۔ کہیں بھی نہیں۔۔۔ میرے دل کے گوشے کا حصہ“

یہ کہتے ہیں کہ ان کی پیشانی کی ریزہ ریزہ حالت کا کچھ بھی سمجھنا ہی نہیں
- - - - -

"لقد بُرِلَ لِي نَفْسِي" وہ چمکیں سے توبہ نہ لائیں۔

نہج جو ملی کے گیت پر روشنی اور جھومر ستون میں
اٹھے تو اس نے اپنے اطمینان کا سانس لیا اور پھر خود کو اپنی
کو اپنے کچلے میں لے کر جاوے گا۔

[illegible]

صبح ہوئے سے پہلے دو لڑائی کر کرلو شاد و غم بہ نام کہہ گئے۔
 جس کی یہ خبر پہنچی تھی قربت انہوں نے سب سے دور رکھا کہ ملاطفت کے نام پر وہ غم
 سلوا کر لیا کہ لڑائی کو جس دن سے غم ملا رہا ہے سوچو کہ کچھ مستحسن اس
 کے درمیان نہکت یا پھر وہ روزی ہو جائے کہ کھانا کی زندگی بھلائی آگیا۔
 آگے نہ بھاگی پہنچ کر ہی تمام آدمیوں کو خاموشی سے سنا کر ہی وہ قہقہہ دیا اس وقت
 چلے گئے۔

2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 2681, 26

مگر کاجا اب کھڑی نیت چھوٹ کر پاپس مگر کھٹکے کو خوش کر
 رہا تھا اسلزام رام کر پی رہی ہے۔ یہ سب بتاتے تھے کہ لادری بڑی بلی
 کھڑی ہیں۔ بچے تھکتے تھے۔ مگر ایک کسٹری بلی سب سے
 اچھے اچھے مال کو لے کر آج گھوٹوں سے شہید لایا۔ اس کا شکریہ
 اتنی بچھڑ کے مینیوی ادا بے مل میں کافی طالع کہ ہر بچے کے گھر ان کو
 تھی آیتوں سے گھوم کر گھرنے میں دیکھا کہ بلی بڑے بڑے تھے وہ
 کئی دو رنگ دی تھی سیاہ گناؤں سے چھیل رہی تھیں۔ تھینہ کہو کہ
 تاجپہنچ کر غصہ ہے۔ تھتے تو کالی بلی کالی بلی کالی بلی کالی بلی
 کے جوہے تھیں جس کو توہ بکے تو نہ بکے نہ کھا کھا کھا کھا کھا

[illegible]

"کون؟" وہ کالجی لڑکا میری بولی بہت دیرینہ تھی یہ آگے
 بڑھے "گھبراہٹ سے ہم تمہاری فہم کو آنے نہیں..."

عاشق کی روشنی نے دین پر ہر دھڑکی بھی بند نہیں کی۔
 قلم و کلمہ کی شعلہ و دامن "عجائب" کی رچا رچا قیب خوار پر
 جلا گیا تھا۔ وہ قبول نہیں ہے بلکہ ہے
 "اتھ ترکا، واسے"۔^{۱۸}

”خداوند۔۔۔ سانپ نے بٹا چاٹا کھات لیا ہے تو وہ بھگتی ہے۔“

شرارت بہت گہر کر چوہلی میں لیں گے چرستے پر اپنی پستکیں لیں
جو ہمیں ابھروسی، چھینیں، زینے، جلدی بہت لیں گے تھکے ہیں
پڑا ہوا دوسرا کھینچا دوا میں کے ٹکڑے سے ناکو زخم کے اوپر اوپر
کس کس کو وضو طے بہت ہانڈو دیکھ لو رنجرت میں ہیں ہاتھ دھو لیں
کر کسی چیز کو حاکم جو کر کاٹاں گئے تھکے کھائیں گے جسے چاہی
یہ میں نہیں سمجھتا کہ نہ راستہ ہیں نہ لڑکی کے ہاتھ میں چوہلی
سرخ رنگ کی چوڑیاں تو زمانہ لڑائی کی دور سے نکلتی تھیں
ابھی خوب چوہلی کے ٹکڑے سے تھیں بے زخم فوراً ٹکڑے کا پتہ
کافی فرق ہے نہتہ نہتہ چنے لگا پھر لڑکی کی سہارا دیکھو وہ دل
غماز میں ہے باہر تھکے گھر گھر تھوڑی دیر جو جانے کے بعد
دشٹ اور کھڑکی سے کافی لڑکی کے کھڑکی میں زینے لگتے
بازوؤں میں اٹھا لگا لڑکی کی کھینچ چھینچ ہے کہ وہ لڑکی تو
نے جلدی سے گاؤں لٹارتی کی۔

”دیکھو کہ اسل اسل پر غنوں کی عیادی یہ دوتے دیتا ہے اسنو غنوں نے کھڑی کی نو قناد دے جاتے تو اسے اسل دیکھو اب اسے کی لڑکی کی بندہ دے گی انھیں دیکھو کہ اسل نے اسے دیا تو اس نے کیا پہنچا۔“

۲۸۔ منہو: ۲۹۔ تھلہ: ۳۰۔ مکیہ: ۳۱۔

طریق چنگے ہوئے سیدہ جن کے کونے پر ایسی طرف کلائی
 نقلاں خاصہ نے چہرے کے منہ پر کیں کو اور زیارہ چلا بخشی
 ہوئی خود چھوٹی سی اونچی تاک میں مقید کسل تک رہی تھی۔
 ”میں نے گمازین صاحبہ اور اسے چاہئے“

”انہل نے ان کی آنکھوں کے اگلے اپنا سفید رومل لہرایا“

اچھا بار اب تم جاؤ اور خدا امیہیں۔۔۔ ہم تو چلے گئی
خیمہ کے مزے لوٹنے، رات بھر جاگ کر اچھی خاصی طہارت
خواب ہو گئی ہے، دردِ شفی سے بولے اور بھر چلے گئے سب
ہی اس کی جگہوں سے بجلی سی جیسی بی اس کی اٹھتی کرنی نکلیں
رکھ کر وہ اس کے قریب چلے گئے۔۔۔ سارے۔۔۔ تبصیر کھول
کر اچھی نظروں سے اور حرا اور کھلا دھر اس کی نظروں میں
پہنکے تھیں اور پھر اسے غمِ بانیں بار اٹھیں۔۔۔ اس کے
چہرے سے دکھ اور کرب جھلک لگا۔

”و کجھ سہارا پر بٹھان ہونے کی ضرورت نہیں آپ کو اب کوئی پر بٹھان نہیں کر سکتا“

"اب مجھے کہیں لے آئے ہیں؟" اس نے سہمی سہمی نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔

”اب میرا کلنگ ہے اور کلنگ کے ساتھ ہی ناری سرلی ہے جس میں اجبروں لوگ رہنے ہیں اب آپ غلام نہیں ہیں مت سے لوگوں کے درمیان ہیں“ ازمین علی نے اسے دلا سلاوا۔

"بہ بچے دو پال لیں" نب انہوں نے اسے سہارا کر اٹھایا۔

جب آپ خور کو ہنسر بکھیں تو اپنی کہانی بلا خوف و خطر بیان کر رکھنے کا انداز نے ہر لے سے مسکرا کر کہا مگر سارا کی انکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زحمتوں اور کمزوریوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں تبدیلی آئی۔ اس تبدیلی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں تبدیلی آئی۔ اس تبدیلی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں تبدیلی آئی۔

☆☆☆☆

ماہنامہ سنی کربانی اور 128 فی اکتوبر 2014ء

نوٹ وقار کی طرف بڑھنا۔ "مگر لو پورے وہی ہزار روپے ہیں" وہ ہنسا وقار نے نوٹ گئے اور اٹھ گیا۔ "ٹھیک ہے مگر اس کو لے کر کہاں جاؤ گے" اس نے پوچھا۔

میں سے بہت دور پہاڑوں میں۔۔۔ علاقہ "غیر"۔۔۔ غائب میری فہم ارا کر کے بچھے۔۔۔ اس نے جگہ انے ہوئے سر کو ختم کر سونچا چاہا مگر اگلے ہی لمحے وہیں فرش پر جگہ ارا کر پڑی۔ اتہ درش آتا تو وہ گاڑی کی بجلی سبٹ پڑی تھی۔ اور گاڑی کی اگلی سبٹ پر وہی ڈھول کے تھے اور گاڑی انجانی راہروں کی طرف تیزی سے جاری تھی۔ وہ بے بسی سے لپٹی ڈسومبائی رہی۔۔۔ گاڑی اچانک رچکے کے ساتھ رک گئی۔ اس نے جلدی سے ڈاکھیں بند کر لیں۔

"یار اب خود اذرا م کر لیں" ان میں سے ایک بولا اور نے لڑکی کو دیکھا ابھی تک بے ہوشی ہے "کسی نے کہا۔۔۔ تب غلاموشی چھائی۔ اس نے بہت کر کے شیشے تباہ ہو دیکھا اور دونوں کچھ دور پر درخت کے نیچے بیٹھے کچھ کھا رہے تھے۔ یہ کچھ بالکل سسٹن تھی۔ سڑک کے دونوں طرف درخت ہی درخت تھے۔ ہولے ہولے سر پر شام کے گھلے مل رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے دروازے کو کھولا۔ قدرت میں تھی دروازہ ہوا آہستہ سے کھل گیا اور اس کی کچھ اذرا پیدائش ہوئی۔ وہ نیچے از آبی گاڑی کی اوٹ میں ہوئی ہوئی فریب کے درخت کے نیچے بیٹھے تھی۔ ایک درخت سے دوسرے درخت کے نیچے نیچے بیٹھے وہ ملتی در در آتی۔ اور پھر ساتھ درختوں کے ذخیرے کو کچھ کمدہ اور ہی تیزی سے بھاگتے تھے جب ہی ان دونوں نے اسے دیکھ لیا مگر جب تک وہ اس تک پہنچے در تیزی سے درختوں کے اس بیٹھ میں ہم ہر گز وہ بھی ذخیرے تک آئے اس کو تلاش کرنے رہے مگر ایک درخت کے نیچے کھڑی وہ انہیں نظر نہ آئی۔ اور وہ ناگہم ہو کر لوٹ گئے تب شام کے لیے ہونے رہے ساتھ میں اس نے پہلی علی لو اپنے فریب دیکھا

کے کہنے پر وہ ان کے بیچ میں آگئیں، بیگم سلطان کے کپڑوں کی وہ کہنے عرصہ سے سلائی کرتی چلی آ رہی تھیں اور اب ان کی سلائی کے علاوہ انہوں نے ان کے گھر کا کھم بھی سنبھال لیا بیگم سلطان کی نین بیناں اور ایک بٹاٹا کا۔ مٹوں اور ماں کے لیے جالا ڈھار کی وجہ سے بہت بگڑا تھا۔ سارا کو اس سے بہت زیادہ خوف محسوس ہو ناغیا تک اپنے لو پورے دلی وقار کی ہر نظر اتہ عجیب لکٹی تھی مگر وہ مجبور تھی جب تک کہ نہ اے کے بعد اسے کوئی اذرا مت نہ مل جاتی وہ یہ مگر نہیں چھوڑ سکتی تھی مگر اچانک اس رات اس کی افی کی طبیعت خراب ہو گئی اور مسلسل ایک ہفتہ بیمار رہنے کے بعد درات رہا نہیں بالکل خفا چھوڑ کر انجانی راہروں میں ہم ہو گئیں جن سے پلٹ کر کبھی کوئی واپس نہیں آتا۔۔۔ سارا سسکی رہ گئی بیگم سلطان نے بہت دیر سارا بچہ عرصہ بعد اس کے اسفالت شروع ہونے والے تھے ماں کی وہ افی ناغم کسی حد تک کم ہو گیا اسفالت کی مصروفیات میں اس روز کالج سے واپس آتی تو کچھ کوئی نہ تھا بیگم سلطان غالباً۔۔۔ بیٹیوں لڑکیوں کے ساتھ کبھی کوئی نہیں شام تک وہ شاگھر میں رہی رات بھی ہو گئی مگر کوئی۔۔۔ آتا نہ تھا۔۔۔

"سب کہاں ہیں"؟ وہ عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا جب اس نے لا علمی کا اظہار کیا تو وہ چلا بکارات بائے کون سا ہر غما کر جب دروازہ بچا۔ اس نے اٹھ کر کھولا آنے والے نے اس کے منہ پر دھال ڈال دیا اور اس کے ساتھ ہی دراندھروں میں ڈوٹو چلی گئی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

سارا کی جب کچھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو اجنبی ماحول میں پایا۔ پرائی طرز کے بے درے اس کمرے کی کھڑکیوں کے آگے ساڑھیں لگی ہوئی تھیں۔ جس کے پار دھار چند لڑکیوں کے ساتھ بیٹا بائیں کر رہا تھا۔ سیدر سارا بات سمجھ گئی۔۔۔ انہی لڑکیوں میں سے ایک نے دھروں

مجھی۔۔۔ کہ میں اسے ساتھ لے جاؤں۔
وہ چٹا۔ انارٹے ہوئے بولیں۔

ہا ہا ہا ہا

زلی شلاب فرسورہ در لبات کی طرح کھوں نمی۔
درلی شلاب اور شلاب نمکی ماکنی بنیم شلاب اپنی
خانہ الی در لبات کو اکھونے لخت بکری طرح چنے تے لکائے
برے نمی۔ اپنی انی در لبات کی بہتسہ را اپنی ایک بنی کو
چہا بکلی نہیں۔

انیم ازہا لہن کی چھوٹی بنی نمی۔ شجاعت بنی
لوکے کو پسند کرنے لگی نہیں۔ شجاعت کھانے رہے ٹھکانے کا
چشم و چراغ خلد بہترین ملازمت کے بعد جو اس کا بیہوش مستر
کر رہا تھا۔ انیم ازہا بات بہداشت نہ کر سکی اور بیمار ہو گئی
حتی کہ چن کے لایمے پڑ گئے۔ تب سادگی سے ٹکڑے چھانکر
انہوں نے شجاعت کے ساتھ اسے رخصت کر دیا۔ اور ساتھ
خیابان بھی ٹھہرے واک وہ اب بھی درلی فارغ نہ کرے اور
نہ ہی کسی قسم کا تعلقی اب اس کا درلی کے ساتھ ہے اور انیم
ازہا درلی سے ہر شے ہر شے ہر شے ہر شے ہر شے ہر شے ہر شے
ساتھ رہی نہیں اور پھر چیتے بھی، بنی کا رخ نہ کھلا رہا ہی
اے بارے کسی قسم کی کوئی اطلاع کوئی ہی نہ دی۔ یہاں تک
کہ کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس شہر میں جاسی نمی۔
پس بہت پہلے اڑنے اڑنے انہوں نے سنا تھا کہ وہ کسی خانے
میں ختم ہو گئی ہیں۔۔۔ انیم ازہا کے غلو، شلاب بنیم کے
نہیں جے اور ایک بنی اور نمی۔ بڑے بے خیال جن کی پیش
رواں نہیں عقلی 'سٹین اٹل اور درویشیاں وصال وینا۔
عقل شادی شدہ نے اور چار بچے تھے دوسرے فیروز
جھونے بے علی تھے ذہن 'زید شہان اور فرزانہ ان کی چار
رواں نہیں فیروزہ نمبر سب سے صوفے بے اکرام تھے
جن کی دو بیٹیاں سارہ 'ماروہ اور جانا حسن خاڑی سے ماروہ کی
نہت ملے بھی 'شہان سے زید کی اٹل سے فرزانہ کی بات

مگر انہیں بھی وہ ان لڑکوں جیسا سمجھ کر فرخوہ ہو کر بھاگ
اگئی۔ اور پھر جنگل کی راحتی رات میں وہ بے بہت زہرہ
خونہ زہرہ نمی اور سناپ کے کانٹے کھوڑو برداشت کر رہی
نہی کہ ذہن علیہ بارہ اس کی مدد کو پہنچے۔

"ہوں" ابائی نے اس کی ساری کہانی سن کر کچھ سوچا
اور پاس کھڑی ملازمہ کو فون لائے کہ کماڑی سے نیڑی سے
اٹاپی کی طرف دیکھا رہ بھی خود ہی ہر پہلے ان کی خواب گاہ
میں آگئے تھے۔

"فرستادہ رہا نہیں کوئی نہیں ہے اور ایسی بے سارا
خود فون کے لئے اور اللہ میں پاک۔ دینی ہے۔ میں ابھی فون
کئے رہتی ہوں۔۔۔ یہاں وہ لوگ ڈاکر نہیں لے جا رہی
گئے۔" انہوں نے مارا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر سوس
کی زردیاں پھیل رہی تھیں۔ اور آنکھیں بھی کی دھنی رہ
تھیں نہیں۔

"اٹاپی انی جی زلی میں ایک ٹوکی کے لئے پاک۔
نہیں ہے کیا ذہن علی نے احتجاج کیا ذہن اب خاموش
رہے اٹاپی سراخا کر عب سے بولیں۔ ملازمہ نے فون فون
دلا کر دیکھا۔ ابائی گھر پر سوچتی رہیں پھر بولیں۔

"ٹھیک ہے تم کر نہیں کے ساتھ والے کمرے میں
شعبہ در جلا۔ کہ میں اسے اس کا گھر دیکھا رہ کر نہیں کی
طرف نہیں۔

"مگر ابائی منیو کے ساتھ لاکر بالکل خالی رہا ہے۔"
ذہن علی اب اس سے زیادہ ہم کوئی اور مریالی نہیں کر
سکتے رہ، جھنجھٹ سے بولیں۔

"بابائے آپ اصرار کیا کر رہے ہیں۔" انہوں نے نیز
نظروں سے ذہن کو گھوڑا اور وہ ہلاکت ہوئے چلے گئے۔

"اور تم سنو لڑکی"

وہ اس کی طرف منوجہ ہو گئیں۔

"یہاں رہتا ہے تو اپنی حیثیت بھی نہ بھولتا تم نے
اور بھائی کی شنا کی تو ہم نہیں بہت سی میں رہیں رہیں بگے

ٹے بھی۔

دہلی کے لیے لے جے۔ اندوں میں ان سب کے فیضے
گو تھاکرے تھے راہداریاں ان کے غزروں کی نہایت
روغن افزاء تھیں۔ لائسنس میں ان کی لمبی محفلیں تھیں مگر میں
تو کراچیوں کے حساب سے ان کی خدمت میں ہر وقت تیار
وہنے اٹلی کی سب سے بڑی پٹی انجم ذرا شاواب تھرت
پا ہر باہمی نہیں اور ان کے دواؤں کے تھے۔

ہٹا ہٹا ہٹا ہٹا

دہلی کا کمرہ اعلیٰ فرنیچر اور دہلی تالیفوں سے
آراستہ تھا۔ خرابی و روزوں اور کٹر کپڑوں پر محفلیں پر مہ
لہرائے کروں کے باغیچے سامنے اٹلی کا خاص لانا تھا جس کے
دوسرا سنگ سرسری ہو، دس والا شاواب تھا اور راج میں پھلی
کے جسم کا فوارہ تھا۔ جس کے سے پانی کی پوند بنی۔ دوسرا
کی طرح ہر وقت گرا نہیں ہو، رات کو پھلی کے ہنسنے کی
آہستہ سرخ روشنی خارج کیا کرتی اور دیکھی دو تھی۔ سب
پانی کے نظروں پر پڑتی تو وہ سرخ دہلی بن کر بھٹلا اٹھتے۔
تھکوں کے ساتھ والے ان میں چھوٹی سی سرخ چھروں کی
بارود دی تھی جس کے پتھوں پچھت سے کئی بھولے لنگ
وہے تھے۔ اور دو دواؤں پر پانی، ایک پر دے پڑے تھے
یہ لڑکیوں کے لئے تھا۔ اور دوسری طرف ان میں آؤکوں کے
لئے بیہوش ٹھیکے کا انتظام تھا۔ دہلی کے پچھلی طرف
توکروں کے گھر تھے اور دہلی کے ساتھ دہلی ٹی ٹیلیفک تھا۔
انہی خوب صورت دہلی کی ماکین شاواب بیگم بہت
خفت گیر اور دولت کی شہدائی تھیں انہی بڑی دہلی اور
شاواب گھر کے علاوہ بہت زیادہ زمین کی ماکین تھیں
و صنعت دولت نے انہیں ایک چیز فراوانی سے عطا کی وہ تھی
بھونے اور کم نہایت لوگوں سے متوجہ نفرت اور دھم
نفرت سے تیار دواؤں کا دہلی۔

ہٹا ہٹا ہٹا ہٹا

سادا کر بہن کے ساتھ پاروچی خانے کا کام سنبھالنے
گئی۔ اٹلی سے اسے ملازموں کے ساتھ رکھ کر اس کی منیبت
جنا دی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا تیار تھا۔ سادا کی اناؤں و خود
داوی پر وہیں علی چاہتے تھے کہ اس لڑکی کو بھی دہلی کی
دوسری لڑکیوں کی طرح سمجھا جائے۔ سادا جیسی چمھی کسی
سلیمی دہلی لڑکی تو کروں کے ساتھ رہنے کے تھکن نہ تھی۔ وہ
چاہتے تھے کہ سادا پانی کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دے تو
کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔ سب دھم کاؤ کر اٹلی
سے کرتے مگر اس کا موقع عین بھائی نے نہ دیا۔ اندوں نے
بڑے ابو سے کہہ کر سارا کو دہلی اور دہلی کو بڑھانے پر لگا دیا۔
سلیمی بھانجی نے اپنے ساتھ والا کمرہ اس کے لئے بہت کر
دیا۔ بہن وہ دہلی اور دہلی کو بڑھلا کر رہیں گی۔ زمین بھانجی
سلیمی کے اس فیصلے سے مطمئن ہو گئے۔ ”بہن“ ”زیں“ اسے
پکارنے دے کرے میں چلے آئے۔

”بولی آپ کی محی کہاں ہیں؟“ وہ سارا پر ایک نظر ڈال
کر بولے ”گھلائی ظوار اور دوسرا پھول دواؤں میں اس کے
دوب ٹاچا طلع تھا وہ کتاب ہاتھ میں لئے بیٹھی تھی اور
اس کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو کتاب میں گم کر
لیا۔ بہن بوجہ زراں کی اس اور کو وہیں پہچان گئے۔“ ”فرزادہ
نہی کے ساتھ باؤں تھی ہیں۔“

”اور سوئی۔۔۔؟“

”وہ بھی ساتھ ہی تھی ہے۔“

بولی نے اپنا سا ہاتھ اٹھا کر

بولی آپ کی مس آپ کو بالکل غلط پر حساری ہیں۔
وہ شرارت سے بولے تو سادہ نے ان کی طرف گھبرا کر دیکھا۔
”کب اکل؟“ آپ نے بالکل غلط سا بولہ ”بولی چاؤ کی
سے نہا۔

”بولی آپ اکل سے کہیں یہ خود بڑا سادا کریں۔“

سارا کتاب پر نظر جماتے ہی بولی۔

”بہن تو آپ کو بس لانا کہتے آئے ہیں کہ یو دہلی خانے

"ہاں ہمارے صحن میں کیا کر دی؟" وہ زہت کر پوچھنے لگی۔

"بیکو بھی نہیں بتی" وہ قسم لگتی۔

"نہیں ہے۔ ہے ہم تو کدوں کو اس لان میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔" وہ بولیں جیسے پوہی رنایا کا عالم ہیں۔

"اپنی حیثیت مت بھولو" وہ حفاظت سے بولیں تو سارا اپنی بے عزتی پر کھول گئی۔

"بیکو صاحب انسان ہونے کے ناطے سب کی حیثیت ایک ہی ہے مگر شاید آپ انسانوں میں سے نہیں کسی اور مخلوق سے ہیں۔"

وہ شلاب بیکو کو ہمت دہی بات کہہ مٹی تھیں ہذبات نے اس کے مجھے سوچنے کی صلاحیت جھین لی تھی۔

"سارا" شلاب بیکو جنہیں۔

"ہم تھیں اس لئے گوارا کرتے ہیں کہ ہم ہمارے چیتے پونے کی دہ سے اس تریلی میں آئی ہو۔ ورنہ اس بات کا جواب ہم نہیں اچھی طرح سمجھتے۔"

وہ غراہ سمجھتے ہوئے مٹی تھیں اور وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کر دردی۔ شلاب بیکو اس کی بے عزتی کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانستہ نہیں تھیں۔

اگلے روز درپہر کو زہن اس کے کمرے میں چلے آئے۔

"سارا مجھے امید نہ تھی کہ آپ اتنی تہ بد نہیں کریں گی۔"

زہن علی ہونٹ کانٹے ہوئے بولے غصہ ان کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا غراہ خاموشی سے سر نہ کانٹے نہیں دی۔

"آپ کو ان سے معافی مانگنا ہوگی۔" وہ زہت لگی۔

کے کلام محمود زکریا کی اور سونی کو پر حجاب اور دلی رفت لیا ہے کی بنیاد میں صرف کریں۔"

زہن علی نے دل کی بات کہہ دی۔

"ڈاکٹر صاحب میں ایک بیوہ اور بے بس لڑکی ہوں۔ آپ مجھے اپنی اہمیت نہ دیں کہیں بڑی بیگم مجھ سے اس گھر کا سزا بھی نہ لیں۔" وہ کتاب کی سطح پر انگلیاں بھیرنے سے بولے ہوئی

زہن نے وہ کمرے اس کی جھلی ٹوکلی پکلیں دیکھنے سے۔ اور پھر خاموشی سے چلے گئے..... مگر مٹی کی رات اپنے ڈھیل میں زہروں ساری پیش سمیٹے چلی آئی۔ لو کے خیمے سے ہڑت کو جانے دے دے بنے زمین بارش کی بو دھو کے لئے زہن دی تھی۔ انہیں پر گڑا سا چاہا تھا۔

رات کا جانے کون سا پر خاکہ اندہ کرتے میں سارا کا دم سمجھ لگا۔ وہ درپہر شافو پر ڈالنے ہوئے باہر چلی آئی۔

ساتھ شلاب بیکو کے لان میں فوارے کی پھلکی کی آنکھیں سیاہ رات کے اندہ جہرے میں انگوروں کی طرح دھک دی تھیں۔ جس کی پر اسرار سی سرخ روشنی میں پانی کی بو دھیں

رازے کی شکل میں گر رہی تھیں۔ شلاب کے ساکن پانی میں رات کی مگر خاموشی میں بو دھیں گر کر دل سوز موسیقی پیدا

کر رہی تھیں۔ شلاب کی سفید منڈ پر سارا پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ گئی۔ ٹھنڈے پانی نے جب اس کے پاؤں چھوئے

تو اس کو سکون سا لگا جانے وہ کتنی دہر وہاں بھی رہی کہ جب ہی جیسے آہٹ ہوئی نہانے خوف سے اس کی آنکھیں پھیل

تھیں۔ اس نے گھوم کر دیکھا رات کے اندہ جہرے میں اتلی کا سفید غراہ اس نے دیکھ لیا۔ تیزی سے اس نے پاؤں پانی

سے باہر ڈھل لئے اور منڈ پر سے نیچے اتر آئی۔

"کون؟"

اتلی کی بارعب تو آواز گونجی

"میں سارا ہوں بڑی بیگم" وہ کانپتی ہوئی فوارہ میں

جس۔۔۔ سب کے ساتھ تم بھی جا رہا تھا۔ کچھ دیر

بعد وہ بولے۔

"مگر میں نہیں جاؤں گی۔۔۔ کام سب ہے۔"

"پہن شات سے کمر درنگ وہ سب شعلہ لے گی"

سوئی پٹی کو اگر جا چکی تھی اب وہ دونوں اکٹھے تھے

نہ ہی سارا ہو چکا پڑی۔

"چھاپیں پٹی۔۔۔"

"نہیں! وہ پلٹ کر آئیں دیکھتے تھے محراب دہم بند

اندرونی دروازے سے نظروں سے گھوٹی: دوئی زمین خلیانی

طرف بڑھ گئی۔

"اٹلی کے سر میں درد ہے۔ کوئی اچھی سی دوا دے

دیں۔" اس کے غصہ میں پڑ پڑا کرتے: وہ نہ دیکھ کر مارا

سمجھتی اور پھر جلدی سے کھینک سے نکلی گئی۔

☆ ☆ ☆

گیت: سب لوگ جمع تھے۔ لڑکیاں سندی کے خصل

نصائے آہستہ آہستہ گاؤں کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ بچی

شام میں جلتی ہوئی موسم بیاں بڑی ہمارا کھادی نہیں۔ اسی

ٹریوں کے درمیان سارا اپنے حسن کی بجلیاں گرا رہی تھی۔

سندی رنگ کے شہرے بار بار اسی سلازمی میں اس کا سراپا

سب میں نمایاں تھا۔ باؤں کی لمبی سی پھوٹی اس کی کمر لہرا رہی

تھی۔ بلکہ ایک آپ میں وہ بڑی پھارٹی لگ رہی تھی۔ سب

لڑکیاں گاؤں میں بیٹھ گئیں۔ جب ہی کہ نہیں سارا گویا نے

اٹنی۔

لڑنے لڑنے کے ساتھ وہ اٹلی کے کمرے میں

واپس رہتی انہوں نے ایک نیرنگہ اس پر ڈالی

"کس کی عبادت سے تم جا رہی تھیں؟" معلوم نہیں

کہنے کام کر رہے تھے۔

"شبان نے مجھ کو کہا تھا کہ وہ سلازمی کا حلقہ دے گا

انگل شعلہ لے کر دے پٹی۔

سارا سارا سارا دن پورچی خلتے میں مصروف

رہتی۔ ان کا کام ہوا کہ جلی سنا رہے تھے کبھی وقت نہ ملا اور پھر

سندی کی رسم نکال دینا۔

شام کو سب لوگوں نے سندی لے کر بڑی پھوپھو کے

ہاں جاتا تھا۔ اس لئے وہ پھر سے سب جانے کی سارا باں

کرتے گئے۔ سارا لڑکیوں کو تھادی میں دھر دے رہی تھی

بھئی کسی کی سلازمی اسزری کہتی تھی کے بل پٹائی دیکھ کے

سینڈل صاف کرتی۔ لڑکیوں کے کمرے میں اچھا خاصا ہنگامہ

برافٹا نہ ہی سلی بھائی کی موٹی میڑھوں سے گرمی اور

ہاتھ پر گرمی سی خراش دیتی۔

نورہ اسے پکارتی بیوی کو کھر دیتی۔

"سارا جی پلٹو! سوئی کو پٹی کرو! لاؤ! زمین کے کھینک

سے مجھے ابھی سستی بناری کرنا ہے۔"

"کھینک! آج کھانا! وہ سوئی کو گور میں لے جے ہوئے

جیرانی سے بولی

"ہاں کچھ ضروری مریضوں کو چیک کرنا ہے بھابھو"

فرزانہ گفتگو بند کرتی ہوئی زمین علی مریضوں سے فارغ ہو

کر اٹھنے والے تھے کہ سارا پہنچ گئی۔

"ڈاکٹر صاحب! انہوں نے خطر افکار سے دیکھا

کاشی بے سے سوٹ میں اس کا گلابی رنگ کلام کی کمزرت کی

وہ بہت دور رہا تھا۔ تھکی تھکی آنکھیں اور اچھے اچھے ہاں

اپنے میں ہی وہ! نہیں بدی مند تھی۔ ان کتنے ہی دنوں میں

انہوں نے اسے دیکھا تھا وہ نہ ہر وقت بار پڑتی خلتے میں

تھکی رہتی۔ "سوئی کو چوت لگ گئی ہے پٹی کروں۔"

وران کی گرمی نظروں سے گھبرا گئی۔

"اپنی حالت دیکھی ہے؟" سوئی کو پٹی۔ نے ہوئے

انہوں نے حکایتی انداز میں کہا

"ہی۔۔۔ کام سب ہے ہاں نہ: رفتہ نہیں

۔۔۔"

"لاہے میں کر رہی" سارا نے ان کے ہاتھ سے

شرٹ لے لی۔ زمین دہن اس کے قریب ہی ہوئی گئی پر
بیٹہ گئے۔ تب نبیائے الہامی سے ایک اور غرارہ اور سوت
نکل آئی۔

"سارا اب انکار نہ کیجئے گا یہ بالکل نابے بہ پس
ہیں۔"

اس نے انکار کرنا چاہا مگر زمین بول پڑے۔

"کچھ دیر شیو" سارا کہی پہننے گی" جانے ان کے لیے
میں کیا تھا کہ وہ انکار نہ کر سکی بارات کے استغیل کے لئے
سب لڑکیوں کے درمیان کھڑی تھی عقید غرارے میں وہ
ایک انوکھا روپ لئے ہوئے تھی تو سب ایک آپ میں اس کا
روپ دک رہا تھا۔ نیز رنگ کی عجبی آپ اسٹک سے اس کے
ہونٹ چمک رہے تھے ہونٹوں کے قریب سیاہ فانی پر زمین کی
نظر تک کر رہی تھی۔ لڑا جانے اس قلم روپ کیوں نہ سب
سکی اور انابی نے نظروں ہی نظروں میں زمین کے چہرے پر
آنے والا رنگ بھانپ لیا۔

"سارا۔۔"

انہوں نے اسے پکارا وہ قریب چلی گئی۔

"نارے کمرے میں تو" در غرارہ سنبھائی ہو گئی
آگے بڑھ گئیں تب زمین بھی ان کے پیچھے چل رہی تھی
میں جا کر وہ بیٹھ پڑیں۔

"تمہیں کل ہم نے منع نہیں کیا تھا" ہم اپنی سطح سے
اڑنا جانے کی سوچ رہی ہو کوش ہو چلا اپنے کمرے میں
قریب میں شامل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں"

تب زمین ہر طرف اٹھا کر اندر چلے آئے انابی نے پلٹ کر
انہیں دیکھ لیا۔

"اٹھا" انا سفاک رو بہ اعتبار نہ کر رہی ہر مجلس کی
عزت ہوئی ہے۔ آخر آپ اس لڑکی سے اتنی شدہ نفرت
کیوں کرتی ہیں۔"

"جی اچھا وہ آپ سے ہوئی۔"

"اور یہ کپڑے بدل ڈالو" نہیں پسند ہمیں نمناکوں

بنا سورتا"

وہ تحفہ اٹا کر زمین پر لیں۔۔ سارا جانے کو چلی

"اور سنو ہم زمین کے کلبک میں کیا کر رہی نہیں"

آسے ساری بات سمجھ میں آگئی۔

"لڑا، ہی نے جیلا ہو گا۔۔ موتی کو چنی کر دئے مٹی

نہی۔"

"خیر اور تو نے زمین زمین سے بات بھی کی"

وہ خاموشی سے باہر آگئی دروازے پر زمین چلی کھڑے

تھے ان پر ایک ذہنی نظروں لگنے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی لڑ

زمین بھی خاموشی سے پلٹ گئے۔

☆ ☆ ☆ ☆

ایک روز صبح ہی بارات کے استغیل کی یادیں
شروع ہو گئیں سارا اٹھانے کے کمرے میں تھی اور فرزانہ شہانہ
کے کپڑے اسٹری کر رہی تھی رات بھر اسے لٹک سے بند
بھی نہ آتی تھی۔ اس لئے اب آنکھیں پوچھیں اور سر بھاری
بھاری محسوس کر رہی تھی۔

"سارا اپنے لئے بہ اسٹری کرلو"

فرزانہ نے اپنا گالی غرارہ اور سوت بیٹہ پر پکڑ لیا۔

"میں فرزانہ میں کوئی دوسرے کپڑے پہن لوں
گی۔ آپ کے دیئے تھے کپڑے ابھی اسی طرح پڑے
ہیں۔"

وہ جلی کی لڑکیوں نے اسے ہجڑوں کپڑے پہنے

تھے۔ جو بہت کم سارا نے استعمال کئے تھے۔ سارا اٹھ کر

کر رہی تھی۔

قریب کھڑی شہانہ نے بھی اصرار کیا جب ہی زمین

آگئے۔

دری تھیں۔ خیالات سے پیچھا بھڑوانے کے لئے بارہ دری میں آگئی۔

باہر چاندنی جنگلی ہوئی تھی۔ سرد ہوا کے جھوٹے اس رسات کی رات کو اور خوشگوار رہا ہے تھے پورا اچھا سرد کے درخت کے اوپر مسکرا رہا تھا۔ دوسفید کیزوں میں کوئی جنگلی برنی روح لگ رہی تھی۔ وہ بارہ دری کی سیز صیایاں چڑھتی برنی ایک جھوٹے۔ آکر بیٹھ گئی۔ رات بالکل خاموش تھی۔ سب اپنے کمروں میں سو خواب تھے۔ بارہ دری کے دروازوں پر پڑے جالی کے پردے ہوا سے اڑ رہے تھے اور اب چاند ان ہالی کے دروں سے جھانک رہا تھا۔ وہ ہولے ہولے جھولا جھولنے لگی۔ بالکل اوجھل جھولے پر رکھے اوٹے ہاتھوں پر کسی کے ہاتھ ڈگنے اور ساتھ ہی جھولا بہت اونچا اڑ گیا۔ وہ گھبرا گئی تھی۔ سیز بارہ دری میں گونج گئی تھی۔ اب اس ہولے کو دو بچپن گئی چاندنی میں نمایاں رہا۔ زمین تھا سا اڑ رہی تھی۔

”اڑ گئی۔۔۔“ وہ اسے جھولا جھولانے ہوئے رجھ رہے ہوئے۔

جواب میں وہ ہنس دی بڑی دل فوازیسی تھی اس کی انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور بارہ دری کی سیز میں اپنے پاس بڑی دیر تک وہات انگلیوں میں سموتے رہے۔ اٹھتی کرتی بلکلیں لئے سربراہر گھائی برنی دری تیار ہوئے۔

”اٹھتی بلکلیں گئی سارا اور پھر ہاری خوب صورت زندگی کا آغاز ہو جائے گا۔“

”زین۔۔۔“ وہ بلی ہفتہ سارا نے انہیں پکارا۔
”روایات بہت مضبوط ہوتی ہیں کسی کلو جو دسپ ان سے ٹکرا جائے تو پاس پاس ہو جاتا ہے۔ مگر ان روایات میں شکاف نہیں پڑتے۔۔۔ زین آجے حقیقتوں کی باتیں کریں افسانوں کی دنیا ہو تو بڑی دلچسپ ہے مگر چند لمحوں کے بعد اس کے رنگ سادہ رہتے ہیں۔“ وہ ہاتھوں کے پالے میں چہرہ نکالے دھیرے دھیرے ہلکی۔۔۔ ہلکی۔۔۔ مٹا۔۔۔ اٹھا۔۔۔

”زین اب خاموش رہیں۔“
”مگر اب میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ اب کوہنار رہ رہ رہا ہوں۔“

”زین اب اس لڑکی کے سامنے تیار ہی ہے عزتی کر رہے ہیں۔“ اٹھتی کے چہرے پر جلال آبل۔
”اٹھتی زین بھی سرخ ہو گئے۔“
”اس بچ لڑکی سے ہم ملدی کرنا چاہتے ہیں نہ تیار ہی سہی اور آخری سنا ہے۔“

”زین اب بھول رہے ہیں کہ ماہو اب تہ منسوب ہے۔“
”مگر مجھے انہیں نہیں۔“

اٹھتی کی ہوتی کی ٹھکرایا جائے وہ بھی ایک کم حیثیت لڑکی کے مقابلے میں دو کیسے برسات کر نہیں غصے میں ان کی دیکھیں پھر بھڑانے لگیں مگر پھر بھی وہ ایک دم خاموش ہو گئیں اور پھر کچھ کہنے پھر کرے سے علی گئیں۔

”ان کی گہری خاموشی سارا اور زین کو حیرانہ کر گئی تھو اب جگم جگم ہستی کا یوں خاموش ہو چکا بڑی عجیب بات تھی۔“

☆ ☆ ☆ ☆

بارت اٹھتی اور پھر نشست؛ وہ بھی گھر میں سوت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ سارا نے اٹھتی کے سامنے جانا چھوڑا۔ زین سے اٹھتی یونہی ہٹتی رہیں جیسے انہیں زین سے کسی قسم کی کوئی شکایت اور اختلاف نہیں۔ زین اسے اٹھتی کی نیم وضامندی سمجھے کہ وہ بیسے کی طرح ان سے پار گئی ہیں۔ مگر یہ ان کی بھولی تھی۔۔۔ تھو اب جگم جگم ان کی ہر ضد مان سکتی تھیں مگر یہ نہیں۔۔۔

آخر سارا ان کی اس گہری خاموشی میں بہت کچھ محسوس کر رہی تھی۔ وہ اس سناٹے کے بچنے طوفان کا پور سن رہی تھی۔ اس رات بھی اس قسم کی موصل است۔ بے کل کر

علی غلام شہ سے اس کی تحریر پائی تھی۔
 یہ نودہ سمجھ گئی تھی کہ کمرے میں اس خاتون کے منظر

ساتھ کسی خاص مقصد کے لئے اسے بلا گیا ہے جب تک اس کے ذمہ کمرے کے باہر رک گئے۔ اس کے جاتے ہی خاتون بے صبری سے بول پڑی۔

”ہجتم صاحب لڑکی خوب صورت ہے مجھے بہت پسند آئی ہے۔“

”نہلم جانی اس کی کبھی خوب صورتی تو ہمارے پوتے کو رہو اور نہ گنتی ہے۔ اس نے ہماری پوتی کو ٹھکرانے پر مجبور کر دیا ہے اُسے ہماری پوتے نے اس کی وجہ سے ہماری بے عزتی کی ہے۔ ہم بھی اس چٹھڑی کے واسطے میں رسوا بنیں اور وہیں سے اس کی ہمارا انتقام ہے۔“

فہست کہاوا کہوں اس کو ہر غلاب کی "نہلم جانی کی
تو ازاد ہم ہو گئی تھی۔

”اس کی بھی فہمت ہے کہ اس کا سہارہ ہم ہمارے
خاندان سے ہمیشہ کے لئے ہٹاؤ۔“

”پھر کب لے جاؤں میرا سے“

”مکمل رفاقت اسے اس کے کمرے سے اغوا کرکروالہذا
یہ اس طرح اس جلی کا پیچھا چموزے کی اور میں پوری جلی
میں مشغول کر رہی تھی کہ سارا جھاگ گئی ہے۔“ شلواب بنیم
کی حوا ازیر اسرار اور گئی۔

”بجگم صاحب! ہمارا اصول چہرے کو رکھ لینا ہے۔ یہ پیاس بزار پلے رکھ لیں“ اب سارا میرے کاروبار کی جگہ ہے۔ اب کاب اس پر کوئی حق نہیں۔ میں کل رات اپنی جگہ مائی کو اٹھوا لائوں گی“

اس سے آگے سننے کو کہا، گیارہ کلنوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگ آئی۔ اس نے پورے افسار کو باہر نکھارات مکمل طور پر اپنا سلسلہ برعکس کیا۔ وہ دھم دھم سے جتنا کہ بیاہ پر پائی پوزیٹاں مارنے لگی۔۔۔ اس کی آنکھوں میں برسات اتر رہی تھی۔ اس نے اللہ کوئی سے سفید غلام کی کمر بستہ جھباہا۔

پس مگر ”پچھوہ کنفی ہی دہرات آئندہ زندگی کے سندر
سننے رکھاتے رہے۔“

☆ ☆ ☆ ☆

انابی کے کمرے میں چائے پئے کر دیا، اپنے کمرے میں آکر یوں بے سوز پر زخمی جیسے مٹیوں کی مسافت طے کر کے آئی ہو۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ پورا جہاں سینے سے نہن تھا۔ رخساروں پر زردی پھیلی ہوئی تھی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور کانوں میں گھنٹھروں کی نیز جھنکار گونج رہی تھی اس نے گھبرا کر اپنے پیروں کو دبکھا کر رہاں کچھ نہ تھا۔ یہ صرف اس کا وہم فساد آنکھیں میں مندرے کر رہے اندھا زردی۔

”نہیں۔۔۔۔۔ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ میں
مر جاؤں گی۔۔۔۔۔“

در زب زب کر دو رہی تھی۔ شام تک وہ اپنا پرہیز
زندگی پر آئوہ بھائی رہی۔ شاداب بیگم انتقام لینے کے لئے
سندھ کر رہی تھیں جس پر اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ آج
رو پروردہ کریمین کے ساتھ بد رچی خانے میں مصروف تھی کہ
جب سی ایٹھ پہنچی اس نے اسے جانے اپنے کمرے میں
لائے کو کہہ گئی کیونکہ ان کی بہن شادی کوئی عزیز سہیلی اپنی دہلی
تھی۔ جب سی ایٹھ رو غلام رو جانے کا حکم رہے آئی نہیں۔
دور نہ شادو بد رہی وہ بد رچی خانے کا رخ کر تیں۔ ان کے
کمرے میں جب وہ تھو تو وہیں بڑی خوب صورت خاتون
بہنیں تھیں، تین زورات سے لدی اس خاتون کے سارا کو
رکھنے کا انداز بڑا عجیب تھا۔ جب تک وہ جانے پہنچا رہی وہ
اس کا بڑی گھری نظر سے جانتا رہی۔ سارا کو اس کا بہ
انداز اچھا نہ لگا۔ جب ہی شاداب بیگم نے اسے جانے کا حکم
دیا۔

”اکثر صاحب بارے میں نے کہا تھا کہ حفیظوں سے کھلا جائے نورہ غصہ ہاگ ہو جاتی ہیں اب تک روایات ہی انسانوں کو کھائی دئی ہیں۔۔۔ کوئی نہیں۔۔۔ جو ان روایات کو کچل ڈالے اور وہ سب کچھ کچل ڈالیں گی۔ مجھے اب تک رہا ہے جیسے روایات کی کڑی زنجیریں میرے چاروں طرف حصار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا حصار افنا تک ہو گیا ہے کہ میرا دم گھٹ جانے کو ہے۔ اس طرح کی نفرین کو کوئی فوٹا رتے ”رہ زمین علی کے کندھے سے لگ کر سسک پڑی۔“

”سارا۔۔۔ کیا بات ہے کہا نہیں کسی نے کچھ کہا ہے؟“

”نہیں۔۔۔ کسی نے کچھ نہیں کہا۔۔۔“ اس نے جلدی سے ”نوسہ“ دیا۔

”اچھا چھوڑو یہ باتیں اور بسکی بھکی بانس رکھیو۔“

”نکلیں کب سے میرے پاس ہیں؟“ نہیں کچھ پتہ نہیں۔“

”مجھے معلوم تھا اب ہی کے پاس ہیں۔“

”یہ اس رات میں نے نصارے بازو پر پٹی کرنے ہوئے انداز لئے تھے۔ ان کی وجہ سے ہی پٹی میں بند کئی تھی۔ لاڈ پتلونوں۔“

اس نے بازو ان کی طرف بڑھادیا۔

”تیرے خوب صورت نکلیں ہیں۔“

”یہ میری امی کو میری مانی نے پہنائے تھے۔ انہوں نے مجھے مرنے وقت دے دیے تھے۔ اس پر میری امی فہم بھی لکھا ہوا ہے۔“

”اچھا۔۔۔ میں نے رکھا نہیں“ وہ اس کے ہاتھ سے لٹائے ہوئے ہوئے

”اچھا اب جاؤ۔۔۔ کتنی رات ہو چکی ہے۔۔۔ سونا نہیں۔“

”اب نوسہ دیتی ہے۔۔۔“

اس کے لیے میں عجیب سی بے بسی تھی وہ اٹھی اور

اس کے قدم ہولے بولے اٹھ رہے تھے۔ درجی پہنک نکلتا تھا ہاگ ہاگ سب ارگ غالباً سو گئے تھے۔ چپکی سی چاندنی میں چلتی ہوئی زمین کے کمرے میں اٹنی زمین نے رکھا۔ سارا سفید غرارے میں غراؤپوں کی آن پنا لئے ان کے کمرے میں کھڑی ہے۔ وہ جو لیٹنے بڑے سنگھوں سے کھیل رہے تھے۔ چوتھ کرانٹھ بیٹے۔

سارا اپنے چہرہ پر گھٹی مسکراہٹ سجائے ان کے قریب چلی دئی۔ ”ابن علی اس رات کی چار بج سے بڑے حیران ہوئے۔“

”اکثر صاحب۔۔۔“ اب بارہ رات میں چلیں۔

”نہ کی رات سے خوب صورت ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ زور انسان کی طرح چلنے ہوئے بارہ رات میں آگئے۔ وہ سبز جیوں پہ بیٹھ گئے۔ دونوں طرف خاموشی غمی ”جب ہی سارا اس خاموشی سے ٹھہرائی۔“

”کچھ بولیں؟“ اکثر صاحب۔

”زمین ہولے سے مسکرائے۔“

”جیسے یہ بارہ رات ہی بہت پسند ہے“ وہ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے پوچھنے لگے۔

”ہاں بہت اچھی لگتی ہے پر سکون تکہ فوے ہم نے عدد دیکھ کر کئے تھے ناں۔“

”وہ بڑی غصہ ہوئی آواز میں ہول رہی تھی۔“

”اکثر صاحب اگر میں مزاجاں نوعدہ کریں مجھے اس جگہ اس بارہ رات میں دفن کریں گے۔“

”اس کی فراز میں غمی تھیں تھی اور زمین علی کو اس کی اس بات پر جھنجھری سی آئی۔“

”مارا کیسے کیسے میں بات کر رہی ہو کیسی بھکی بھکی بانس کر رہی ہو تم۔“

وہ استہجوز ذکر بولے ”یہ وہ نہیں دی اور نہ کبھی

”اس گفتگو سے اس آدمی کا مطلق۔۔۔“

”الہامی اس کی شکل انہم آراء سے کس قدر ملتی

ہے۔“ جو ابھڑے۔

”ہاں پہلے میں بھی اسے دیکھ کر دھوکہ پڑی تھی۔“ ان کی آواز کانپ گئی۔ سب حیران اور ہلکے ہلکے تبہ بن گئے۔

زین نے خط پڑھنا شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب! اسلام آخر میں سوجنی ہوں اب نے مجھے اس جنگل میں سر نہ دیا ہوا تو آج مجھے ڈروا ہے ہاتھوں اس طرح زندگی ختم نہ کرنا پڑی۔ مجھ جیسی لڑکی کو اب نے دو بی کی عزت بنا کر چاہا تو جی جگمگ بہ رداشت نہ کر پائیں۔ ”خلل میں کبھی مات ڈاکٹر صاحب نے ہند کیا ہے؟ ہم جیسوں کے پاس تو اس عزت کی دولت ہی ہوتی ہے۔ اب میں نے اس عزت کی طرف لیٹروں کے ٹاپک ہاتھ بڑھنے دیکھے تو اس کو پہچانے کے لئے صرف ایک ہی راہ ملی وہ بھی موت کی راہ۔۔۔

میں خود کتنی پہچوں مجبور ہوتی۔۔۔ تو شمس!

بڑی جگمگ نے مجھے بچا اس بار روپے میں غلبہ پائی تھی ہاتھ آن دوپہر فروخت کر دیا تھا اور کل رات اس کے لوگ مجھے اٹھا کر لے جانے والے تھے اس کو سہری خوش نصیبی سمجھنے کے میں نے ان کا مارا اور گرام سن لیا۔۔۔ اس طرح وہ اپنی پائی کی راہ بنوا کر ناچا پائی نہیں اور ساتھ ہی مجھ سے انتقام بھی لینا چاہتی تھیں۔

مجھے جگمگ صاحب میں جا رہی: دل اب ڈپ کو کوئی پریشان نہیں کرے گا۔ مجھے موت تو گوارا ہے مگر دس اٹھائیں نہیں۔

ڈاکٹر صاحب میرے پاس صرف دو ٹکٹیں ہی تھے جنہیں چھوڑے جا رہی ہوں جو میری ماں کی بٹائی ہیں۔ انہیں ماڈو کو درملانی میں دینے لگا۔ اور مجھے معاف۔۔۔ میں فو میں عہد بھانج تھی۔ میرے ہاتھوں میں پڑی چوڑیاں ہی تھے۔ موت کے پاؤں میں لے جائیں گی۔

☆ ☆ ☆ ☆

اتنی صبح کھانے کے کمرے میں سب لوگ ناشتہ کر رہے تھے۔

جب ہی شاداب جگمگ ہوئی

”کرمیں۔۔۔ ہمارا نظریہ آری وہ ابھی تک اٹھی نہیں۔“

کر نہیں چاہی کی نہ دیکھنے کے بعد اس کے کمرے کی طرف چلی گئی کہ وہ کبھی کبھی طبیعت خراب تو نہیں اس کی۔۔۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ اس کی بھاگتی چلی آئی۔

”بڑی جگمگ صاحبہ، تو چلی گئی“ کرمیں کی آنکھوں سے رساں دس دی تھی۔

”گلب۔۔۔؟“ سب کے منہ سے ایک دم نکلا۔

”ہم نے کہا تھا کہ ایسی لڑکیوں کا کیا اعتبار“ شاداب جگمگ بولیں زین غازی سے اٹھے اور اس کے کمرے میں ڈھلے ان کے چپے دو بی کے سب لوگ نئے نو سب پہنی چھٹی آنکھوں سے ہمارا کے بسری طرف دیکھ رہے تھے۔

جہاں سفید کمرے دوپٹے کے اٹے میں اس کا چہرہ ایک طرف ڈھکا ہوا تھا۔ خون کی سونہری دھاری اس کے سرہ یونٹوں سے نکل کر تھکنے کو سرخ کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی پرسکون اور فحش مند سکراہٹ تھی۔ سفید کپڑوں میں اس کا دروں کی طرح سفید جسم ساکن پڑا تھا۔ لڑکیوں کی جگمگ میں گونج گئی۔

زین علی اس کی مسسری کی پٹی پکڑے حیران حیران نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔

”الہامی۔۔۔ بہ خط اور گفتگو“ زین نے سب کو متوجہ کر دیا۔

گفتگو دیکھ کر الہامی بول پڑے تھے جسے سونے میں باٹ جائیں۔

”یہ گفتگو ذرا انہم آراء کے ہیں۔۔۔“ یہ انکشاف

”انجانی راہوں کی مسافر“

کبھی افسردہ فحوں میں
کبھی خنای کی غیر شہوں میں
تم کو ماہی سی ستائے گی
نوناہمی بار آئیں گے۔۔۔۔۔

خزاں موسم میں جب سرچھری درختی ہوا نہیں
زرد پتوں کو اڑائیں گی
نوناہمی بار آئیں گے۔۔۔۔۔

ہوا ہے ہم شمار سدا سطر بار مسلسل ہیں
شمار کی پر سکون سی زندگی میں ایک ڈپل ہیں
ہماری ہی رچ سے نم پ ہے مٹن ستر جاری
عجب سی کشش میں ہر
عجب سا خوف ہے طاری
ہماری ہی رچ سے ہم کو
ان سے۔۔۔ ان سے۔۔۔ ان سے۔۔۔

لوگوں کی باتیں سننا پڑتی ہیں
 بھی باتیں بجا اپنی جگہ ہوں گی
 مگر جان فٹلو کچھ لینا
 جب گزر جائیں گے یہ لمحے

ہر شے رکشی اپنی
خسارے واسطے کھوے گی
فوتی ہے۔۔۔۔۔
بست رو با کرو مجھے یاد کر کے ہم کو
لیکن ہم۔۔۔۔۔

وہاں ہوں گے جہاں سے لوٹ کر کوئی مسافر نہیں سکتا

تب شہزاد بگم نہ رہی
 "سارہ میری بیٹی" وہ اس کے مراد جسم سے پلٹ
 گئیں۔ چھانوے کی آگ کے شعلے انہیں حصار میں لے
 گئے ہر شخص کی آنکھیں اٹھکھار نہیں۔ وہ فریب آگروں
 دو پہلی گئی تھی۔ مگر کوئی اسے پہچان نہ سکا۔ وہ اپنی ہوتی ہوئی
 بھی راہی رہی۔

☆☆☆☆

بارہ درہی کی چھت کے نیچے سلا الہی خند سوری
 تھی۔ اس کی قبر در رہے روشن ہے ابک و خنودی و ہر پہلے
 شلو اب بگم جاکر مٹی نہیں آورد سرازین علی نے جلا باخدا۔
 راست بالکل تشار و خاموش تھی ہوئی پر موت کا شکار
 مغل سرد ہوا کے جھوٹے کی سرسراہٹ کچھ کہہ دی تھی۔
 بارہ درہی کے دروازے سے لگے زمین علی چونک چونک
 جانے نور احادی اراس خند۔۔۔۔۔

سارا کی رات نے حوصلے کے یہ جاموں کو سرور کردیا تھا۔
 زمیں ملی باگلں خاموش ہو گئے تھے۔ سارا کی سارا کی رات رہ
 سارا کی فہرہ مگر ادا رہے۔ سب سے ان کی حالت رکچہ کر رہے
 نکل ہو جانے۔

ہوا پھر زور سے چلی۔۔۔ اس کی سربراہت نے پھر سرگوشی کی تار۔۔۔ س۔۔۔ را۔۔۔ زمین نے پانگوں کی طرح گھوم کر چاروں طرف دیکھا پھر ہوا کی سربراہت کی آنکھیں نہ کھلائی۔

✶ ✶ ✶ ✶

(محمد انوار الحق طاہر کلایہ)

(پیارے بھائی! خلاصہ عجیب و غریب ظاہر کے نام)

انچارج۔ عائشہ حبیب

عائشہ کے ٹوٹکے

اس عنوان کے تحت ہمیں ”گھریلو ٹوٹکے“ ارسال کریں ہم اسے آپ کے نام سے شائع کر دیں گے۔ اس کالم میں مرد حضرات بھی شرکت کر سکتے ہیں۔ خواتین چاہیں تو اپنی تصویر کے ساتھ بھی ٹوٹکے شائع کر دیتی ہیں۔

کھلے عائشہ کے ٹوٹکے۔ ماہنامہ سچی کہانی 29 صبیح بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

سلاکس مشین میں ڈال کر چلائیں داخل روئی سلاکس
مصلحے کی خوشبو اور چمکانی کو جذب کر لے گا۔ چائے
کا قہر موس اگر کانی عرصے استعمال نہ ہو تو اس میں
ناگوار بوی پیدا ہو جاتی ہے اس کے لیے ہمیشہ قہر موس کا
ڈھکن یا نوکھلا رکھیں یا اگر بند رکھنا ضروری ہے تو اس
میں تھوڑی سی چینی ڈال کر رکھیں ناگوار بو نہیں آئے
گی۔ چھریوں کو رنگ آلود ہونے سے محفوظ رکھنے کے
لیے ان پر دھواؤ قہر مکیسرین یا مشین کا تیل لگائیں اور
استعمال سے پہلے دھو لیں۔

☆ شازیا انصاری۔ سلاواہی ضلع سرگودھا

آئینہ، لیمب بلب کو چمکانیں

شیشے کی آرائشی اشیاء آئینے یا لیمب بلب کو
چمکانے کے لیے کپڑے کے چھوٹے ٹکڑے کو اسپرٹ
میں بھگو کر ان اشیاء پر لگا لیں پھر اخبار کی مدد سے
صاف کر لیں۔ آپ کی پرانی اشیاء صاف شفاف ہو کر
چمکنے لگیں گی۔

☆ مہدی۔ لاہور

☆ ☆

شملہ مریج

شملہ مریج پیٹ کی خفیہ پیاریوں سے محفوظ رکھتی
ہے۔ کینسر کے خلیات دئیومر کو آکسیجن کی بھرپور
فراہمی روک دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے خلیات مردہ
ہو جاتے ہیں۔ شملہ مریج خلیات دئیومر کو آکسیجن کی
فراہمی بحال رکھتی ہے۔
شملہ مریج کا استعمال ہارٹ ایک سے محفوظ
بہتفا ہے۔ اس کا ذیلی استعمال قبض کی پرالہم کو دور کر
دیتا ہے۔

☆ آمتر دنداوا۔ کراچی

چکن کے لیے آزمودہ ٹوٹکے

چکن میں کام کرتے ہوئے مختلف Tips پر عمل
درآمد کر کے بہترین نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں مثلاً
فرائنگ چین کو صاف کرنے کے لیے اس میں لیووں
کی چھال اور نمک تھوڑے سے پانی میں شامل کر کے
ابالیں اور چولہے سے اتار لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر اس
مخلول سے اسٹیچ کی مدد سے چین کو اچھی طرح صاف کر
لیں۔ چوپریا منسٹر کو صاف کرنے کے لیے بریڈ کا

پیغامات کوپن ماہ اکتوبر 2014ء

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب کو "ماہنامہ سچی کہانی لاہور" کے ذریعے سے مختصر پیغام دے سکتے ہیں۔ سچی کہانی لاہور کے متعلق آپ ہمیں اپنی آراء بھی دے سکتے ہیں۔ ہر پیغام کے ہمراہ اس مادہ کا کوپن کٹ کر ارسال کریں۔ مگر آپ کوپن نہ بھیجنا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ پیغام مختصر یعنی 10 سے زیادہ لائن پر مشتمل نہ ہو۔ ورنہ آپ کی تحریر شائع نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ اپنی تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خواتین اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کو بھی لازمی روانہ کریں۔

کے انچاس سرج پنڈا مات..... ماہنامہ مچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

شمع فروزاں

ہے جہاں جگہ جگہ درو کے پہونے لگے ہوئے ہیں۔ دل کے درو کی دوا صرف تخلص اور کلوز فرینڈز ہے جو بہت مہربان ہو۔ تنہائی کے غراب اور جورت سے بچنے کے لیے ”پچی دوستی“ اشد ضروری ہے۔ میرا بیجا ماسن اور محبت ہے۔

دوستی سمندر ہے، دوستی کنارہ ہے
دوستی تھ دنیا میں جینے کا سہارا ہے
☆ ☆ ☆
☆ ☆ ☆

پیغامِ مہتاب چپنا کے نام
سرسئی اور لہنشین آواز کی مالک مہتاب چنا صاحبہ
آپ ہماری ہمدیدہ ملوکارہ ہیں۔ آپ کے گیت
کانوں میں رسیں گھولتے ہیں اور دل جھوم اٹھتا ہے۔
میرے پاس وہ الفاظ نہیں جس سے آپ کی آواز کی
تعریف کر سکوں۔ عرصہ ہوا آپ کی دلکش آواز کو سننے

زندگی اور اسناد وہیں کچھ سکھاتے ہیں..... فرق صرف اتنا ہے کہ اسناد سبق دے کر امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے.....! دنیا میں سب سے اچھا غصہ ”وقت“ ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر آج کسی کو

اپنا وقت دیتے ہو تو آپ اسے اپنی زندگی کا وہ چل
دیتے ہو جو کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ وقت کی قدر اس کے
گزر جانے کے بعد ہوتی ہے۔ جو فوس وقت کی قدر
نہیں کرتی وقت نہیں بناو ویر باؤز لیل دخوار اور عجاج
بنا دیتا ہے۔ وقت بہت بے رحم اور ظالم ہے۔۔۔ پدارے
دوستو! ہمیں وقت کی بے رحمی سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

قابلیت اور کردار زندگی میں سناٹھ ساتھ چلنے
ہیں۔ قابلیت آپ کو بلندی تک پہنچانی ہے جبکہ کردار
آپ کو ہمیشہ بلند رکھتا ہے۔ ”زندگی“ ایک مٹی چادر

10867 حیدر GPO دھندھ ناظم آباد کراچی
موبائل نمبر 0300-2253370

☆☆☆

پروانے کی پکار

حسن دیکھنے والوں کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔
عاشق لوگ ہمیشہ دماغ سے نہیں بلکہ ہر چیز کو "دل"
کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ غصہ بنائی، بربادی اور فنا
ہونے کا نام ہے لیکن اگر سچائی کا جذبہ زندہ ہو تو اس
بربادی میں دوحانی مسرت ملتی ہے۔ محبت دوا مل 2
فہنوں اور دماغوں کے ملاپ کا نام ہے۔ یعنی محبت اور
روشنی کے لیے وہی ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ محبت
ایک بلا وجہ فنی تکلیف اور دل کے دو کا نام ہے۔

ہاتھ میں جگنو نہیں، کوئی ستارہ کب خدا
چمک بس دود کی تھی، کوئی ہمارا کب خدا
اس کے کانٹوں سے ہوئی اور وحشی چھلتی میری
وہ اک گھٹا بیڑ تھا، ہمارا سہارا کب خدا

سب سے بڑا ستم یہ ہے کہ انسان جس سے
محبت کرتا ہے۔ وہ وفا نہیں کرتا۔ محبت میں ناکام اکثر
لوگ آپ کو شرابی پاگل اور شاعر بنے نظر آئیں گے۔
بہار تو صرف بہار ہے اور جب یہ ہو جاتا ہے تو کچھ
نہیں دیکھنا۔ جس سے پیار کیا جائے ضروری نہیں کہ
وہ بھی پیار کا جواب دے دے۔

اتنی سی داستان ہے فطرت حسن و عشق کی

تو "شیخ" بن گئی تو میں پروانہ بن گیا.....!

☆☆☆ محسن، بشیر موبائل نمبر 0300-6242575 سحرارت

☆☆☆

ہوئے..... دعا ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں خوش و خرم
ہوں۔ آپ ہمیشہ اپنی شریں آواز کا جادو جگانی وہیں
اور ہم آپ کی آواز سے لطف اندوز ہوتے وہیں۔

☆☆☆ چوہ دی قبر جہاں علی پوری
معرفت ذکر بائیں اولاد بکسر انگ لولہ دی گیت ملان

☆☆☆

آج کی محبت رورہی ہے.....!

میرا نام دے تو سچی بات ہے کہ آج کل میں
کنام ہوں۔ لیکن پھر بھی بتا دیتی ہوں میرا نام محبت۔
میں وہی ہوں ماں کی مٹا میں باب کی دعا میں بہن
اور بھائی کے درمیان دوستوں کے درمیان اور اول
سے رشتی ہوں اور دودلوں کے درمیان..... چاہے وہ
دل ہیرا برائے خدا کا ہو یا سکی بنوں کا۔ لیکن افسوس میرا
واج سب کے دلوں پر پہلے تھا۔ اب میرا واج میرے
نام ہی رہ گیا ہے۔ بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ میری
سلطنت لٹ چکی ہے میرے سب سامنے کزور ہو چکے
ہیں اور جانتے ہیں کہ مجھے لوٹنے اور میرے سامنے
کو کزور کرنے والے کون ہے؟ کوئی اور نہیں میری
دشمن نفرت اور اس کے ساتھ خدا، غیبت، بے وفائی،
بے ایمانی، "من تمام نے مل کر نفرت کو مضبوط بنا دیا
ہے۔ ہائے میں بے چاوری محبت ختم ہو رہی ہوں۔
خدا بابر مجھے بچاؤ میرے سامنے ہوں (مسادات اخوت
ایمانداری) کی حوصلہ افزائی کرو۔ ان کو حوصلہ دوان کو
قتل دو۔ دودھ میں ختم ہو جاؤں گی ہمیشہ ہمیشہ کے
لیجے۔

☆☆☆ ایس۔ ایجاز احمد۔ پوسٹ بکس نمبر

عزیز قارئین!

سلام غلام! آپ کا اپنا خام انسانیت سید راحت علی شاہ (روحانی سکار) آپ کے کالم روحانی دنیا کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے اور بدیہ سلام پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک آپ کو اپنی امان میں رکھے (آمین)

ناکامیاں آپ کا مقدر ہیں۔۔۔؟ نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ تو اس قدر مایوسی کیوں؟
ناکامیاں نا اتفاقیوں گردش حالات تمام گھریلو کاروباری پریشانیاں تمام الجھنیں تمام رکاوٹیں خاندان کا مناسب رویہ دشمنوں حاسدوں کا خوف اولاد کا نہ ہونا معذور پیدا ہونا بندش شادی بندش رشتہ طلاق عزیزات جاذبہ کلام کے برے اثرات کی وجہ سے برابری تمام روحانی جسمانی اور آسمانی بیماریاں سرگی ڈپریشن نرینہ اولاد کے لئے رابطہ کریں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج میں اپنی ذات کے حوالے سے مطمئن ہوں کہ کبھی خواتین و حضرات اپنی زندگی خوشگوار مثالی اور پرسکون طریقے سے گزار رہے ہیں یہ علم حق کی سچائی کا ثبوت ہے کہ وہ اپنی منزلوں پر کامیاب کامران دکھائی دیتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں میرے جیسے حقیر کے لئے دعائیں کرتے ہیں تاکہ میں وہی لوگوں کے مزید کام آسکوں ہم بھی حقوق خدا قارئین ماہنامہ بچی کہانی کی خدمت کے لئے **0300-6483614**

(24 گھنٹے موجود رہتے ہیں) تاکہ آپ ہم سے رابطہ کر کے فیض باب ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے آپ نے حصول مقصد کے لئے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ غلط ہو یہ بھی حقیقت ہے کہ الجھنوں پریشانوں میں گھبرا ہوا انسان وقتی طور پر اس قابل نہیں رہتا کہ وہ راہ نجات خود ہی تلاش کر سکے لہذا آپ ہماری خدمات حاصل کریں دنیا کے قدیم اور پراسرار علوم کے ذریعہ آپ کی مکمل راہنمائی کریں گے۔ انشاء اللہ آپ کامیاب ہو گئے۔

تمام قارئین کرام سے امید راتھی ہے کہ آپ کا تعاون اسی طرح جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدمت انسانی میں عبادت ہے

شاہین چوک جی ٹی روڈ سبھرات پاکستان

سید راحت علی شاہ 0300-6483614

پیشہ نبی کہانی 145ء اکتوبر 2014ء

☆ آسیب میری جان نہیں چھوڑتا تھا ☆
 ﴿رقیہ خانم﴾ اسلام آباد ﴿﴾
 سوال = مجھ پر آسیب کا اثر تھا مگر والوں نے بہت سے سببوں، عاملوں سے رابطہ کیا مگر آسیب نے میری جان نہ چھوڑی اور نہ ہی آسیب میری شادی ہونے دیتا تھا..... آج بھی اثرات نے میری زندگی ہوا کر دی تھی۔ ہر دقت کمرے میں بند رہتی تھی۔ میں اپنی سرِ بے بن کر رہ گئی تھی۔ میری والدہ نے ”ماہنامہ سچی کہانی“ پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے مجھے اپنی بیٹی سمجھنے ہوئے میرے لیے مشکل ترین عملیات خود کہے..... جو میرے بس کی بات نہیں تھی۔ ان کی بدولت مجھے آسیب سے نجات ملی میں تو دن رات آپ کو دعا کہتی ہوں اور اپنے جیسی بہنوں اور بھائیوں کو مشورہ دیتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے ”آپ“ سے رابطہ کریں ﴿﴾

جواب = بیٹی رقیہ خانم صلیب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ پر جو آسیب کے اثرات تھے ان کا خاتمہ ہوا۔ آپ تارل زندگی بسر کرنے کے قائل ہوئی اور خوشی کی بات یہ ہے کہ آسیب آپ کی شادی میں زبردست رکاوٹ بنا ہوا تھا مگر اب

آپ کی شادی ہو رہی ہے دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو سدا شاد و آباد رکھے (آمین) آپ سے انہاس سے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب اہم اسعزاد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یار رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... ﴿﴾

☆ حالات بگڑ رہے ہیں ☆

﴿محمد عارف﴾ ﴿﴾
 سوال = ہم دن رات محنت کرتے ہیں کہ کسی طرح حالات برقرار رہیں مگر جوں جوں کوشش کرنے ہیں۔ حالات مزید بگڑ جانے ہیں مگر بلو اور کاروباری حالات ابتر ہو چکے ہیں۔ بہت پریشانی ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد ”313 مرنہ واللہ سمیع علیہم“ (سورۃ آل عمران آیت نمبر 34) پڑھیں ازل و آخر تین تین مرنہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل چاند کی 2 تاریخ سے لے کر 22 دن تک جاری رکھیں آپ بہ عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ﴿﴾

﴿﴾ یہ گھر شگندہ کنی غرض تلوے بے بھروسہ بہن بھائیوں میرے ساتھ رابطہ کریں۔ میں آپ سے ایک نوٹ کمال کی دوری پر موجود ہوں۔ نوٹ ملائے اور آزما لے۔ کاسیائی بخشنی غور پر دیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ﴿﴾

آباد و شاد رہیں (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور لعل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب امیر اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حضور کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔
انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ میری بیٹی بے اولاد تھی ☆

☆ کلمہ مہتمم ☆
نواب شاہ: (سندھ) ☆
سوال = میری بیٹی کی شادی کو آٹھ سال ہو چکے تھے مگر ہماری بیٹی بے اولاد تھی اسی وجہ سے آئے روز جھگڑے ہوتے تھے۔ سسرالی طعنہ دیتے تھے۔ ہم والد بن جس ہم سے اپنی بیٹی کی بے بسی نہیں دیکھی جانی تھی۔ ایک دن میں نے "باہنامہ بچی" کو اپنی "پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انہوں نے نہایت خلوص اور ہمدردی سے مجھے بتائی مجھے ہوسے تمام مشکل ترین عملیات خود کیے..... جو میں نہیں کر سکتی تھی۔ ان کی بدولت آج ہماری بیٹی صاحب اولاد ہے اور ہماری بیٹی اب سسرال میں سب کی آنکھ کا تاریں ہوئی ہے خدا گواہ ہے کہ میں تو دن رات آپ کو دعا میں دیتی ہوں اور اپنی جیسی دیکھی ماؤں بہنوں کو مشورہ دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے

☆ شوہر نے مجھے اپنے پاس بلا لیا ہے ☆
☆ روجی سکیل ☆ فرانس (FRANCE) ☆
سوال = میرے خاوند مرصا آٹھ سال سے بیرون ملک فرانس میں تھے ان آٹھ سالوں میں نہ تو وہ واپس آئے اور نہ ہی مجھے اپنے پاس بلا یا۔ عزیز رشتہ دار عجیب و غریب باتیں کرنے لگے۔ ان سے صرف فون پر بات ہوتی تھی بہت پریشانی تھی میں نے کسی عزیزہ کے کہنے پر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انہوں نے مجھے بتائی مجھے ہوئے بہت محنت اور خلوص سے تمام عملیات جو کہ بہت مشکل تھے خود کیے..... جن کی بدولت آج میں اپنے شوہر کے پاس فرانس میں ہوں اور میں بہت خوش و خرم زندگی بسر کر رہی ہوں میں تو آپ کو دن رات دعا کہیں دیتی ہوں اور اپنی جیسی دیکھی بہنوں کو مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

☆ جواب = بچی روجی سکیل صلیب امیں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا شوہر راہ راست پر آگیا ہے اور آپ کو اپنے پاس فرانس بلا لیا ہے جہاں آپ بہترین اور خوشگوار زندگی بسر کر رہی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو مزید خوشیاں عطا فرمائے اور آپ سدا

☆ اولاد (خاص کر اولاد مزینہ) کے لیے بہشتان بہن بھائیوں میں آپ سے ایک فون کال کی دوری بہت زیادہ ہوں۔ فون بلائیے اور آزمائیے۔ کامیابی جتنی طبع پر ہوگی..... ☆

نام عملیات جو کہ بہت ہی مشکل تھے وہ انھوں نے خود کیے..... ان کی بدولت آج دی ساس' نندیں مجھ پر مہربان ہیں اور اب ہر کام میں مجھ سے مشورہ لیتی ہیں۔ اب شوہر بھی ہمارا خیال رکھتے ہیں اب گھر میں مجھے ہر طرح کا سکون ہے۔ میں دن رات آپ کو دعاؤں کی دیتی ہوں اور میں اپنی جیسی مجبور اور بے بس بہنوں کو مشورہ دیتا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = "بہی صدف شہزادی صاحبہ! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا گھر ایک مثالی گھر بن گیا ہے۔ آپ کی ساس' نندیں اور شوہر آپ کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو سدا آباد و شاد رکھے (آمین) آپ سے انسان ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب اہم اے زاہد صاحبہ! جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ میری تمام اولاد نا فرمان تھی ☆
 ﴿غلام رسول﴾..... ﴿ابو کاؤڈ﴾
 سوال = مہری بچیاں اور بچے سب نا فرمان تھے

حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆
 جواب = "بہی کلثوم بیگم صاحبہ! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کی بیٹی شادی کے آٹھ سال بعد صاحب اولاد ہوئی۔ اب تمام سسرالی اسے چار کرتے ہیں اب آپ کی بیٹی سسرال میں بہت خوش ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کی اور سب کی بیٹیوں کا گھر آباد و شاد رکھے (آمین) آپ سے انسان ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب اہم اے زاہد صاحبہ! جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ سسرال میں نے جینا حرام کر رکھا تھا ☆
 ﴿صدف شہزادی﴾..... ﴿کوٹلی﴾ (AK) ﴿سوال = شوہر بہت پریشان کرتے تھے۔ ساس' نندوں نے میرا جینا حرام کر رکھا تھا۔ بہیرے شوہر کو پتی بڑھا کر مجھے شوہر سے مراد پتی تھیں۔ آئے روز کسی نہ کسی بہانے سے مجھے ذلیل و رسوا کرنے رہتے تھے۔ زندگی اجروں ہو کر رہ گئی تھی۔ ایک دن "ماہنامہ بچی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہوئے وہ

﴿اولاد﴾ (خاص کر اولاد نرینہ) کے لیے بہ نشان مبین بھانجیاں ہیں آپ سے اب فون کال کی دہری پر مہرہ دیں۔ فون ملائے اور آزمائے۔ کامیابی بخشنی طور پر ہوگی..... ﴿ماہنامہ بچی کہانی﴾

ایم اے زاہد صاحب جناب طاہرین صاحب
اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد
رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔
انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ گھر میں اتفاق نہیں ہے ☆

☆ حامد محمود ☆ نارووال ☆
سوال = میرے گھر میں اتفاق نہیں ہے گھر کے تمام
انفرادی اپنی اپنی بول رہے ہیں۔ ایک دوسرے
کی بے عزتی کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں ان کو سمجھا
سمجھا کر تنگ آچکا ہوں۔ آپ سے التماس
ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟
جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ تمام اہل خانہ پابندی نماز کریں اور ہر
نماز کے بعد دو شریف بکثرت سے پڑھیں
اس کے بعد 100 مرتبہ اے بے کبدوں
کبدہ وا کبدہ اکبدہ "پڑھ کر اس کے نگیوں
پر چھوٹک ما دوں۔ مدت عمل 40 روز ہے۔
خیال رہے کہ ایک دوسرے کا تکبر استعمال نہ
کریں ☆

☆ ساس مجھے چغل خور اور فتنہ انگیز تھی ☆

☆ زنگس ☆ راولپنڈی ☆
سوال = میری ساس مجھے پودے خاندان میں چغل
خوار اور فتنہ کے نام سے مشہور کرتی تھی۔ میری
ساس ہر کسی سے مجھے فتنہ کی جڑ کہتی تھی۔ میری

ہمدانی بے عزتی کرتے تھے۔ صرف اپنی بات
منواتے تھے دوسرے کی نہیں سنتے تھے اسی وجہ
سے میری بیٹیوں کے دشتے بھی نہیں ہو رہے
تھے۔ ہم پودے خاندان میں بدنام اور ذلیل
ہو رہے تھے۔ میں نے "ماہنامہ گچی کہانی"
پڑھا آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے
رابطہ کیا انھوں نے پوری لگن اور محنت سے وہ
تمام عملیات خود کیے..... جو میں نہیں کر سکتا تھا
اور ان عملیات کی بدولت اب میری ایک بیٹی
کی شادی طے ہو گئی ہے۔ سب بچیاں اور
بچے فرما خیر واد ہو گئے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا
ہے کہ میرے گھر میں کوئی طوفان تھا جو اب ختم
کیا ہے میں تو دن رات آپ کو دعا میں دیتا
ہوں اور اپنے پیسے بہن بھائیوں کو مشورہ دیتا
چاہتا ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل
کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں
جس کی رحمت سے آپ کی اولاد واد راست پر
آگئی ہے اور آپ کی ایک بیٹی کی شادی طے
ہو گئی ہے اسی طرح دوسری بیٹیوں اور بچوں کی
شادی بھی طے ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ اور آپ کی اولاد کو
عقل سلیم عطا فرمائے (آمین) آپ سے التماس
ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور
نفل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب

☆ اگر طلاق کا مسئلہ ہے تو فوراً حل ہو گا۔ بہن بھائیوں میں آپ سے ایک فون کال کی دہائی پر
☆ جو بہنوں، فون لائے اور آزمائے۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی ☆

دیکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔
انشاء اللہ تعالیٰ..... آمین

☆ بچیوں کی شادی پر بندش تھی ☆

☆ فاطمہ النساء، کہ بابتی بہن
سوال = میری بچیوں کی شادی نہیں ہو رہی تھی بچیوں
کی عمریں بڑھ رہی تھیں۔ میری نکاح کی نیند
اودوں کا جتن قسم ہو چکا تھا کوئی بیل سکون
نہیں تھا۔ ایک دن "ماہنامہ بچی کہانی" پڑھ کر
آپ (سید و احسان علی شاہ صاحب) سے رابطہ
کیا انھوں نے مجھے بتائی سمجھتے ہوئے وہ تمام
عملیات جو کہ مشکل تھے۔ جو میں نہیں کر سکتی
تھی خود کہے..... جن کی بدولت میری ایک
بہن کی شادی ہو گئی ہے اور دوسری بہن کی نسبت
ٹھیک ہو گئی ہے میں تو پھر سے زندہ ہو گئی ہوں۔
خدا گواہ ہے میں آپ کو دن و رات دعا کرتی
رہی ہوں اور اپنی جیسی بھی پریشان بہنوں کو
مشورہ دیتا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے
مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ
کریں ☆

جواب = محترمہ بیٹی فاطمہ النساء صاحب! میں اس
ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی
رحمت سے آپ کی ایک بہن کی شادی ہو گئی
ہے اور دوسری بہن کی نسبت ٹھیک ہو گئی ہے ان
پر جو "بندش شادی" تھی اس کا خاتمہ ہوا۔ دعا

میں نے مجھے کہیں کا نہیں دے دیا تھا۔ ہر
برائی میرے نام لگا کر مجھے بدنام کرتی تھی۔
میری ساس نے مجھے زندہ دو گور کر دیا تھا۔
میں بہت تنگ آ چکی تھی۔ ایک دن "ماہنامہ
بچی کہانی" پڑھ کر آپ (سید و احسان علی شاہ
صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے مجھے اپنی
سمجھنے ہوئے میرے لیے مشکل ترین عملیات
خود کہے..... جو کہ میں نہ کر سکتی تھی۔ ان
عملیات کی بدولت میری ساس واہ و است پر
آج بھی ہے۔ اب میری ساس میری تعریفیں
کرتی ہوئی نہیں سمجھتی۔ اب میں بہت خوش
ہوں اور میں آپ کو دن و رات دعا کرتی رہی
ہوں اور میں اپنے جیسی بہنوں کو مشورہ دیتا
چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے
حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = بہن! میں شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ
انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ
کی ساس وادراست پر آ گئی اور اب آپ کی
برائیاں نہیں کرتی۔ بلکہ آپ کی تعریف کرتی
ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو سدا سلامت
اور سدا خوش رکھے (آمین) آپ سے گزارش
ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور
نفل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب
ایم اے ولید صاحب جناب امین صاحب
اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعا میں باو

☆ اولاد کی نافرمانی سے معاشرہ..... میں آپ..... اللہ تعالیٰ میں آپ سے ایک دن کمال ملی
رہی ہے..... اور وہی..... ان ملائے اسرار..... میں آپ کی تعریف کرتی رہی..... آمین

اسمائے الحسنیٰ

کامیابی کا راستہ

کیا آپ بے اولاد ہیں اولاد ہو کر مر جانی ہے
بامعذور پیدا ہونی ہے یا صرف لڑکیاں ہی پیدا
ہونی ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ رابطہ کریں۔ ہم
دعا کے قدیم پراسرار علوم کے ذریعہ سے آپ
کی مکمل رہنمائی کریں گے۔ خالق کائنات
آپ کو ضرور نیک اور صالح فرزند عطا فرمائیں
گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ☆

ہے کہ اللہ پاک! سب کی کنیوں کو اپنے اپنے
گھر میں سدا سکھی رکھے (آمین) آپ سے
اتماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ
کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے
بعد جناب ام اے زائدہ صاحبہ جناب طاہرہ امین
صاحبہ اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعا میں
یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے
گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ☆

☆ نحوست ہی نحوست ہے ☆

☆ عبدالستار ☆ سوال: ہمارے گھر میں نحوست چھائی ہوئی ہے جس
کی وجہ سے گھر کے اخلاقات عقائد پریشانی
اور بیماری کا غلبہ ہے۔ اس نحوست کی وجہ سے
ہر فرد ایک دوسرے سے لڑتا ہے۔ آپ سے
اتماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟
جواب: بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد 313
مرتبہ واللہ غفور رحیم (سورۃ الف
عمران آیت نمبر 13) پڑھیں اول و آخر میں
تین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا
کریں آپ یہ عمل چاند کی 3 تاریخ سے ملے
کر 23 دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل
بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ☆

☆ کالے علم جادو نوٹ نے برباد کر دیا تھا ☆
☆ محمد حسین ☆ سوال: ہر چیز آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ صحت
کاروبار رشتہ داری غرضیکہ ہر چیز ہمارا سانحہ
چھوڑ رہی تھی۔ ہم بالکل اکیلے اور تنہا کے
کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ میں نے "ماہنامہ
سچی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ
صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے نہایت ظلموں
محنت سے ہمارے لیے مشکل زمین عملیات
خود کیے۔ جو ہم نہیں کر سکتے تھے۔ جن کی
بدولت ہماری جان جادو نوٹ کالے علم کے
اثرات سے چھوٹ گئی ہے۔ اب ہم نارمل اور
بہترین زندگی بسر کرنے کے قابل ہوئے

☆ کالے علم جادو نوٹ اور آسیب کے اثرات کی وجہ سے بے بس کی زندگی بسر کرنے والے بہن
بھائیوں میرے سانحہ رابطہ کریں۔ میں آپ سے ایک نوٹ کالہ دورانی پر موجود ہوں۔ نوٹ ملے
اور آزمائیں۔ کامیابی یقینی طور پر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ☆

ماں اور بہن کہتی تھی اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے تھے میری نہیں سننے تھے۔ حالانکہ میرے شوہر پہلے بھڑنے۔ میں جو کبھی بھی اس کا الٹ کرتے تھے۔ میری ساس اور میری نندہیں مجھے تباہ کرنے پر تلی ہوئی نہیں۔ میں اپنی طور پر مفلوج ہو چکی تھی۔ میں نے "ماہنامہ چچی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے مجھے جیسی کھتے ہوئے تمام مشکل ترین عملیات خود کیے۔۔۔۔۔ جو میں نہیں کر سکتی تھی جن کی بدولت میرا شوہر راہ راست پر آ گیا ہے اب میرے شوہر ماں اور بہنوں کی باتوں میں نہیں آتے۔ اب مجھے ذاتی سکون ہے اور میرے شوہر اب ہم سب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ میں آپ کو دعاؤں دعاؤں دیتی ہوں۔ اب میں آپ کی دعاؤں سے بہترین اور مثالی زندگی بسر کر رہی ہوں اور اپنی جیسی دیکھی بہنوں کو مشورہ دیتا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = جی کوثر یا امین صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا لونا ہوا گھر دوبارہ مثالی گھر بن گیا ہے اب آپ کا شوہر بچوں اور آپ کا بہت خیال رکھتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ دونوں کو ہمیشہ کے لیے شاد و آباد رکھے (آمین) آپ

ہیں۔ اب صحت کا دوبارہ بھی ٹھیک ہو رہا ہے اور تمام رشتے دار بھی ہمیں ملے گئے ہیں۔ میں نو آپ کو دن رات دعا دیتا ہوں اور میں اپنے جیسے دیکھی بہن بھی نہیں کو مشورہ دیتا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = محترم محمد حسین صاحب! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ پر کیے گئے جادو ٹوٹنے کا علم کے گندے اور برے اثرات کا خاتمہ ہوا۔ آپ اب داخل زندگی بسر کرنے کے قابل ہوئے۔ آپ سب کے سب صحت مند ہو رہے ہیں۔ کاروبار بار بھی ٹھیک ہو رہا ہے اور رشتے دار بھی ملنے لگے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو بہترین اور مثالی زندگی عطا فرمائے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور لعل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب الہم اے زاہد صاحب! جناب ظاہر! میں صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ مجھے تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھیں ☆
﴿کوثر یا امین﴾ اور اول پلندی ﴿﴾
سوال = میرے شوہر کالوں کے بچے تھے جو کچھ ان کی

ہیں بے گھر، غلطی سے قرض لے لے وہ مجبور بہن بھانجیوں میرے ساتھ رابطہ کریں۔ میں آپ سے اپنا بدلہ لے کر واپس آ رہی ہوں۔ ان دنوں اور زمانے۔ کامیابی یعنی طور پر ہوئی اللہ تعالیٰ سے

سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے اے ہند صاحب جناب طاہر مین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں باد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... ☆

☆ کام میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ہے ☆

خبر شیدا احمد

سوال = میں بہت محنت کرتا ہوں۔ مگر میرا کوئی بھی کام صحیح وقت پر نہیں ہوتا ہر کام میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ آ جاتی ہے اور لوگوں کی باخبر سننا پڑتی ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ بہت پریشانی ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل منجرب فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ
”سودۃ اخلاص“ پڑھیں ازل و آخر میں
نہیں مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا
کریں آپ یہ عمل چاند کی 7 تاریخ سے لے
کر 27 دن تک جاری رکھیں آپ یہ عمل
بعد از نماز عشاء سے شروع کریں ☆

☆ میراشوہرہ بزرگوار تھا ☆

نوریه رانی

سوال = میرے شوہر کے غیر عورتوں سے تعلقات
شوہر کا اچھا بھلا کاروبار تھا۔ سب کچھ اوروں
عورتوں پر لٹا دیتے تھے۔ ہر وقت موبائل
ان عورتوں سے بانٹ کر دے رہے تھے :

اور گھر کا انھیں کوئی خیال نہیں تھا ہر وقت باہر گھنٹی خوردوں کے ساتھ پھرتے رہتے تھے۔
 وحشی طور پر میں بہت پریشان تھی۔ میں نے
 "ماہنامہ نجی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت
 علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے
 مجھے اپنی جینی سمجھتے ہوئے تمام مشکل ترین
 علامات خود کیے..... جو کہ میرے لیے کرنا
 بہت مشکل تھے۔ جن کی بدولت میرے شوہر
 راہ راست را گئے اور انھیں نام گندی خوردوں
 سے نجات مل گئی ہے۔ اب میرا شوہر گھر کا اور
 ہمارا دھیان رکھتا ہے۔ میں اب ایک بہتر بن
 زندگی بسر کر رہی ہوں۔ میں اپنے چھٹی دھکی
 بہنوں کو مشورہ دیتا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے
 ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے
 رابطہ کر سکیں

جواب = جی تو زیہ رانی صاحبہ! میں اس ذات باری کی انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کا شوہر راہ راست پر آباد و مقام گندی عودنوں سے چمکا کر اٹلا۔ اب آپ کا شوہر سب کا بڑا دھیان رکھتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو سدا آباد و شاد رکھے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجازت عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... آمین

سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور نفل شکرانہ ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب ایم اے زاہد صاحب جناب طاہر امین صاحب اور اسی حفیظ کو اپنی مقدس دعائیں میں باور کھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ..... آمین

☆ عجیب و غریب الجھن ہے

☆ امجد پرہیز . سنا بوالہ . سوال = نہ تو میں کسی سے بات کر سکتا ہوں اور نہ کسی سے باتھ ملا سکتا ہوں۔ جب میں کسی سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو گھبرا جاتا ہوں۔ میں نے بہت علاج کروایا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے آپ سفید کپڑے کا صدقہ دیں، سانھ اچھی کتب کا مطالعہ بھی شروع کریں اور پابندی نماز کریں ہر روز قرآن پاک کی تلاوت ضرور کیا کریں ہر نماز کے بعد 99 مرتبہ دلالت غفور و رحیم (سورۃ آل عمران آیت نمبر 31) پڑھیں اولیٰ و آخرین نمین مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں آپ یہ عمل بعد از نماز عشاء سے شروع کریں۔ مدت عمل صرف 31 روز ہے ☆

☆ گھریلو اختلاف بیماری

☆ خالد محمود . نارووال . سوال = ہمارے گھر پر نحوست کے سائے ہیں۔ جس

☆ میرے چار بچے فوت ہو گئے تھے بڑے بچہ آسیہ خاتون..... گجرات . سوال = میری شادی کو نو سال ہو چکے تھے ان نو سالوں کے دوران میرے ہاں چار بچے پیدا ہوئے تھے اور چاروں ہی فوت ہو گئے تھے۔ میں ذہنی طور پر بہت ہی زیادہ پریشان تھی کہونکہ میری ساس اور سر میرے خاوند کی دوسری شادی کرنا چاہتے تھے۔ میں نے آپ (سید راحت علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے میرے لیے بہت محنت اور خلوص کے ساتھ تمام عملیات خود کیے..... جن کی بدولت آج میری گود میں بیٹا ہے۔ اب میرا خاوند میرے سسرالی سب کے سب مجھ سے اور میرے بچے سے بہت عداوت کرتے ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ میں آدنی رات آپ کو دعا کہیں دیتی ہوں اور میں اپنے جیسی دینی بہنوں کو مشورہ دیتا چاہتی ہوں کہ وہ بھی اپنے اپنے مسائل کے حل کے لیے "آپ" سے رابطہ کریں ☆

جواب = بچی آسیہ رانی صلیبہ! میں اس ذات باری کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے آپ کو خوبصورت صحت مند بیٹا عطا ہوا۔ بچوں کا بار بار مرنے کا بہت خطرناک مرض ہوتا ہے اس مرض سے آپ کو نجات ملی۔ اللہ پاک! نے آپ کو ہیرا (بیٹا) عطا کیا ہے دعا کرو کہ اللہ پاک! آپ کو اپنے گھر میں سدا آباد فرمائے (آمین) آپ سے التماس ہے کہ آپ سب

خصوصی اعلان

بیرون ممالک میں بھی آپ کی خدمت
بیرون ممالک خصوصاً شارجہ اور دبئی پر
سعودی عرب اور کینیڈا وغیرہ کے لوگ ایک نون
ٹال پلانٹس جگہ سے مل کر رہا کریں
بھوکھ سے اور ہم جن میں بھائیوں کی خدمت

اپنے ایسے مسائل کے حل کے لیے "آپ"
سے رابطہ کریں

جواب = محترم محمد سلیمان صاحب! میں اس ذات باری
کا انتہائی شکر گزار ہوں جس کی رحمت سے
آپ کی مشکلات کا خاتمہ ہوا اور آپ کے
کاروبار پر جو کالے علم کے اثرات تھے ان کا
خاتمہ ہوا آپ کا کاروبار پھر سے چل پڑا ہے
دعا ہے کہ اللہ پاک! آپ کو مزید خوشیاں
نصیب فرمائے (آمین) آپ سے التفاس
ہے کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور
فضل شکر ادا کریں پھر ہر نماز کے بعد جناب
اہم اے زائد صاحب! جناب طاہر امین صاحب
اور اس حقیر کو اپنی مقدس دعائیں میں یاد
رکھیں۔ اللہ پاک! آپ کو اجر عظیم دے گا۔
انشاء اللہ تعالیٰ.....

آپ کا اپنا جزی فیہ ان نیت
(روحانی سرکار) سید راحت علی شاد
سٹاٹین چک بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی
(0300-6493614)

☆☆

کی وجہ سے گھریلو اختلاف، تنگدستی اور بیماری
کا غلبہ ہے اس نحوست کی وجہ سے ہر وقت
لڑائی رہتی ہے آپ سے التفاس ہے کہ آپ
کوئی روحانی حل تجویز فرمائیں؟

جواب = بد عملیات کے اثرات کی وجہ سے ایسا ہے
آپ پابندی نماز کریں ہر نماز کے بعد "313
مرتبہ واللہ غفور رحیم" (سورۃ آل عمران
آیت نمبر 31) پڑھیں ازل و آخر میں میں
مرتبہ درود شریف ضرور پڑھیں اور دعا کریں
آپ یہ عمل چاند کی 2 تاریخ سے لے کر 24
دن تک جاری رکھیں آپ بہ عمل بعد از نماز
عشاء سے شروع کریں

☆ کاروبار باری بد حالی تھی ☆

☆ محمد سلیمان در راہ لپشہ کی
سوال = کاروبار باری بد حالی نے قسم کر کے رکھ دیا تھا
کبھی کوئی مشینری نوٹ جانی اور کبھی کوئی مشین
خراب ہو جانی لاکھوں روپے کا قرضہ
لے کر کاروبار میں شامل کر دیا تھا مگر سب کا
سب ناہ ہوتا نظر آرہا تھا۔ فیکٹری چلنے کا نام
نہیں لیتا تھی بہت پریشانی تھی۔ میں نے
"ماہنامہ چنگی کہانی" پڑھ کر آپ (سید راحت
علی شاہ صاحب) سے رابطہ کیا انھوں نے
نہایت خلوص سے تمام مشکل زمین عملیات خود
کیے جن کی بدولت آج پھر سے میرا
کاروبار آہستہ آہستہ چل پڑا ہے میں تو آپ کو
دن رات دعا کریں رہتا ہوں اور اپنے جیسے دیکھی
بھائیوں کو شوق و بنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی

پرائز بانڈز کی دنیا

تحقیق..... چاند باب

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

15000				01-10-2014				60				درانمبر				منظرآباد				شیر																								
01	040	052	250	506	568	856	80	02	11	22	28	2	6	41	56	62	82	05	15	25	31	5	50	58	65	85	06	20	26	33	8	0	52	60	68	86	08	0528	2506	5404	6582	7211	8560	90

شیر..... پشاور..... ڈرانمبر 60..... 15-10-2014..... 750.....									
00	002	105	304	403	405	501	54		
01	06	14	21	4	1	34	41	46	56
03	10	15	30	0		35	43	50	66
04	13	20	31	5	3	40	45	51	73
05	1054	3045	4031	5013	5140	5713	96		

تحقیق..... ہمارا ڈیٹا

انعامی مبلہ

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شعبہ..... مظفر آباد..... ڈرامبر 60..... 01.10.2014..... 15000

01	012	028	216	325	523	820	80		
02	11	22	28	0	3	35	52	58	82
03	13	23	30	2	38	53	73	83	
05	20	25	32	5	8	50	55	78	85
08	0283	2773	3250	5238	7730	8205	98		

شعبہ..... پشاور..... ڈرامبر 60..... 15.10.2014..... 750

00	065	139	263	362	560	571	63		
01	06	23	30	3	0	36	50	56	65
02	08	25	32	6	41	52	60	77	
03	20	26	35	5	2	43	53	62	80
05	0653	1510	2635	3620	5160	5602	98		

© غنی کپانی، 157، اکتوبر 2014ء

نقشبند اپنی اپنی تحقیق بابا کمال شاہ

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شیر مظفر آباد ڈرامہ نمبر 60 01-10-2014 15000

04	020	202	369	768	867	963	93		
10	29	37	60	7	9	68	78	86	96
14	31	38	63	6	73	79	87	97	
17	36	39	67	3	8	76	83	89	98
20	0101	3698	7330	7683	8673	9637	95		

شیر پشاور ڈرامہ نمبر 60 15-10-2014 750

01	104	305	320	401	403	503	60		
03	11	14	31	4	5	40	45	53	62
04	12	15	34	0	41	50	54	90	
05	13	30	35	3	1	43	51	56	91
10	1043	3051	3981	4015	5034	5034	96		

تحقیق..... بابا رومی شاہ:

مفتی کا مکتبہ

کسی نقصان سے بچنے کی بجائے پرائز بانڈز کی خرید پر توجہ دیں (ادارہ)

شہر مظفر آباد... ڈرامہ نمبر 60... 01-10-2014..... 15000

02	052	108	250	750	758	852	84		
05	20	27	50	0	7	58	75	81	85
07	23	28	52	5	70	78	82	87	
08	25	35	57	8	2	72	80	83	93
15	0002	0507	0527	2508	7580	8572	99		

شہر پشاور... ڈرامہ نمبر 60... 15-10-2014..... 750

00	021	120	427	537	631	724	70		
01	07	14	21	1	4	27	41	50	71
02	10	17	22	2	30	42	55	72	
04	12	20	24	7	0	40	47	56	74
90	0217	1204	1475	4271	7240	7461	89		

انچارج۔ فضلہ ماہین

بیوٹی کیئر

اس عنوان کے تحت ہمیں "بیوٹی نہیں" ارسال کریں ہم اسے آپ کے نام سے شائع کر دیں گے۔ خواتین چاہیں تو اپنی تصویر کے ساتھ بھی بیوٹی ٹیپس شائع کروا سکتی ہیں۔

کھلے بیوٹی کیئر۔ ماہنامہ سچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور

اور نازک ہو جاتے ہیں اور نوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ٹھنڈا پانی بھی انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لیے اس موسم میں ان کی حفاظت کے لیے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ لون یا کولڈ کریم کی بجائے پیئرو لیم جیلی ان کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے۔

دن کے اوقات میں ہاتھ دھونے کے بعد جلی لگا دی جائے تو جلد اور ناخن خراب ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس طرح رات سونے سے قبل ناخنوں پر روغن زیتون کا مساج کریں۔ پندرہ منٹ تک مساج کافی رہتا ہے۔

روغن زیتون ناخنوں کو محفوظ بناتا ہے جبکہ ان کی چمک میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ سردیوں کے موسم میں ناخنوں کے ارد گرد جلد بھی اکھڑنے لگتی ہے جو تکلیف دہ ہوتا ہے۔ روغن زیتون سے جلد کی ناخنوں پر پکڑ بڑھ جاتی ہے۔

☆ شازبہ انصاری۔ سلاوالی ضلع سرگودھا

☆☆

گھر پر ہی اسکرُب کریں
گھر بیٹھے ہی اپنے چہرے پر اسکرُب کیجئے بیوٹی پارلر جا کر پیسے خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔

چینی کا اسکرُب

اپنے کلینگز میں ایک کھانے کا چمچ چینی ملا لیں۔ اسے ہلکے ہاتھوں سے (جہاں آپ اسکرُب کرنا چاہیں) رگڑ کر لگائیں۔ تھوڑی دیر لگا رہنے دیں اور پھر دھو لیں۔ یہ اسکرُب آپ کی گردن، گھٹنوں، کہنیوں کی مردہ DEAD SKIN کی جھمیں اتارنے کے لیے آزمودہ ہے۔ آپ ہفتے میں دو بار یہ اسکرُب استعمال کر سکتی ہیں۔

☆ آسٹرا نڈھا دا۔ کراچی
سردیوں میں ناخنوں کی حفاظت کیجئے
سردیوں میں ناخنوں کی حفاظت بہت ضروری ہوتی ہے۔ ناخن نازک ہوتے ہیں اور سردیوں میں خشکی انہیں بھی متاثر کرتی ہے۔ جس سے بھر پور

طب ہونانی، طب روحانی اور طب نبوی ﷺ سے علاج

حکیم شیخ محمد امین گولڈ میڈلسٹ..... سوبائل نمبر: 0333-620355 www.devapk.com

ہومیو پیتھنک بانجھ پن کے

خاتمے کے لیے بہترین طریقہ علاج

میرا طریقہ شریعت کے عین مطابق ہے
اس ڈاکٹر صاحب! کہا! مجھ پن کا خاتمہ ممکن ہے؟

جواب = ہومیو پیتھنک اس دور میں ایک بہترین طریقہ

علاج ہے۔ بنیابی دینا سب رب العزت

کے اختیار میں ہے۔ مگر میں دعوے سے کہنا

ہوں کہ ایسے لوگ جنہیں شادی کیے ہوئے

طویل عرصہ ہو گیا ہے مگر ان کے ہاں اولاد

نہیں ہوئی اور وہ سائل کا شکار ہیں۔ دو ایک

مرتبہ میرے پاس خرد و نشر شرف لائیں۔ میں

نہ صرف ان کا کامیاب علاج کروں گا بلکہ ان

کے بانجھ پن کے خاتمے کے لیے ایسی ادویات

دوں گا۔ جن کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ نہ

صرف ان کو اولاد دینے عطا فرمائے گا بلکہ وہ

خوشگوارانہ ازدواجی زندگی بھی گزار سکیں گے۔

پاکستان کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں ہومیو

پیتھنک پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ میں دعوے

سے کہتا ہوں کہ اب تک جو لوگ میرے پاس

آئے اور انہیں بننے بابائی کی خواہش تھی میرے

علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد دینے

عطا کی۔ میں نے ہومیو پیتھنک پر جدید ریسرچ

کی ہے جس کے نتیجے میں میرے پاس علاج

کی غرض سے آنے والے ہزاروں لوگ جن

میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو بیٹے کی

خواہش لے کر آئے..... بعض ایسے بھی تھے

جن کے گھر میں 4 سے 5 بیٹیاں تھیں اور وہ

بیٹے کی خواہش رکھتے تھے۔ ان کے گھر میں

بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے نماز عات جنم لے

رہے تھے۔ میرے علاج کے بعد رب العزت

نے انہیں اولاد دینے عطا کی۔ اس کے بعد وہ

میرے علاج سے اس قدر مطمئن اور خوش

ہوئے کہ بعد میں اپنے ہزاروں سائلوں ایسے

جوڑے لے کر آئے جن کے ہاں اولاد دینے

نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لوگ میرے پاس آئے

اور مجھ سے کامیاب علاج کروانے کے بعد

رب العزت نے انہیں بیٹے جیسی نعمت سے

نوازا۔ ہمارے پاس Azosperor کا

خاص طور پر علاج کیا جاتا ہے۔

اس ڈاکٹر صاحب! آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کے

علاج کے بعد 90 فی صد جوڑوں کو اللہ تعالیٰ

نے اولاد سے نوازا..... لیکن اس کے باوجود

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے معائنے کا ایک بڑا

طبقہ حامل اور بیروں فقیروں کے آستانوں کا

رخ کرتا ہے۔ آخر وہ کون سے عوامل ہیں جن

سے عوام الناس صحیح باخلا میں تیز کر سکتے ہیں؟

جواب = یہ ایک کثیر الخ حقیقت ہے کہ متعدد لوگ ضعیف

کہ یہاں برا بھلا عالم پھر نفسی اس کے تمام مسائل کو مستزوں سے حل کر دے گا۔

اس کے برعکس معاشرے میں کچھ ایسے عالم بھی ہیں جو لوگوں کے مسائل کے لیے قرآنی آیات و احکام دیتے ہیں اور وہ یہ کام فی سبیل اللہ کرنے ہیں اور لوگ خفا باب بھی ہوتے ہیں لیکن ایسے بے غرض لوگ بہت کم ہیں۔

اچھا تو ایک اور بات یہاں قائل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہر انسان میں Perceptual Disorder ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو بہ زیادہ ہوتا ہے وہ مختلف چیزیں تصور کر لیتے ہیں کہ میرے آگے پیچھے کچھ لوگ پھر رہے ہیں یا فلاں چیز مجھے مار رہی ہے۔ سائنس کے مطابق بعض لوگوں کے Sensory Organs اتنے تیز ہوتے ہیں کہ وہ کمرے کے دوسرے جانب یا شہر سے باہر ہونے والی چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ وہ صرف انسانی حواس اور ضعف اعتقادی کی وجہ سے ان حسی عاملوں اور چیزوں کے حال میں پھنس جاتے ہیں ان میں زیادہ تعداد خواتین کی ہے۔ لوگ مسٹر یا جیسے مرض کا علاج جادو نوٹے سے کر دیتے ہیں۔

س = مسٹر یا ہے کیا.....؟

جواب = مسٹر یا کا مرض زیادہ زخما میں کو ہوتا ہے۔ مردوں میں اس کا تناسب انتہائی کم ہے۔ مسٹر یا ایک نفسیاتی مرض ہے۔ دراصل جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہو جاتی ہیں تو ان کی جنسی

اعتقادی کے باعث ایسے جادو نوٹوں سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان میں تقریباً 90'000 سے زائد عالم وغیرہ کام کر رہے ہیں اور ان کے پاس جانے والے سالوں کی تعداد پانچ لاکھ بڑھتی ہے کم نہیں..... آپ شہر کے کسی بھی گلی ' محلے' کوچے یا شہر کے کسی ویران کوٹے میں چلے جائیں وہاں آپ کو یہ عالم پھر فقیر ضرور دکھائی دیں گے اور سادہ لوح عوام خاص طور پر خواتین ان کا شکار بنتی ہیں۔

انفوس آج معاشرے میں ہر جگہ جادو نوٹوں ' تعویذ گنڈے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ کالے جادو اور دوسرے عملیات کا باقاعدہ الاعلان دعویٰ کیا جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں شرک اور منکر غلط جھاڑ پھونک جو جادو کرنے والے ہیں دوسرے افراد کو نقصان یا فائدہ پہنچانے کا کام جنات و شیاطین کے تعاون سے کرتے ہیں۔ جب یہ بد فطرت افراد شرک و کفر کرنے ہیں تو شیطان اس عامل کے ساتھ اس کام میں تعاون کرتا ہے کیونکہ یہ تعاون اس شرط پر ہوتا ہے کہ عوام الناس مرد یا عورت سے شرک کر دیا جائے۔ غرض اخبارات میں دھوکوں سے مرعوب ہو کر پریشان حال لوگ ان عاملوں پر ہزاروں روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اکثریت خواتین اور لڑکیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتی ہے اور آستانے پر آنے والا ہر فرد اس امید کے ساتھ آتا ہے

ذہانت بیدار ہو جاتی ہے۔ یہ جنسی بھی ہو سکتی
ہیں۔ محبت میں کمی یا عدم توازن بھی ہو سکتی ہے
جب یہ خواہشات پوری نہیں ہو پائیں تو مریض
عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ مریض
کو محسوس ہوتا ہے کہ گلے میں گولہ آکر اٹک گیا
ہے۔ ہاتھ پاؤں اُکڑ جاتے ہیں۔ اس مسخیر یا
کے دورے کو لوگ جن یا آسیب کا نام دیتے
ہیں۔ یہ سب جہالت کے سوا کچھ نہیں.....
حالانکہ مسخیر یا کے مرض میں مبتلا لڑکی کے
علاج میں خاص احتیاط برتنی چاہیے۔ جاوکی
حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا ذکر
قرآن شریف میں ملتا ہے۔ مسلمانوں کے پاس
قرآن شریف دنیا کی واحد عظیم ترین کتاب
موجود ہے۔ جس میں بنیادی مسائل کا حل
موجود ہے۔ ضرورت اس سے استفادہ ہونے
کی ہے۔ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کے
مرض کا باقاعدہ علاج ہونا چاہیے۔ ہم مذہب
سے دور ہو رہے ہیں۔ لہذا معاشرے میں
بے چینی، خوف و غمی اور توہم پرستی بڑھ رہی ہے۔
س = ڈاکٹر صاحب! یہ بتائیے کہ ازدواجی یا جنسی
صحت کے حوالے سے کیا کیا غلط فہمیاں پائی
جاتی ہیں اور ان کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

جواب = بھرپور زندگی گزارنے کے لیے انسان کا جنسی
جسمانی اور جنسی طور پر صحت مند ہونا ضروری
ہے۔ جسم کے دیگر نظاموں کی طرح انسان کا
جنسی و تولیدی نظام بھی اس کی توجہ کا طالب
ہوتا ہے اور جس طرح انسان کی جسمانی صحت

پر موسم، جذبات، دوست و احباب، ثقافت، والدین
اساتذہ وغیرہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ جنسی صحت
پر بھی یہ تمام چیزیں اثر ڈالتی ہیں لیکن ان میں
سب سے اہم خود ہم ہیں۔ ہم دوسروں کے
رویے کا ذکر تو بڑی شدت کے ساتھ کرتے ہیں
مگر اپنے طرز عمل اور رویے کی طرف ہماری
توجہ نہیں جاتی۔ حالانکہ ہمارا کردار یہ ہماری
سوج اپنے اور دوسروں کے بارے میں ہمارے
خیالات کا عکاس ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنی
سوج اور کردار کا ناقدرانہ جائزہ لینا چاہیے۔
اس طرح ہماری سوج اور رویے میں جو مثبت
تبدیلی ہوگی وہ ذہنی، جسمانی اور جنسی صحت کی
بہتری میں اہم سنگ میل ثابت ہوگی۔ ماہرین
نفسیات کے مطابق ہر شخص کو فطری طور پر درج
ذیل حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ازدواجی یا جنسی
کے ضمن میں آخری نکتہ نہایت اہم ہے یعنی
اپنے آپ سے محبت۔ اگر اپنے آپ سے محبت
کا فن آپ سیکھ جائیں تو آپ کو زندگی میں
اطمینان اور خوشی کا خزانہ مل جائے۔ واضح
رہے کہ محبت سے مراد جنسی کشش نہیں ہے۔
یہ تو شہوت ہے۔ اسے محبت کا نام نہیں دیا جا
سکتا۔ محبت اصل میں نام ہے اس جذبے کا
جس میں عزت و احترام اور قربت و ملن یکجا
ہوتے ہیں۔ اپنے آپ سے محبت کا مطلب
یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی سے محبت کرتے ہیں
اور اپنے پاکیزہ خیالات و جذبات کا احترام
کرتے ہوں اور پرسکون مطمئن ہوں۔ اپنے

رہتا ہے۔

نہ کہنا سیکھئے

آپ نے اکثر سنا ہوا گا کہ منظم اور مربوط زندگی کے لیے بعض کاموں سے انکار کرنا معذرت کر لینا بہت ضروری ہے۔ لیکن ہم میں سے اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی کا کوئی کام نہ کیا اور معذرت کر لی تو یہ بد اخلاقی ہوگی بلکہ بعض افراد معذرت کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں مگر پست ہمتی کی وجہ سے ”اس دفعہ اور“ کہہ کر ہر بار معذرت سے فرار اختیار کرتے ہیں انہیں لوگوں سے معذرت اور ”نہ“ کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ لیکن اگر ”نہ“ کہنے کا سلیقہ آجائے تو ہم گویا خود سے محبت کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ایک دفعہ معذرت کر کے رکھیے آپ کو ایک نئی حرارت و اعتماد کا احساس ہوگا۔

خوفزدہ و مست ہو سیتے

”معذرت“ کرنے یا ”نہ“ کہنے کی جرأت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ”نہ“ کہنے پر اس خوف میں رہتے ہیں کہ کہیں سامنے والا ناراض نہ ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم صاف گوئی کو مضیٰ انداز میں لیتے ہیں۔ بہر حال صاف گوئی کو چاہیے۔ صاف گوئی اپنے آپ سے محبت کرنے کی علامت ہے۔ والدین اپنی اولاد کو کتنی ہی بار مختلف کاموں سے منع کرنے میں لیکن ان کا یہ عمل اولاد سے رشتہ کی علامت نہیں ہوتا۔ اگر اس نکتے کو سمجھ لیا جائے تو انکار کا راز نہ کہنا آسان ہو جائے گا۔

شریک حیات سے مکالمہ سیکھئے

جس طرح ہم زندگی کے تمام ہی شعبوں کے

آپ سے محبت کی یہ کیفیت پیدا ہونے کے بعد آدمی دوسروں کا احساس کرنے اور احترام کے قابل رہتا ہے۔ دوسروں سے محبت رہی کر سکتا ہے جو اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔

اپنے آپ سے محبت کرنا سیکھئے

اپنے آپ سے محبت کرنا ایک فن ہے۔ یہ ملاحظت آپ کی جنسی صحت اور ازدواجی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ بہر حال اسی رفت آنے ہے کہ جب آدمی خود کو نظم و ضبط کا پابند بناتا ہے۔ نظم و ضبط کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے جو کام مفید ہیں انہیں کیجئے اور جو کام صضر ہیں انہیں ترک کر دیجئے۔ جنس ہماری زندگی کا ایک نہایت فوری جذبہ ہے۔ شاید سب سے فوری جذبہ یہی ہے چنانچہ خواہشات اور جنسی فضاؤں کے مقابلے میں خود کو نظم و ضبط کا پابند کرنا دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ہے۔ لیکن وجہ یہ ہے کہ زندگی کے دیگر شعبوں میں کامیاب اور دسپلین کے پابند افراد جنس کے باتھوں بے بس ہو کر بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ تعلیم کا دربار معاشرتی تعلقات وغیرہ میں برے پھلے کی تیز کر لیتے ہیں اور صحیح غلط کا فیصلہ کر کے عمل بھی کرنے میں مگر جنسی معاملات میں بے پرواہی اختیار کر کے جنسی صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا غریب نظریہ یہ ان کی جنسی صحت کو گھن کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ ایسے میں خاص طور پر فوجی کف انوس ملے اور اپنے مستقبل کو تار یکہ رکھتے ہیں۔ بہر حال جو ان کی زرقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جنس کی جانب سے بے پرواہی ان کی زندگی کے دیگر شعبوں کو بھی گھنا

غلط فہمیاں دور کیجئے

چونکہ جنس کا موضوع ہمارے ہاں ایک حجاب رکھتا ہے اور اسے وہ اہمیت حاصل نہیں ہے جو مغرب میں اسے حاصل ہے۔ اس لیے حجاب کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں جنس کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں عام ہو گئی ہیں۔ مزید یہ کہ عموماً جو باتیں بیان کی جاتی ہیں ان کی بھی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ آپ بھی ایسی ہی کچھ غلط فہمیوں میں پھنسے ہوں۔ اپنی جنسی صحت کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ان غلط فہمیوں کو دور کیجئے اور حقائق جاننے کی کوشش کیجئے۔

مثال کے طور پر نو جوانوں میں یہ بات عام ہے کہ مادہ منویہ کا ایک قطرہ خون کے 100 سے 40 قطروں سے مل کر بنتا ہے۔ (اس غلط فہمی کی بنا پر نو جوان نفسیاتی طور پر خود کو کمزور اور لاغر محسوس کرنے لگتے ہیں) حالانکہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مادہ منویہ خون سے نہیں بنتا۔ اس طرح اختتام کو اور خاص طور پر اس کی تعداد کو بھی ہوا بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ سمجھنے میں ایک یا دو دن اس کا ہونا صحت کی علامت ہے لیکن نو جوان بلاوجہ اس سے خوفزدہ ہو کر خود کو مریض اور کمزور خیال کرنے لگتے ہیں۔

یہ صورت حال پاکستانی نو جوانوں میں بہت عام ہے۔ رومانی ماحول نے نو جوانوں کی صحت کو مزید برباد کر دیا ہے۔ اگر آپ اپنا مستقبل روشن بنانا چاہتے ہیں اور جنسی طور پر خود کو صحت مند رکھنا چاہتے ہیں تو اس قسم کی غلط فہمیوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی دیر کیجئے۔ معتد زرائع سے درست معلومات اور حقائق جاننے کی کوشش کیجئے۔ لوگ جنس کے بارے میں

بارے میں افراد خانہ بالخصوص شریک حیات سے گفتگو کرتے اور مشورے کرتے ہیں رہتے ہیں اپنے ازدواجی معاملات کو درست کرنے اور جنسی صحت کو بہتر بنانے کے لیے بھی شریک حیات سے مکالمہ کیجئے۔ اپنے انتہائی نجی شعبہ حیات میں اپنی شریک حیات کو شامل کیجئے۔ آپ کا ازدواجی مستقبل کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا خاندانی منصوبہ بندی کرنی چاہیے؟ اولاد کتنی ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ جیسے معاملات پر اپنی شریک حیات سے گفتگو کرنے اور ایک دوسرے کی رائے سننے سے نہ صرف ازدواجی اور گھریلو ماحول بہتر ہوگا بلکہ آپ کی جنسی صحت پر بھی اس عمل کے خوشگوار اثرات پڑیں گے۔

نو جوانوں کی گفتگو

جنسی صحت کے مسائل کا بڑی حد تک تعلق نو جوان سے ہے۔ بزرگوں اور والدین سے دوری غلط ماحول نے ان مسائل کو مزید بڑھا دیا ہے۔ چنانچہ نو جوان رومانی گفتگو میں پڑ کر نفس کو لذت آشیائیں دیتے ہیں۔ لیکن جنسی صحت سے بے خبر ہو کر خود کو امراض کی آماجگاہ بنا لیتے ہیں۔ جہاں تک جنسی یا ازدواجی صحت پر گفتگو کا معاملہ ہے نو جوانوں کو بھی قابل اعتماد سنجیدہ اور با عمل اور با علم دوست اسباب اور بزرگوں سے اس موضوع پر بلا تکلف دہلا جھک گفتگو کرنی چاہیے۔ ان کو دیگر ایسے افراد مل جائیں تو اپنے مسائل کے بارے میں کھل کر بات کرنی چاہیے۔ نو جوانوں کا یہ جرأت مندانہ رویہ نہ صرف ان کی ازدواجی زندگی کے لیے مفید ہوگا بلکہ مجموعی طور پر بہترین اور روشن مستقبل کی بنیاد بنے گا۔

بات کرتے ہوئے اس لیے بھی گھبراتے ہیں کہ خود اپنی جنسی صحت کو لاحق خطرات سے لاعلم ہوتے ہیں اور جنسی امراض سے بے خبر ہو کر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ صحیح فکر یہ ہے کہ اپنے کردار اور رویے کو نول کر جنسی مملومات سے باخبر ہو کر اپنی جنسی صحت کی حفاظت کی جائے۔

✽ حکیم شیخ محمد امین
موبائل نمبر 0345-7000088 راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہیپاٹائٹس بی سے مکمل علاج یونانی اسلامی طریقہ علاج میں موجود ہے۔ گردہ سے کے امراض، سرواٹ امراض، نیا، زکام، جلدی امراض کا کامیاب علاج، یونانی، ہر حکیم محمد امین ماہر معالج و گولڈ میڈلسٹ تعارف

ہیپاٹائٹس کا مرض دنیا بھر میں بالخصوص جنوب مشرقی ایشیا اور اس کے گرد و نواح کے ملکوں میں ایک وباء کی صورت میں پھیل رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام الناس کو اس خطرناک بیماری کے چاہ کن اور مضر اثرات سے آگاہ کیا جائے تاکہ اس مہلک وباء کو روکنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جاسکیں۔ عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق پاکستان دنیا کے ان ممالک میں سے ایک ہے جہاں یہ مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے اور ہر 10 میں سے ایک فرد شخص ہیپاٹائٹس B یا C کا شکار ہے۔ یہ ایک ایسا متعدی مرض ہے جو ایک انسان سے تندرست انسان کو منتقل ہو جاتا ہے۔ جب انسانی جسم پر اس وائرس کا حمل ہوتا ہے

تو 2 سے 8 ہفتوں کے بعد اس بیماری کی علامات ظاہر ہوتی شروع ہو جاتی ہیں۔ اسے عرصے میں ان جراثیم کی وجہ سے جگر کے کینسر کے 62 فی صد امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ قاتل وائرس مریض کی موت کا باعث ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ ہیپاٹائٹس B اور C کا مرض ایڈز اور کینسر سے 100 گنا زیادہ خطرناک مہلک اور متعدی آوتا ہے۔ اس مرض میں مبتلا اس مرض سے ناواقفیت کی بنا پر لوگ عام برقان (پیلیا) سمجھ کر مختلف ٹوکنوں کا سہارا لے کر وقت علاج میں تاخیر پیدا کر کے زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔ آج کل دنیا بھر میں سب سے زیادہ بلاکتیں ان لوگوں کی ہورہی ہیں جو کہ تیرہن ممالک خصوصاً عرب ممالک کا دیرا لگوا چکے تھے۔ جب ان کا مبدی ٹیکل ٹیسٹ ہوا تو ان کا HBK تشخیص ہو گیا اور اس مرض کی وجہ سے ان کا باہر جانا ناممکن ہو گیا۔ مریض ورطہ حیرت ہوتا ہے۔ مہلک علاج، مہنگا ٹیکسٹ مریض کے لیے مزید پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ جبکہ مالی پریشانیوں کے ازالہ کے لیے مریض اپنا ملک چھوڑ کر مزدوری کے لیے جا رہا ہوتا ہے کہ یہ مرض کسمپرسی میں غدا بن کر نازل ہو جاتا ہے ایسے مریض جن کو ہیپاٹائٹس کا (Reactive) ہوتا ہے ان کو چاہیے کہ وہ فوری علاج کرائیں۔ طب یونانی، طب اسلامی میں اس کا بہترین علاج موجود ہے اور یہ مرض بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ہیپاٹائٹس کا مرض نیا نہیں ہے بلکہ یہ اصطلاح جدید ہے اس مرض کا طب یونانی اور طب اسلامی کے حکماء اور ماہرین ہزاروں برس قبل، ان، مصر، چین، ایران، شرق قد اور بخارا کے ماہرین طبیب نے واقف سے

مثلاً جس نابون بکثرت نمبانوشی کو رنگ کا پانی استعمال کرنا اور بڑی مقدار میں ہیرا سٹا مول کا استعمال وغیرہ ہے۔ کثرت شراب نوشی سے جگر کے خلیات میں چربی جمع ہو جاتی ہے اور پھر خلیات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں پھر ان خلیات پر مشتمل ستونوں اور دائروں کی ترتیب میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے اور جگر کا اندرونی نظام سے زخمی کا شکار ہو جاتا ہے اور صحت مند خلیات کی جگہ ناکارہ خلیات لے لیے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ سکڑتے ہیں اور اس طرح اگر جگر میں موجود وائرس کو ختم کر دیا جائے تو جگر کی مزید تباہی کا عمل روکا جاسکتا ہے۔

جگر پر اثر انداز ہونے والے وائرس

مختلف وائرس جگر میں سوزش پیدا کر سکتے ہیں جو وائرس جگر پر اثر انداز ہوتے ہیں ان کے نام انگریزی حروف تہجی کے مطابق رکھے گئے ہیں ان کے نام A, B, C, D, E وغیرہ ہیں۔ ان میں سے کچھ کم نقصان دے ہیں C اور B ہیپاٹائٹس کی سب سے خطرناک قسمیں ہیں۔ D اور E وائرس زیادہ عام نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اقسام میں سے کوئی ایک جگر پر حملہ آور ہوتے ہیں اور متعدد برطان پیدا کرنے کو موجب ہوتے ہیں۔

ہیپاٹائٹس بی (Hepatis. B)

ہیپاٹائٹس کے اسباب میں قسم B شدید اور خطرناک زمین ہے۔ پاکستان اور جنوبی ایشیا کے بہت سے دوسرے ممالک میں یہ وائرس برطان اور جگر کی دیگر بیماریوں کا اہم سبب ہے یہ وائرس جب ایک دفعہ جسم

علاج کرتے رہے ہیں۔ ان ادویات سے نہ صرف برطان بلکہ ہیپاٹائٹس کے وائرس کا مکمل طور پر اخراج ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے گولڈ میڈلسٹ اور مشہور مصروف حکیم شیخ محمد امین نے برس باہر کی محنت اور کوششوں کے نتیجے میں قدرتی جڑی بوٹیوں اور قیمتی ادویات کے ملاپ سے ایسی ادویات تیار کی ہیں جن کو مسلسل چار ماہ استعمال کرنے سے ہیپاٹائٹس B اور C کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔

جگر کی جسم میں اہمیت

جگر جسم کا اہم عضو ہے جو پھلوں کے نیچے پیٹ کے دائیں جانب بالائی حصے میں واقع ہے۔ اس کا وزن 1200 گرام تک ہوتا ہے۔ یہ بہت نازک عضو ہے۔ اس میں خون کی بہت مقدار موجود رہتی ہے۔ اس کے خلیات چھوٹے چھوٹے دائروں کے اندر ستونوں کی صورت میں ہوتے ہیں ان کے درمیان انقباض سے آنے والے خون کے فاسد اور زہریلے مادے کی صفائی کا بندوبست ہوتا ہے۔ ان کے وائروں کے درمیان خون کی نالیوں ہوتی ہیں اور ہزرنگ کا مادہ یعنی "بائل" کے اخراج کے لیے نالیوں کا نظام بھی ہوتا ہے۔ یہ مادہ ایک بڑی نالی کے ذریعے "پتہ" میں داخل ہوتا ہے اور وہیں سے آخوں میں ایک نالی کے ذریعے داخل ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں جگر میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔

فاسد زہریلے مادوں

کی زیادتی کے جگر پر مضر اثرات
شراب نوشی تمباکو نوشی اور دیگر خلیات کے استعمال

سکے ہیں۔ میڈیسن V.P.P نہیں بھیجی جائیں گی۔ طبی مشورے، علاج و معالجہ کے لیے مرض کی مکمل تفصیل سابقہ لیبارٹری رپورٹس، امراء لائیں باجوابی لغافہ ساتھ روانہ کریں۔

ہیپاٹائٹس C کے مرض کا علاج

ہیپاٹائٹس C متقدمی برقان ہیپاٹائٹس کی اقسام میں سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک مرض ہیپاٹائٹس C ہے۔ پاکستان میں ہیپاٹائٹس C کے شکار افراد کی تعداد 10 سے 12 لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پاکستان میں ہر گیارہواں افراد ہیپاٹائٹس C کے مرض میں مبتلا ہے۔ بعض صورتوں میں متاثرہ مریض 48 گھنٹوں میں موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں ہزار ہا سال سے یونانی طریقہ علاج سے بھی مرض کا مکمل طوط پر خاتمہ کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ علاج کی قائل تعریف بات یہ ہے کہ اس علاج سے کسی بھی قسم کے مضر اثرات (Side Effects) نہیں ہوتے۔ حکیم محمد امین نے دنیا کے 30 ممالک میں استعمال ہونے والی قدرتی جڑی بوٹیوں اور قیمتی ادویات سے ایسی دوا کی تیاری کی ہے جو کہ صرف ہیپاٹائٹس C بلکہ دیگر امراض کے لیے بھی موثر ترین ہیں۔ جن کے مسلسل استعمال کے بعد ہیپاٹائٹس کا نام نشان بھی باقی نہیں رہتا اور نمیت رپورٹ (Non Reactive) ہوتی ہے۔

ہیپاٹائٹس کے مریضوں

کے لیے غذائی چارٹ

کوئی بکرے کا گوشت (مغیر پکنائی)، بیسی مرغی

میں پہنچ جائے تو پھر 80 فی صد افراد میں سالہا سال تک جگر میں موجود رہنے کا امکان رہتا ہے۔ جگر سکراب شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر یہ موت کا سبب ہو سکتا ہے۔ ہیپاٹائٹس C وائرس کے پھیلاؤ کے طریقے وہ ہیں جو وائرس B کے ہیں۔ تاہم ہیپاٹائٹس کے برقان کی شدت نسبتاً کم ہوتی ہے۔ لیکن 50 فی صد مریضوں کو دائمی سوزش جگر (Hepatitis Chronic) اور ان میں نقرہ بیا ایک چوتھائی یعنی 25 فی صد لوگوں میں یہ جگر سکراب (Cirrhosis of Liver) پیدا کرتا ہے۔ جبکہ مریض سرطان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لہذا ہیپاٹائٹس C کا مرض ہیپاٹائٹس B سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہوتا ہے۔ ہیپاٹائٹس C سے بعض صورتوں میں مریض کی ہلاکت کے 26 فی صد امکانات ہوتے ہیں۔

ہیپاٹائٹس B اور C کے مرض

کا مکمل خاتمے کے ساتھ علاج

پاکستان میں 33 فی صد ایسے مریض بھی ہیں جو ہیپاٹائٹس B اور C دونوں امراض کا شکار ہیں۔ وہ دو چار ماہ کو دس استعمال کریں اور اپنی پسند کی لیبارٹری سے ٹیسٹ کروائیں رپورٹ انشاء اللہ دعائی 100 فی صد (Negative) آئے گی۔ پھر دوبارہ ہیپاٹائٹس B اور C کا مرض نہیں ہوتا۔ حکیم محمد امین سے علاج کرانے کے بعد پاکستان دیرون نہ کا۔ میں بے انتہا مریض شفا یافت ہو کر صحت مند زندگی گزار رہے ہیں۔ مریضوں کی سہولت کے پیش نظر آہ لوگ منی آرڈر یا ڈرافٹ کی صورت میں رقم بھیج کر بھیجے گا دس منگوا

(کم مقدار) نبذ نے کو تک آئل، خلیج، خربوزہ، کالی مرچ (بلکلی)، مولیٰ، مسی، کھیرا، چینی، سرسوں کا ساگ، نگرلی، کر بلہ، لوبہ، مرغریب فروٹ اور پالک ہے۔

دی کلر پیپا نائنٹس کو دس

موبائل نمبر 0345-7000088

شاہی شدہ کمزور مرد

”احسن مہی“ خاص استعمال کریں

20 سال سے آزمودہ

مضر اثرات سے قطعی پاک

سفرجل ایک ایسا پھل ہے جو کچا اور پکا دونوں طرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس پھل کے باغات اہمیں لبنان اور عرب ممالک کے اکثر علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ پھل بہت لذیذ اور لطیف ہوتا ہے۔ قدرت نے اس پھل میں ایک خاص صفت پیدا کر دی ہے۔ جس سے بوڑھے مرد بھی جوان ہو جاتے ہیں اور کمزور مردوں کے لیے ایک ٹانک ہے۔ سفرجل ایک ایسا ناباب پھل ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

”سفرجل کھاؤ یہ دل کو طاق دیتا ہے دل کے دودے کو روکتا ہے دل کو مضبوط کرتا ہے دل کی پیادیں کو ٹھیک کرتا ہے سانس کو خوشبودار بناتا ہے اور سینے کا بوجھ اتارتا ہے۔“ پھر آپ سرکار ﷺ نے سفرجل کی غریف کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ۔

”سفرجل کھاؤ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی نہیں مامور فرمایا جسے جنت کا یہ پھل سفرجل نہ کھلایا ہو کیونکہ

یہ مرد کی قوت کو چالیس گنا بڑھا دیتا ہے۔“

حکماء قدیم کے نزدیک یہ دل و جگر کی پیادوں اور قوت خاص کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔ حکیم سیف اللہ سکھواچی کتاب میں لکھتا ہے۔

”سفرجل میں قدرت مطلق نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔“

زمانہ قدیم کے نامور حکماء لکھتے ہیں کہ۔

”یہ پھل بے حد متوی باہ اور قوت خاص میں اس قدر طاقت دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔“ حکیم محمد امین سفرجل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔

”اس پھل میں قدرت نے وہ قوت رکھی ہے کہ شاید ہی کسی اور پھل میں ہو۔ کیونکہ یہ پھل قوت خاص کے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ نہ جانے اس پھل میں اور کیا قوتیں موجود ہیں جو کہ انسان کے لیے قیمتی طود پر مفید ہو سکتی ہیں۔ سفرجل کے فوائد تو اس قدر ہیں کہ اس پھل پر کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن میں اس وقت دوسرے فوائد کو نظر انداز کر کے آپ کے سامنے وہ قیمتی داؤ لکھ رہا ہوں جو کہ اسناد محترم نے کئی سال خدمت کرانے کے بعد عنایت فرمایا جو کہ باہ کو قوت دینے، سرعت انزال کو دور کرنے اور وقت خاص میں تحریک پیدا کرنے کے لیے بالکل چتر ہے۔ جس کی صرف ایک ہی خوراک کھانے سے مرد میں اتنی کرنٹ آ جاتا ہے کہ مرد چاؤشا دباں کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس کا نام ”احسن مہی خاص“ ہے گولیوں کی شکل میں مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ ہر قسم کے مثلاً طبی مشورے اور گھر منگوانے کے لیے اس نمبر پر رابطہ

کریں۔ 0345-7000088۔ احسن بھی خاص
پورے پاکستان میں ہر اچھے دو خانہ ہو سو چٹنگ
منور پر دستباز ہے نام لے کر طلب کریں۔
ہمارے ڈیلر حضرات

☆ خوجہ منور بالنگا ایلیمینس ماکیٹ صد و کراچی
☆ صد و میڈیکل منور صد و کراچی
☆ سپر ہو سو منور میر کرم علی تاپو روڈ صد و کراچی
☆ محمد علی میڈیکل منور دام باغ، کراچی
☆ طلحہ ریڈرز انٹرپرائز چوکی کراچی
☆ عرفان فاؤنڈری بونی لاندھی کراچی
☆ بسم اللہ ہو سو بلدیہ ٹاؤن کراچی

☆ مصطفیٰ دو خانہ و سالہ روڈ وحت سینا حیدر آباد
☆ ماوسد دو خانہ پولیس لائن حیدر آباد
☆ محمد علی دو خانہ لبرٹی پلازہ آچارہ اسلام آباد
☆ مسلم ہو سو نعمان ہو سو لچت دو حیدر آباد
☆ جرمن ہو سو لچت دو حیدر آباد
☆ عدنان سیڈیکل منور گلشن ماکیٹ کوٹلی کراچی
☆ طاہق ہو سو ڈہری

☆ اسٹاوشاپ سھلہ

☆ عاشی ہو سو ایم اے جناح روڈ ٹنڈو آدم
☆ کرنل چنا منور شاہ بازار ڈالاکانہ
☆ خالد برادر دینی سڑک شکر
☆ مدینہ میڈیکل ورکشاپ ٹنڈو آدم
☆ پاپو میڈیکل منور شاہ بازار جبکب آباد
☆ ضیاء ہو سو سکندریہ پشاور

☆ بکریہ میڈیکل سہجی ہوٹل کراچی کراچی
☆ سہجی ہوٹل کراچی کراچی

☆ علی ہو سو منور گلشن گلشن
☆ امین سینا دو خانہ بلاک سی گلشن کراچی جی خان
☆ شاد برادر و گلشن منڈی گلشن
☆ حافظ دو خانہ کلاں بازار ڈی آئی خان
☆ مشہور دو خانہ مسلم بازار پشاور
☆ الصحت عابد سینڈر روڈ دو خانہ گلشن کراچی
☆ رحمانہ ملت دو خانہ گلشن کراچی
☆ نوید صحت ناصر دو خانہ پشاور و صد و
☆ حافظ دو خانہ شکر وہ کوہاٹ
☆ حکیم جمیل سینا بازار و جگہ
☆ مدینہ ہنسار گج خان دو حیدر آباد
☆ سعید میڈیکل نوشہرہ
☆ المد و ہنسار ڈیپٹ آباد
☆ البحت ہنسار ڈیپٹ آباد
☆ مشتاق ہنسار کی غاوی گلشن
☆ بادشاہی ہنسار بازار و اوپنڈی
☆ حکیم صوفی نوید احمد میٹ چوک، جہلم
☆ نوان دو خانہ دو تناس دو جہلم
☆ احمد دو خانہ جہلم
☆ احمد دو خانہ وینہ
☆ احمد دو خانہ لالہ سوی
☆ احمد دو خانہ مہر پور
☆ احمد دو خانہ مظفر آباد
☆ احمد دو خانہ گلگت
☆ احمد دو خانہ جلاس
☆ الحسن چنا منور و لکی سروت
☆ احمد برادر زکی میٹ ہنسار

قلمی دوستی

کوئین ماہ اکتوبر 2014ء

ماہنامہ چچی کہانی لاہور میں اپنا تعارف شائع کروانے کے لیے اس ماہ کا کوئین کالٹ کر ارسال کریں۔ اگر آپ کو چینی ارسال نہ کرنا چاہیں تو 20 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ خواتین اپنا تعارف شائع کروانے کے لیے اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ہمراہ ارسال کریں ورنہ تعارف شائع نہیں کیا جائے گا۔ اگر آپ اپنے تعارف کے ساتھ اپنی تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ اپنا تعارف صاف صاف اور خوش خط لکھیں۔

سیکر انچارج قلمی دوستی۔۔۔ ماہنامہ چچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور



نام: ملک فیصل سردار ایڈووکیٹ

عمر: 36 سال

تعلیم: ایل. ایل. بی

مشغلہ: مطالبہ کرنا اور قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: ملک فیصل سردار ایڈووکیٹ پوسٹ بکس نمبر 217

جی پی او صدر راولپنڈی

موبائل نمبر 0300-5116946

advocate@78@yahoo.com



نام: غلام رسول ضیاء

تعلیم: (جاری ہے)

مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، سٹوڈنٹس کیلین اور مخلص دوستوں

سے قلمی دوستی کرے۔

پتہ: موبائل نمبر 0301-4606783

grasooelzia@yahoo.com



نام: اے رشید

عمر: 33 سال

مشغلہ: چچی کہانی پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0301-4606783

نام: عبدالغفور

عمر: 45 سال

تعلیم: ایف اے (فاضل عربی) ٹیچنگ

مشغلہ: مذہبی تارکخی روحانی اور جسم کی کتب کا مطالعہ کرنا، سیر و سیاحت کرنا، روحانی علاج کرنا، خط و کتابت کرنا، ٹیلی فونک دوستی کرنا، ایسے اور باؤدانوں سے قلمی دوستی کرنا اور بھانا۔

پتہ: عبدالغفور، موبائل نمبر 0305-543504

0307-3826139 حافظ آباد



نام: عاصم شبیر

عمر: 31 سال

مشغلہ: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، چٹ کرنا اور تحفہ و خائف کرنا اور کرنا۔

پتہ: موبائل نمبر 0308-4747401 لاہور



نام: اکرم سہیل

تعلیم: ایف اے

مشغلہ: دوستوں کی مدد کرنا، غریبوں کی مدد کرنا، لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، صرف مخلص لوگ رابطہ کریں۔

پتہ: اکرم سہیل، موبائل نمبر 0302-4050946 لاہور



نام: عبدالستار

عمر: 25 سال

مشغلہ: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا، مخلص لوگ رابطہ کریں۔

پتہ: عبدالستار، موبائل نمبر 0315-779685 لاہور



نام: ذیشان ریاض

تعلیم: بی اے

مشغلہ: فون پر SMS کرنا، دوستی کر کے بھانا، فلمیں دیکھنا اور چٹی کہانی پڑھنا۔

پتہ: ذیشان ریاض، P-62 کینال روڈ نزد وود ہوٹل، فیصل آباد۔ موبائل نمبر 0300-6602417



نام: فیض محمد بخش لاڈ

تعلیم: ایم اے

مشغلہ: کہانیاں لکھنا، قلمی دوستی کرنا اور تحائف کا تبادلہ خیال کرنا۔

پتہ: فیض محمد بخش لاڈ، لاہور، موبائل نمبر 0300-6887586 کوڈ 58160

0333-6238528



نام: علی رضا

تعلیم: ایف اے

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، ہر خط کا جواب دینا، SMS کرنا۔

پتہ: علی رضا، P-1590 کالونی، فیصل آباد

موبائل نمبر 0300-8664070



نام: نوید احمد

تعلیم: بی اے

مشغلہ: کتابیں پڑھنا، فون پر دوستی کرنا۔

پتہ: نوید احمد، معرفت کراچی، ملتان ٹریڈرز دکان نمبر 34، روضہ خیال کراچی

موبائل نمبر 0321-386659





قارئین خبردار ہوشیار ہو جائیں

یہ شخص جس کا نام ناصر علی ولد محمد بشیر ہے جو چک نمبر 99.9L جھولے دی جھوک تحصیل ضلع ساہیوال کا رہنے والا ہے۔ جو اپنے آپ کو داؤد کا ملازم کہتا ہے۔ حقیقت میں یہ داؤد ملازم نہیں ہے۔ یہ شخص مختلف رسائل و ذرائع میں اپنی تحریروں شائع کرواتا ہے۔ ان کی رسائل و ذرائع سے لوگوں کے موبائل لے کر ان سے دوستی کرتا ہے۔ پھر

ان سے دوستی بڑھا کر مختلف جیلوں، بہانوں سے پیسے مانگتا ہے۔ سننے میں یہ بھی آیا ہے کہ شخص لوگوں کو داؤد میں نوکری دلوانے کا کہہ کر ان سے پیسے لیتا ہے مگر نوکری ان کو نہیں ملتی..... پھر بعد میں وہ لوگ جنہوں نے اسے نوکری کے لیے پیسے دیے ہوتے ہیں اس شخص سے جب رابطہ کرنے ہیں تو یہ شخص اپنا موبائل نمبر تبدیل کر لیتا ہے۔ یہی اس شخص کا کاروبار ہے۔

اس شخص نے "ماہنامہ گچی کہانی لاہور" کے بھی پیسے دیے ہیں۔ جس وجہ سے "ماہنامہ گچی کہانی لاہور" نے اس کی خبریں شائع کرنی بند کر دی ہیں۔ ہماری قارئین سے درخواست ہے خدا را اس فراڈ سے شخص سے بچیں اور اپنے دوستوں کو بھی اس شخص سے دوستی کرنے سے خبردار کریں۔ اگر ہو سکے تو اس اشتہار کی فوٹو کاپی کروا کر اپنے دوستوں کو بھیجیں تاکہ لوگوں کو اس شخص کی اصلیت کا پتہ چل جائے اور وہ اپنے جہنی وقت اور پیسوں کے ضائع سے بچ جائیں۔

(ادارہ ماہنامہ گچی کہانی لاہور)

عمر: 20 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: محبت کرنا، قلمی دوستی کرنا

پتہ: پاک جرسن ٹیکنیکل ٹریننگ سینٹر حسب ضلع سیلہ

✪✪✪

نام: فرحان نواز مسکن

عمر: 20 سال

تعلیم: بی. اے

نام: بشیر خان ڈنگ

عمر: 28 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا

پتہ: ڈاک خانہ صورتی کھڈ خاص سائی کوٹ (ڈاک)

تذنیل و ضلع کرک۔ پاس جشیہ خان کوٹلے۔

✪✪✪

نام: آچار خان بلوچ

✪✪✪

مشغلہ: غریبوں کا ساتھ دینا ہر قسم کا مشورہ مفت
پتہ: ڈاکٹر محمد رفیق شاہد، سریم پولی کلینک، محلہ
رسول پورہ، مگلی نمبر 7 ڈگرانواں روڈ، فضل آباد
(●) (●) (●)

نام: طاہر حسین صدیقی

عمر: 28 سال

تعلیم: بی. اے

مشغلہ: ہر مذہب ہر طبقہ کے لڑکے، لڑکیاں دنیا
کے کسی بھی کونے سے ہوں قلمی دوستی کے لیے
لکھیں۔

پتہ: طاہر حسین صدیقی، پوسٹ بکس نمبر 10048
پوسٹ کوڈ نمبر 54600 لاہور
(●) (●) (●)

نام: علی عمران

عمر: 32 سال

تعلیم: ڈی. ایچ. ایم. ایس

مشغلہ: قلمی دوستی رسالے پڑھنا، خدمت خلق
پتہ: علی عمران جرنل ہوسٹلور بازار توپاں والا
ذریعہ اسماعیل خان
(●) (●) (●)

نام: سہیل بیگ

تعلیم: ایف. اے

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا

پتہ: سہیل بیگ C/O بھٹو پلاسٹک ٹریڈرز انڈرون
موچی گیٹ لاہور
(●) (●) (●)

مشغلہ: کرکٹ کھیلنا ہر طبقہ کے باونفا، ہر کسی کو
کھلے عام دعوت ہے شاعری کرنا۔

پتہ: فرحان نواز، سین شاہی بازار، پوسٹ آفس
نصر پور، پی او بکس نمبر 70040 تحصیل ننڈا دھیار
ضلع حیدرآباد
(●) (●) (●)

نام: محمد طاہر

عمر: 20 سال

تعلیم: ایم. ایس. سی

مشغلہ: ہر عمر کے مرد حضرات رابطہ کریں

پتہ: IP.O.BOX.NO.11098 لاہور کینٹ
فون نمبر 0303-6414083
(●) (●) (●)

نام: فاروق خان سواتی

عمر: 21 سال

تعلیم: B.A. (جاری) بکننگل ایجوکیشن (R.A.C)

مشغلہ: دراز داری، شعر و شاعری، مطالعہ
خیال کرنا، کرکٹ، میوزک، فلمیں دیکھنا،
قلمی دوستی و فاداروں سے۔

پتہ: کتاب مرکز، نزد عتامت دلی دربار اپرا، اذامید
گاہ روڈ مظفر آباد (AK) فاروق خان سواتی کوٹے
(●) (●) (●)

نام: ڈاکٹر محمد رفیق شاہد

عمر: 24 سال

تعلیم: ڈی. ایچ. ایم. ایس۔ سایہ کالوجسٹ

پتہ: مکان نمبر E/283 سیکٹر 12، نوان مارکیٹ خیابان

سر سید راولپنڈی۔ فون نمبر 03335134274



نام: ملک محمد اعظم اعوان

عمر: 26 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: میوزک سنسنا، قلمی دوستی کرنا

پتہ: ملک محمد اعوان یکو بزنس انٹرسٹ پرائیویٹ

لیڈ 65 مین کمرشل ایریا تھرو کیواری گراؤنڈ

لاہور کیٹ۔ فون نمبر 6673713



نام: سرور رحمانی

نمبر: 19 سال

تعلیم: مام فنڈیم

مشغلہ: شاعری کرنا، اچھے اور بادل لڑکوں اور

لڑکیوں سے ملنی دوستی کرنا لاہور، فیصل آباد سے

رابطہ کریں بے دغا اور فراڈ بنے لوگ زحمت نہ

کریں۔

پتہ: محمد سرور رحمانی، مکان نمبر 197 فونی ہاک

علامہ اقبال ٹاؤن کالونی فیصل آباد



نام: زاہد صدیقی

عمر: 20 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: قلمی دوستی لڑکے اور لڑکیوں سے

پتہ: وارنر مل رحمت کالونی گلی نمبر 2 کاغان روڈ

دوسری ٹی بی ایس، ف 175 بجہ اکتوبر 2014ء



نام: محمد ابراہیم

عمر: 17 سال

تعلیم: (جاری ہے)

مشغلہ: نئی کہانی پڑھنا، قلمی دوستی کرنا، مخلص دوست

کی تلاش ہے۔

پتہ: محمد ابراہیم سوبانگل نمبر 0342-6267179



نام: مظہر نواز مانی سرا

عمر: 19 سال

تعلیم: ایف۔ اے

مشغلہ: صرف قلمی دوستی خط لکھ کر آزمائیں ریڈیو

پاکستان ملتان کے علاوہ اسلام آباد اور بہاولپور

لاہور کے بہت سے پروگراموں میں حصہ لینا

پتہ: مظہر نواز مانی سرا، سر اجمل سنور اڈا

مئی کس P.O جال والا تحصیل ضلع ملتان



نام: خیال انیس

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: قلمی دوستی کرنا

پتہ: انصاف ڈیزل لیبارٹری نزد واپڈا دفتر ٹل
روڈ: 2، ٹنڈا، (سرحد)

✽✽✽

نام: اشتیاق احمد کول

عمر: 24 سال

تعلیم: میٹرک

مشغلہ: شاعر R.K.T سے پیاد کرتا۔

پتہ: بازار لیلمنگ ایجنڈ ڈرائی کلینرز سیالکوٹ۔

نظام: پردہ گورنوالہ

✽✽✽

نام: ریاض آفریدی

عمر: 26 سال

تعلیم: ایم اے

مشغلہ: محبت کرتا پر خلوص، کے لڑکیوں سے نفی

دوستی کرتا۔

پتہ: ریاض آفریدی سکنہ بازی خیل درو آدم درو

بازار کوہاٹ

✽✽✽

نام: محمد اقبال شہزاد

عمر: 19 سال

تعلیم: ایف اے

مشغلہ: کمپیوٹر کی معلومات۔

پتہ: محمد اقبال شہزاد ریزیدنل کونڈیکشن (PVT)

نمبر 8 بشارت پاور 9، L مرکز اسلام آباد

✽✽✽

نکونہ فکر فی تحصیل ضلع رحیم یار خان۔ ذوالفقار
وزارت اپ دے کپڑا کوزا جھڈائی کوٹ

✽✽✽

نام: شیر دل

مشغلہ: اچھے رسالے پڑھتا

پتہ: شیر دل اینڈ ہاؤس ایجنٹس رنگ در کس مٹکارا،

روڈ کنڈھ کوٹ ضلع چکب آباد

✽✽✽

نام: ذوالقرنین حیدر

عمر: 16 سال

تعلیم: میٹرک (جاری)

مشغلہ: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرتا

پتہ: ذوالقرنین حیدر معرفت رضا جنرل اسٹور اینڈ

P.C.O نزد پوسٹ آفس منڈی شاہ جیونہ سٹی

تحصیل و ضلع جھنگ

✽✽✽

نام: شہر ریاض ناں

عمر: 22 سال

تعلیم: ایف اے

مشغلہ: کمپیوٹر پر ذرا انگ کرتا اور زندگی انجوائے

کرتا یعنی سیر و تفریح کرتا۔

پتہ: محمد ریاض ناں عمر بلاک نمبر 31 معراج

پارک بیگم کوٹ شاہد ذوالہور

✽✽✽

نام: برانہ وسیم

عمر: 21 سال

مشغلہ: باہر کے ممالک کی سیر و تفریح کرتا

ناقابل فراموش واقعات

اس کالم میں آپ مختصر سبق آموز معلوماتی 'حیرت انگیز' ناقابل فراموش 'خوفناک' و 'ہشت ناک' واقعات اور اسلامی معلومات ارسال کر سکتے ہیں۔ جس کے ہمراہ آپ کو اس مابین کا کوپن کاٹ کر ارسال کرنا ہوگا۔ اگر آپ کوپن نہ بھیجتا چاہیں تو 20 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ اپنی تحریر کے ساتھ اپنی تصویر شائع کروانا چاہتے ہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خواتین اپنی تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کا پی ہمراہ ارسال کریں۔ اپنی تحریریں صاف صاف اور خوشخط لکھیں۔

کچھ انچارج ناقابل فراموش واقعات..... ماہنامہ نئی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

نوسرماز

سوار کا دمہ میرے پیچھے کی طرف جھنک گیا لاری لانے کے نزدیک آئے تو اس نے کہا جتا پلے یہاں سے چائے پی لیں پھر چلتے ہیں۔ ہم رک گئے۔ اس نے دہلے والے کو انڈر ربا کر دیا اچھی سی چائے بنا کر لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد ملازم چائے لے آیا۔ میں اس کی شفقت اور رحمہی سے براسترا ہوا اور اس ملازم کو چائے کے پیسے لرا کرنے چاہے مگر اس آدمی نے مہری ایک نہ چلنے دی۔ کہنے لگا نہیں پیسے میں ادا کروں گا۔ تم میرے بیٹوں کی طرح ہو کوئی بات نہیں کہتے ہیں کچھ بانے کے لئے کچھ کھانا پڑنا ہے پھر اس نے مجھے کہا اب جلدی گھر جاؤ اور کانڈات لے کر یہاں پر ہی جاؤ وہاں سے ہمارا گھر دور نہ تھا۔ لہذا تھوڑی دیر میں میں خوشی خوشی اپنے تمام کانڈات اور کچھ رقم گھر سے لے کر آیا۔ وہ آدمی مجھے سیدھا کھنٹی باغ میں لے گیا وہاں پہنچ کر اس نے ایک درخواست دی کہ ریلوے ڈائریکٹر کے نام لکھی اور ایک ٹکٹ انمار والوں کو۔ اس نے کہا کہ جاؤ تم میرا بازار سے خود اسامو لے آؤ۔ میں اپنی دیر میں یہاں ایک دفتر سے ہو کر آتا ہوں۔ میں بازار چلا گیا اور وہ آدمی تھوڑی دیر بعد وہاں پر ہی آیا۔ اور آئے ہی

ہے ان دنوں کی بات ہے میں نوکری کی تلاش میں تھا ہر جگہ اہائی کہا مگر کہیں بھی شوقانی نہ ہوئی ایک دن اتفاق سے میں بکر منڈی چلا گیا وہاں میرا ایک لڑکے سے جھگڑا ہو گیا۔ ہم کھنٹھ کھٹا ہو گئے۔ بہت سے لوگ ہم کو چھڑانے لگے۔ قریب ہی ایک شریف آدمی چائے پی رہا تھا۔ وہ بھی اٹھا اور مجھ کو پکڑ لیا۔ جب میں گالی دے رہا تھا تو وہ بڑے چار سے کہنا نہیں نہیں بنا گالیاں نہیں نکالنے۔ تم تو مجھے بڑے کھٹے معلوم ہوتے ہو۔ پھر بھی گالیاں نکالتے ہو۔ ادھر آؤ۔ میرے پاس پہنچ جاؤ۔ میں اس کی شفقت اور بارود کہہ کر اس کے قریب پہنچ گیا بہت آہستہ آہستہ اس نے میرا انٹرویو لینا شروع کر دیا بڑے اخلاق اور ہمار سے پوچھا۔ بتاؤ تم کہاں تک بڑھے ہو بتاؤ میں نہیں کسی اچھی سی ملازمت پر لگوا دوں گا۔ میرا بھائی لاہور سیکرٹریٹ لگا ہوا ہے میں اس کی سفارش دلاؤں گا۔ اور اتنا اللہ تم ملازمت پہ لگ جاؤ گے۔ ابنا کہو گھر جاؤ اور اپنے تمام کانڈات لے آؤ اور ساتھ ہی ہزار دو ہزار روپے بھی لے کر آؤ کہو کہ درخواست رجسٹری کر دانی ہے۔ اسی آدمی نے مجھے سائیکل پر

مجھے کمائی ستانی شروع کر دی بارگنا اچھا ہونا اگر تم بھی میرے ساتھ چلے جانے۔ وہاں پہ مارے، دودھ وہ ایم پی اے صاحب نے بڑی خوشی سے اور مجھے کئے گئے کے تم یہاں کیسے آئے ہو۔ میں نے ان کے سامنے درخواست کر دی اور انہوں نے کہا میں اتنا ہی کام ہے۔ نو سو روپیہ کام ہے اور انہوں نے دستخط کر دیے ہیں۔ چنے لگا کر یہاں پر ایم پی اے صاحب کا کیا کام۔ میں کچھ نہج اس کی چالاکی سمجھ گیا مگر پھر میں نے نصیحت کر لیا کہ شاید ایسا ہی دواؤ اور میری قسمت میرا ساتھ دے رہی ہو۔ پھر اس نے حکم دیا کہ جلدی جاؤ اور اپنی اونچٹ منسوبہ ڈاکر لاؤ۔ میں جلدی جلدی سائیکل پر سوار ہوا اور نو نو گراف کے پاس چلا گیا انہوں نے مجھ سے سو روپے وصول کئے اور مجھے کہا کہ اب بھٹ لٹاؤ اور بناؤ کر دو۔ بسب میں وہاں پہنچا تو وہاں آدمی دو رہا میں ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ جانے ہی وہ میرے ہاتھ میں تھا وہیں کہ یہ لو میں نے نصاریٰ درخواست لاہور و ہنری کروادی ہے اور یہ ان کی رہا رہی ہیں۔ مجھے ان دونوں رہنری وغیرہ کرانے لایا کل معلوم نہیں تھا۔ بقول اس کے ان درخواستوں کو رہنری فروانے میں انقباض آئے سو دوپے لگ گئے تھے۔ اس نو سباز نے ایک رہا پر لگے دیا 540 اور دوسری پہ 640 روپے کئے لگا منسوبہ کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ یہ میں بعد میں سمجھا ہوا ہوں گا۔ تم میرے ساتھ آؤ بازار تک کچھ سامان لے لیں راستے میں وہ مجھے کئے لگا میں زحماں میں رہتا ہوں کسی دن میرے پاس آتا میں اس کی شفقت پر حیران تھا کہ اس نے میرا کام بالکل فری کر دیا ہے۔ جب میں نے ان سے اجازت لینی چاہی تو اس نے کہا جی وہ رہنری کے پیسے نووے جاؤ جن

فی میں نے رہا رہی تم کو دی ہیں۔ میرے نووے سامان خطا نہ گئے۔ اپنی بڑی رقم میں کہاں سے وہاں گا۔ پھر اپنا جال بھینکنے کے لئے کئے لگا۔ منسوبہ میں ذرا اپنے بھانجے کو لیلی فون کر لیں تاکہ وہ ان درخواستوں کو احضار سے رکھے میں نے ان رہا رہی پر غور کرنا شروع کر دیا۔ میں یہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس نے ایک جگہ زبرد اور مجھے خود لکھے تھے اور دوسری رہا رہی بلانچ اور زبرد میری سمجھ میں آگیا تو میں نے عقل سے کام لیا اور اسے کہا کہ جناب آپ یہاں منسوبہ مجھے بہت ضروری کام بارگنا ہے۔ وہ مجھے ذرا بھی کہیں اور حرا نہیں جانے دیتا تھا۔ مگر میں نے ضد کر کے اس سے اجازت لے لی اور سیدھا ڈاک خانے چلا گیا۔ متعلقہ کلرک سے پوچھا کہ کیا یہ رہا رہی آپ نے باقی ہیں؟ اس نے کہا جی مگر یہ نہ ایک دوا دھنی دلا آدمی رہنری کروا کے گیا ہے۔ میں نے پوچھا آپ نے کتنی رقم لی ہے۔ صرف آٹھ روپے۔ میں حیران رہ گیا اور ان کو سارا ماجرا بتا دیا۔ انہوں نے کہا اس کو فوراً پھانسی کے حوالے کر دو۔ میں جلدی سے ان جگہ پہنچا جس جگہ اس آدمی کو کھڑا کر کے گیا تھا مگر وہاں پر وہ موجود نہ تھا۔ شاید اس کو شک ہو گیا تھا یا اس نے میرا بیچا لیا ہو گیا۔ میں نہیں جانتا مگر کافی دیر میں نے اس کا انتظار کیا کہ وہ آدمی آجائے اور میں ان کو پھانسی کے حوالے کر دوں۔ مگر وہ آدمی وہاں سے رونق نہ پوچھا۔ اس طرح میں ان کے چکر سے بچ گیا اور وہ رہنری ساری رقم لے جاتا۔ سوچتا ہوں کہ ایسے کتنے نوجوان ہوں گے جو دزدگاری خاطر لٹ چکے ہوں ان نو سبازوں کے ہاتھوں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ (آمین)

○ عبدالحمید دکی 'بڑا نوالہ'

قتل جو ہوا ہی نہیں

یہ واقعہ واسپور کا ہے اور اس کا تعلق کسی ماورائی یا جاوہلی حالات سے نہیں ہے بلکہ ہواؤں کے واسپور کے فضا کے سمندر مفسود ہائی ایک شخص 13 اپریل کو اچانک غائب ہو گیا۔ اس کی عدم موجودگی میں مفسود کے گھرواؤں نے پولیس کو اطلاع دی۔ گھر والوں کو شبہ تھا کہ مقدمہ کو رد اغوا کیا گیا ہے۔ اس معاملے کو پولیس نے اغواء کے حساب سے پرکھنا اور تحقیق کرنا شروع کیا۔

مفتاحہ شہزادہ محمد پولیس نے 19 اور 20 مئی کی رات 11 نومبر پر گاڑوں کے ایک گھنٹے میں ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد کی جس کا طلبہ حوالہ مفسو سے مشابہ تھا۔ پولیس نے اس لاش کو مفسو کی لاش قرار دیتے ہوئے بعد از ضابطہ کا وادی لاش کو مفسو کے مگر والوں کے سپرد کر دیا۔ غرضیکہ مفسو مردہ قرار دے دیا گیا۔ اتنی ہی نہیں جن لوگوں پر مفسو کے اغوا کا شبہ تھا انہیں مگر فائر کے مفسو کے قتل کا اعتراف بھی کرالیا اور انہیں رخصت کر دیا۔

لیکن اچانک 7 جولائی کو مقصود اپنے گھر آگیا۔ وہ کسی کام سے جو نہور گیا ہوا تھا۔ جلد بازی میں وہ اپنے گھر والوں کو مطلع کرنا بھول گیا تھا۔ مقصود کے گھر والے نو اس کی واہبی پر بے حد خوش ہوئے لیکن حکام پولیس کے ماتموں کے طوطے اڑ گئے کہ پولیس خود مقصود کے خفی کے ملازموں کو جیل بھی بھیج چکی تھی۔

خواجہ گفنام شہزادہ

☆☆☆☆

آخر بڑی مہینوں، مرا دون کے بعد شادی کے
سانوں میں کے اختتام پر ان کے بھی پیدا ہونے

کے آثار ہوئے۔ خاندان بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ان کی دعاؤں کا موضوع یہ تھا کہ اللہ نے وعائیں سن لی ہیں تو اب اپنی رحمت سے ہمیں بیٹا عطا کرے تاکہ خاندان کا کام چلتا رہے۔

موجودہ زمانہ کے اس جڑوے کی شادی باہمی محبت کے نتیجے میں ہوئی تھی اور یہ میاں بیوی کی محبت ہی تھی کہ ستر سال تک بچہ نہ ہونے کے باوجود دوسری شادی کا کوئی سوال پیدا نہ ہوا۔ وہ راضی برضا تھے۔ اور اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کو منظور ہے تو کبھی ہم صاحب اولاد ہو ہی جائیں گے اور اگر خدا کو ابراہیم منظور نہیں تو ہمیں اس کی مرضی میں دخل نہیں دیتا چاہئے۔ اور اب جب اللہ کی مہربانی سے بچہ ہونے کے آثار ہوئے تو ہر شخص خوش خوا اور بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی ہر طرف مبارک سلامت کی صدائیں گونج رہی تھیں۔

ایک لیڈی ڈاکٹر پورے نو ماہ تک بڑی باقاعدگی اور توجہ سے ماں بننے والی خانوں کی رکھ بھال کرتی رہی۔ وہ مطمئن تھی کہ بچہ قدرتی انداز میں نشوونما پا رہا ہے اور ولادت بخیر و خوبی کسی وشواہی کے بغیر ہوگی لیکن نو ماہ گزر جانے کے باوجود ولادت کے آثار پیدا نہ ہوئے۔ سب کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر بھی پریشان تھی لیکن اس کا کوئی سبب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پھر رسواں اور گہرہاں مہینہ بھی گزر گیا۔ حتیٰ کہ پندرہ ماہ اسی عالم میں گزر گئے۔ لیکن بچہ پیدا نہ ہوا۔ اب نو سب کا ماہ اے تشریش کے برا حال تھا۔ ناہم ماں بننے والی خانوں کی طبیعتیں بخش حالت کی بنا پر ڈاکٹر کچھ مطمئن ہی تھی۔ البتہ کبھی کبھی یہ مشورہ ضرور دیتی تھی کہ زرخیزانہ ولادت کرانی جائے۔

اس مشورے کو خاندان کے کسی فرد نے منظور نہ کیا اور فیصلہ ہو گیا کہ انہیں نکلا دیا جائے معلوم نہیں خدا کو کیا

179: اکتوبر 2014ء

منظور ہے۔

آخر سولہویں مہینے کے اختتام پر ولادت کے آثار پیدا ہوئے اور جو بچہ اسفرار حمل کے 19 ماہ بعد پیدا ہوتا چاہئے تھا۔ وہ پورے سات ماہ کی تاخیر سے پیدا ہوا۔ ولادت بالکل فطری انداز میں ہوئی۔ یہ ایک صحت مند اور خوب صورت لڑکی تھی۔ لیکن لڑکی کی ولادت کے ساتھ ہی ایک جلتہ اور بھی ماں کے پیٹ سے برآمد ہوا۔ یہ ایک چھوٹا سا سائب تھا۔ جسے دیکھ کر ڈاکٹر اور اس کی ساتھی نرسوں نے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ سائب پلٹے اطمینان سے بچی کے قریب لبتا ہوا تھا اور فطعی بے ضرر دکھائی دے رہا تھا اہل خاندان کو خبر ہوئی تو بڑے پریشان ہوئے سب نے فیصلہ صادر کر دیا کہ سائب کو بلا تاخیر ختم کر دیا جائے۔ لیکن بچی کی ماں نے مخالفت کی۔ اس نے کہا کہ یہ سائب میری بچی کے ہمراہ میرے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ یہ میرا بچہ ہے۔ میں اسے قتل نہیں ہونے دوں گی۔ اسے زندہ رہنے دیا جائے۔

یہ ایک اردنی بات تھی کہ عورت کے پیٹ سے سائب نے جنم لیا۔ دور دور تک یہ خبر پھیل گئی۔ اخبارات میں بھی خبریں چھپیں اور پورے علاقے میں عجیب سی سنسنی مچ گئی۔ لوگ اس سائب اور بچی کو دیکھنے کے لئے آئے تھے اور حیران و ششدر رہیں جاتے تھے۔ یہ سائب بچی کے ساتھ ہی پرورش پانے لگا مہاں نے جہاں بچی کا نام سلیمہ تجویز کیا۔ وہیں اس سائب کو بھی ایک نام دے دیا "خیر دین" مگر کے سب افراد اسے خیر دین کے نام سے پکارنے لگے اور اس بات پر حیران تھے کہ وہ اپنا نام بچہ پاتا تھا اور پکارنے پر سراٹھا کر آواز کی سمت دیکھ کر یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس نے آواز سن لی۔

سانپ اور بچی کی پرورش جاری رہی۔ اس دوران میں کوئی دوسرا بچہ پیدا نہ ہوا۔ پانچ سال گزر گئے۔ خبر دین گھر میں بھاگا دوڑا پھرنا تھا۔ خاندان کے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں بھی شریک ہونا تھا۔ اور بالکل بچوں کے انداز میں بیویں سے ڈرنا اور ان کا احترام بھی کرنا تھا۔ اب اس کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ اور لوگوں نے اسے ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کر کے یہ فرض کر لیا تھا کہ یہ ایک عام بچہ تھا لیکن قدرت کی کسی مصلحت کی بناء پر سانپ کی نگاہیں اٹھار کر کہا۔ اب وہ کئی ٹٹ لبتا خوفناک سانپ بن چکا تھا لیکن تمام بچے اور مہلی کٹے کے لوگ اس سے واقف تھے۔ اس لئے کوئی اس سے ڈرنا نہ تھا۔ اس نے بھی ابھی تک کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ کوئی بچہ اسے پریشان کرنا زور اسے زوراً ضرر نہ تھا لیکن کلانا ہرگز نہیں تھا۔

اس زمانے میں کچھ سپرے گوجاں والا سپرے وہ کھلی مہلی گھوم کر بین بچانے تھے اور اپنے سانپوں کا ناچ دکھاتے تھے۔ ایک روز وہ خیر دین کے محلے میں بھی آ گئے اور باہر مہلی جگہ پر بیٹھ کر بین بچائی شروع کر دی تمام بچے بین کی آواز سن کر وہاں جمع ہو گئے۔ ان کے ساتھ میں خیر دین بھی پہنچا اور بچوں کے جھوم میں سے گزرتا ہوا سب سے آگے جا کر بیٹھ گیا۔ سپروں کی اس پر فخر پڑی تو وہ حیرت سے اچھل پڑے۔ انہوں نے اپنے سانپوں کو تو پٹاریوں میں بند کر دیا۔ اور اس نے سانپ کو پکڑنے کے جنن کرنے لگے۔ خیر دین بے غفلت بنا ان کی حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا لیکن اس نے اپنی کان کوئی لڑوا نہ وہ سپروں کے ہاتھ اٹا۔ سپرے حیران تھے کہ آخر بیکر کہا ہے۔

ایک سپرے نے بتایا کہ یہ بے حد خطرناک قسم کا سانپ ہے۔ اسے ہوں آواز کی کے ساتھ بچوں کے

رشتہ داؤ شادی کے تجھے لے کر آئے ہوئے تھے کسی نے مذاقاً "سانپ سے پوچھا" خیر دین! یمن کی شادی میں تم کیا عقد دے رہے ہو؟"

شام کو بدلت آئی تو خیر دین لاپتہ تھا۔ کسی کو اس کی طرف دھیان دینے کی فرصت بھی نہ تھی شادی دھوم دھام سے ہوئی اور سلبہ سسرال روانہ ہو گئی اس کے کچھ دیر بعد لوگوں کو خیر دین کا خیال آتا تو اسے تلاش کیا گیا۔ اس کے ہم دوستوں نے چاروں طرف پھیل کر اسے آؤاؤس دیں۔ گھر میں بھی ادھر ادھر دیکھا گیا اور آخر وہ مل گیا لیکن ایسی حالت میں کہ اسے کچھ کر سب بے اختیار دوڑنے لگے۔ وہ ایک پختہ ٹالی میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا پو دا بدن جل چکا تھا۔ اور اس کی دودھ بدن کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اوڈاس کے منہ میں یمن کو دینے کے لئے ایک قمی بیہرا ہوا تھا۔ دراصل ہوا بے تھا کہ وہ باہر سے گھر آنے ہوئے دروازے پہ پہنچا تو وہاں اجنبی عورتوں اور مردوں کا ہجوم تھا اس لئے اس نے ٹالی کا واسطہ منتخب کیا لیکن جوئی دو ٹالی میں داخل ہوا اندر سے کھلا پکانے والوں نے چاولوں کی اہلی ہوئی نیچے مالی میں الٹ دی۔ اندھیرے کی وجہ سے کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کچھ فاصلے پر خیر دین بھی ٹالی میں آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ بے چارہ دکھائی ہوئی بیچ کی لپٹ میں آکر مر گیا۔

اس کی ماں جو بیٹی کی شاندار شادی پر بے حد خوش تھی، خیر دین کی موت کی خبر سن کر رونے رونے بے حال ہو گئی۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے اسے دلاسا دیا۔ دوسرے روز خیر دین کا جنازہ انسانوں کی طرح اٹھا گیا اور اسے قبرستان میں دفن کر کے وہیں پر چھوٹی سی پختہ قبر بنادی گئی۔ خیر دین کے رشتہ دار اب بھی کبھی اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے دیکھائی دے جاتے ہیں۔

بمراہ چھوڑ دینا خطرناک ہے۔ ہم اسے پکڑ کر لے جائیں گے۔ لیکن بچوں نے شور مچا دیا اور آخر محلے کے لوگوں نے سیڑیوں کو دہاں سے چلا کر دبا۔ خیر دین ان کی چادروں میں جاتے سے بچ گیا۔

دس بارہ سال کی عمر میں خیر دین گھر کے کام کاج میں بھی ہاتھ بٹانے لگا۔ وہ اپنی یمن سلبہ کا بے حد خیال رکھتا تھا۔ وہ اکیلی ہوتی تو اس کے ساتھ لگا دیتا۔ اچھل کود کر اس کا دل بھلانا اور کسی غیر کو اس کے نزدیک نہ آنے دیتا۔ گھر میں کوئی اور نہ ہو مانو اس کی ماں محلے کی دکان سے منگوائے جانے والے سالن کی فرسٹ بنا کر کاندھ اس کے سامنے ڈال دیتی۔ وہ اسے منہ میں پکڑ کر دکان پر لے جاتا اور فرسٹ دکاندار کو دے دیتا۔ وہاں سے دکان پر کام کرنے والا کوئی لڑکا مطلوبہ سالن اس کے گھر میں پہنچا دیتا اور فیسٹ لے جاتا۔ دکان پر ابتدا میں تو لوگ اسے دیکھ کر زور سے کھیراتے تھے لیکن جب اس کی حقیقت سے واقف ہوئے اور انہیں احساس ہو گیا کہ سانپ بے ضرر ہے تو وہ اس میں دلچسپی لینے لگے۔ اب کبھی وہ دکان پر پہنچتا تو اپنی گانگ ادھر ادھر کر اسے راستہ دے دیتے اور بیٹھنے ہوئے دکاندار سے کہتے کہ بھائی پہلے خیر دین کا کام کر دو۔ ہم بعد میں سودا لیں گے۔ دکاندار بھی سب کو چھوڑ کر پہلے اس کی پرچی لیتا اور سالن لڑکے کے کندھے پر لٹا کر خیر دین کے ہمراہ بھیج دیتا۔

ایسی صورت سے پرورش پاتے پاتے خیر دین اور سلبہ 17 سال کے ہو گئے۔ سلبہ ابتدا میں ہی سے صحت مند اور خوب صورت لڑکی تھی۔ جوانی میں اس کا روپ اور بھی نکھر گیا۔ چنانچہ خاندان بھر میں اسے اپنی بوسنائے کی خواہش منو ہو تھی۔ آخر ایک جگہ اس کا رشتہ طے ہو گیا اور شادی کی چادریاں مونے لگیں۔

شادی کے آخری مرحلے پر جب کہ مجلس کے تمام

﴿محمد جمیل﴾ ----- حیدر آباد ﴿

☆☆☆☆

پتھر کی گیند

پتھر کی یہ خوبصورت اور بڑی گیند، جلنے، خوراک، بجوہ ہے، کوشادیکا میں پائی جانے والی یہ گیند ماہرین آثار قدیمہ کے لئے انجمن کباباٹ بنی ہوئی ہے عباس کیا جانا ہے کہ یہ عظیم و عجیب گیند چالیس لاکھ سال پہلے تیار کی گئی تھی۔

یہ گیند اپنی پرانی ہے اس پر تو ماہرین کو کوئی حیرت نہیں ہے۔ حیرانی اس بات کی ہے کہ اس گیند کو بنانے والے نے کیسے بنایا؟ داد کا؟ کس غرض سے بنایا؟ اور بنانے والا کون تھا؟ میرا اندازہ یہ بھی ہے کہ یہ گیند قدرتی پتھر کے نیچے میں خون سے بن گئی ہوگی۔ ماہرین باحیلات کا خیال ہے کہ یہ گیند کبھی اور دنیا کے بایوں کے ہاتھ کا کمال ہے۔

ہست سروروں کے بعد نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ لاکھوں سال پہلے انسانی ہاتھوں نے اوزاروں کی مدد سے یہ عظیم المیہ گیند تیار کی تھی۔ لیکن گیند تیار کرنے کا مقصد نقل کی گرفت میں نہیں آ سکتا ہے۔ بہر حال انسان واضح ہے کہ یہ گیند بھجنے کے لئے نہیں بنائی گئی ہوگی۔ اگر سمجھنے کے لئے بنائی گئی ہوگی تو سمجھنے والے بھی پہاڑ جیسے ہوں گے۔ ماہرین اذھک سے مزاحی ہوئی اس گیند کا پختہ نہیں بھی حیرت انگیز ہے۔

سنگ اور دم والا پتھر

پولانڈ نے پتھر کو بد دعاوی تھی۔ پتھر کے کانوں میں پولانڈ کے اقطاع گرو گئے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے پتھر بہت پرچین رہی تھی۔

پتھر کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہے نود اور بھی

پریشان ہو گئی۔ پولانڈ نے اولاد کے بارے میں ہی توبہ دعاوی تھی۔ وہ بہت گھبرا کر ڈاکٹر کے پاس پہنچی ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد پتھر سے کہا۔ سب ٹھیک ہے عمل طبی اصول کے مطابق ٹھیک طریقے سے نشوونما پا رہا ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ پتھر معطل ہو گئی اور اس کے ذہن سے وہم کی گرد صاف ہو گئی۔

جب پتھر نے بچے کو جنم دیا تو وہ اسے دیکھنے ہی پہنچ کر بے ہوش ہو گئی۔ بچے کے سر پر دو سنگ تھے۔ اور چچے ایک جھوٹی سی اوپر کو اٹھی ہوئی دم گل ہوئی تھی۔

پتھر اس بچے سے اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ اس نے اسے دوبارہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ پتھر کا کتا ہے کہ میں بھی ماں ہوں۔ مٹا میرے اندر بھی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میری اولاد وار ڈالی جائے۔ لیکن میں ٹیور ہوں۔ میرے بطن سے پیدا ہوا ہے پھر انسان کا پتھر نہیں لگتا۔ پھر میں اسے ہال کر لیا کروں گی۔ بڑا ہو کر یہ انسانوں کی فریاد خانے گا۔ اس لئے اسے زندہ رکھنے میں بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن ڈاکٹروں نے اسے زندہ رکھنے کے لئے بہتر خانے میں بھیج دیا ہے۔ پتھر زندہ ملا ہے اور سام چوٹی کی طرح بنا ہوا ہے۔ لیکن دو ایک عجیب ہی آواز نکالتا ہے۔

پتھر کے ساتھ دوسرا حادثہ یہ ہوا۔ اس عجیب اقلانٹ بچے کی پیدائش کے بعد اس نے نہ ہر سولہ نے اس سے ناخوش ہوا ہے۔ حالانکہ یہ اس کا کتا ہے کہ میں نہیں مانتا کہ یہ پولانڈ کی بد دعاوی تھی۔ پولانڈ ہسپتال کی پہلی بچی کا نام ہے۔

﴿عبدالستار﴾ ----- پہاڑ لنگر ﴿



شاہدہ کا دسترخوان اشچارج۔ شاہدہ پروین

کھانے پکانے کی ترکیب میں تارکین سے موصول ہوتی ہیں جو ہم جوں کا توں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر آپ بھی کوئی منفرد ترکیب جانتی ہوں تو ہمیں ارسال کریں۔ ترکیب صاف صاف اور خوشخط لکھی ہوئے چاہئے تاکہ پڑھنے میں آسانی رہے۔ خواہمیں ہمیں کھانے پکانے کی ترکیب اپنی تصویر کے ساتھ بھی ارسال کر سکتی ہیں ہم شائع کر دیں گے۔

کھ شاہدہ کا دسترخوان۔ ماہنامہ سچی کہانی 29 صیب بینک بلڈنگ اردو بازار لاہور



ایک چائے کانچ

لہسن

دو سلاکس

ذیل روٹی

ایک چائے کانچ

نمک

4 عدد (کات لیں)

ہری مرچ

ایک چائے کانچ (پاؤڈر)

لال مرچ

ایک چائے کانچ

زیرہ

اوپر لگانے کے لیے

انڈا

ترکیب -

سب سے پہلے ذیل روٹی کے سلاکس دورہ میں بھگو کر نچوڑ لیں۔ ماسوائے رس کا چورہ اور انڈے کے سب تمام چیزوں کو تیل میں کس کر کے ایک گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ اس کے بعد تیل کی چھوٹی چھوٹی تکیاں بنالیں۔ اوپر سے انڈا اور رس کا چورہ لگا کر فرائی کر لیں۔ پودینے کی چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔ لذیذ پوری کباب تیار ہیں۔

جی نرسین اختر - لاہور

بھنا گوشت

اجزاء -

آدھا کلو

گوشت

آدھی پہالی

نیل اگھی

ایک عدد (چوپ کر لیں)

پہاز

رد کھانے کے کچ (تلی ہوئی)

موگ پھلی

ایک پہالی

دہی

ایک چائے کانچ (پیسٹ)

ہری مرچ

حسب ذائقہ

نمک

زیرہ کھانے کے کچ (پیسٹ)

اورک

ایک کھانے کے کچ (پاؤڈر)

لال مرچ

اجزاء -

گوشت

آدھا کلو

سفید تل

دو چائے کے کچ (بھنے ہوئے)

اورک

ایک کھانے کے کچ (پیسٹ)

آئل اگھی

چار کھانے کے کچ

لہسن

ایک کھانے کے کچ (پیسٹ)

ٹائمٹ لال مرچ

ایک چائے کانچ

چار عدد (سلاکس میں کات لیں)

ہری پہاز

ایک کھانے کے کچ

چینی

چار کھانے کے کچ

سویا ساس

دو کھانے کے کچ

چلی سوس

ترکیب -

ٹائمٹ لال مرچ کے دو ٹکڑے کر لیں۔ آئل با آگھی میں گوشت براؤن کرنے تک تل لیں۔ اسی میں اورک لہسن اور ہری پہاز ڈال کر دو منٹ تلیں پھر چوبے سے جٹا کر تیل کے علاوہ تمام اشیاء ڈالیں اور کچھ دیر پکائیں۔ جب مصالحہ گاڑھا ہونے لگے تو گوشت شامل کر دیں اور مکمل طور پر پکالیں۔ اوپر سفید تل ڈالیں اور پیش کر دیں۔

مہتر سہا ملک - اسلام آباد

پوری کباب

اجزاء -

تیل

آدھا کلو

آئل اگھی

آدھا کلو

اورک

ایک چائے کانچ (پیسٹ)

آدھا کلو (چورا)

رس

لہسن
کالی مرچ
سرکہ
ترکیب -
ذبحہ کھانے کا چٹچ (بیسٹ)
ایک چائے کا چٹچ (پاؤڈر)
تین کھانے کے چٹچ
نک پکا جس - پھر چل ہوں سالم شرہم ذال دیں - گلنے
نک پکا نہیں - تو بے پر سجاد ہوں -
ہم ہفتہ پروین - کراچی

سنگاپوری چاول

اجزاء -
چاول
ایک گلاس ابلے ہوئے
آدھا کپ
آدھا بیکٹ (باریک نوڈ کرآبال لیس)
کالی مرچ
ایک کھانے کا چٹچ (پاؤڈر)
برہی باز
ایک پاؤ (باریک کاٹ لیس)
سو پاسوس
دو کھانے کے چٹچ
برہی مرچ
چار عدد (باریک کاٹ لیس)
اجینو مونو
ایک کھانے کا چٹچ
نک
حسب ذائقہ
ترکیب -
ایک پتلی میں تیل یا گھی گرم کر کے اس کے اندر
برہی باز فرائی کر لیں۔ اس میں تمام اشیاء ذال کر اس
کے بعد چاول اور آدھا بیکٹ بھی اس میں ذال دیں -
دس منٹ دم پر رہنے دیں - لہذا یہ سنگاپوری چاول
تیار ہیں - نمائو کچپ کے ساتھ نوش فرمائیں -
☆ لہذا یہ شاہ - راولپنڈی

Honey Glazed Beef

اجزاء
گوشت
نک
شہد
کالی مرچ
ایک کلو (پینے کا)
حسب ضرورت
آدھا کپ
ذبحہ چائے کا چٹچ (پاؤڈر)
نیل یا گھی گرم کر کے اس میں باز ادرک اور
لہسن کو رنگت گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کر لیں -
تمام مصالحے اور نمائے شامل کر دیں - 3 سے 4 منٹ

مشروم مصالحہ

اجزاء -

مشروم کھمبی

نیل یا گھی

باز بڑی

دھنیا

نک

گرم مصالحہ

لہسن

نمائے بڑے

سرخ مرچ

ہلدی

ادرک

ترکیب -

دو بیکٹ

دو کھانے کے چٹچ

دو عدد (کاٹ لیس)

ایک چائے کا چٹچ (پاؤڈر)

حسب ذائقہ

ایک چائے کا چٹچ

4 عدد (جوے پیس لیس)

دو عدد (پیس لیس)

ایک چائے کا چٹچ (پاؤڈر)

3/4 چائے کا چٹچ (پاؤڈر)

ایک کلو (پیس لیس)

سو یا ساس	ایک کھانے کا چمچ	پیاز	ایک عدد
ادرک	آدھا کھانے کا چمچ (پیسٹ)	گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ (پاؤڈر)
سوینٹ چلی سوس	ایک کھانے کا چمچ	اجینو موتو	ایک چائے کا چمچ
لہسن	آدھا کھانے کا چمچ (پیسٹ)	ٹماٹر	حسب ضرورت (باریک کٹ لیں)
ترکیب -		ترکیب -	

دو دنوں والوں کو اچھی طرح دھو کر ذبال لیں۔ ایک تھلی میں جل یا گھی گرم کریں اس میں پیاز کاٹ کر بکلی براؤن کر لیں۔ اس میں بادریک کٹے ہوئے نماز اور تمام اشیاء ذال کر بھون لیں۔ اس کے بعد اس میں دال ذال دیں۔ بڑی مرچ اور دھنیا بھی کاٹ کے ذال دیں۔ مزید دس منٹ پکا سیں اور ابلے ہوئے چاول کے ساتھ نوش فرمائیں۔

ہلکا یا سسین مکھن۔ پٹا دار

دیجی ٹیل سوپ

اجزاء۔

آدھی گند	چالک
آدھا کپ	پانی
آدھا	گرم مکا
ایک کھانے کا چمچ	آئل اسٹھی
دو گندیاں	برنی پیاز
آدھی ٹھنڈی	ہرا دھنیا
آدھا چائے کا چمچ	نمک
ایک ٹھنڈی	سلاد
تھوڑی سی	چکن پنچنی
ایک کھانے کا چمچ	سو یا ساس
	ترکیب -

تمام ہزیوں کو ان کے تمام ہز حصوں کے ساتھ

گوشت میں ادرک، لہسن کا پیسٹ، نمک اور کالی مرچ ذال کر ذبال لیں۔ جب گوشت تھوڑا گل جائے تو پانی سوکھ جائے تو نکال کر ایک بیکنگ ٹرے پر رکھیں۔ 210 ڈیگری پر گرم کر لیں۔ اب ایک پیالے میں شہد، سو یا ساس اور سوینٹ چلی سوس کو مکس کریں۔ گوشت کے اوپر ذال دیں (تھوڑا سا بچا لیں) گوشت کے گلنے اور براؤن ہونے تک بیک کریں۔ اس درمیان تھوڑے تھوڑے دھونے سے تیش کی مدد سے شہد کا آمیزہ گوشت پر لگاتی رہیں۔ مکمل پکنے پر نکال لیں اور گرم گرم سرور کریں۔

☆ ٹیلہ - لاہور

شامی دال

اجزاء۔

دال مونگ	ایک کپ
آئل اسٹھی	تین کھانے کے چمچ
دال مسور	ایک کپ
ادرک	ایک کھانے کا چمچ (پیسٹ)
نمک	حسب ذائقہ
لہسن	ایک کھانے کا چمچ (پیسٹ)
لال مرچ	دو چائے کے چمچ
کڑی پتہ	تھوڑا سا
بامنی	آدھا چائے کا چمچ

جہاز براؤن ہو جائیں تو سبزیوں کا پانی اور سبزیوں
اس میں ڈال دیں۔ نمین سے چار منٹ اُٹھنے دیں۔
پھر سوپ کو بالے میں ڈال کر بجھ کر دیں۔

☆ سرسبز - گو جرنوالہ
☆

کات لیں۔ سبزیوں پانی میں شامل کر دیں۔ نمک
ڈال کر جوڑ دلائیں اور چند رو سے جس منٹ کے لیے
اُٹھنے دیں۔ اب ان سبزیوں کو باربک پھنٹی یا کپڑے
میں نچوڑ کر پانی نکال لیں۔ ساس میں آئل یا گھی
گرم کر لیں۔ پیاز اس میں ڈال کر براؤن کر دیں۔ جب

انچارج فور ڈائری
کوچن ماہ اکتوبر 2014ء

میر کی پسند

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اپنا خضر یا فطرحہ یا پھر اپنے پسندیدہ شاعر کا کلام ارسال کر سکتے ہیں۔ اس کے
مراہ اس ماہ کا کوچن کاٹ کر ارسال کر دیں۔ اگر آپ کوچن نہ بھیجنا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ
ڈاک ٹکٹ ارسال کر دیں۔ ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ
تصویر شائع کروانا چاہیں تو 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر دیں۔ جو خوانین اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع
کروانا چاہیں تو اپنے شاعری کا رُکے کی نو نو کا پی لازمی روانہ کر دیں۔

کتھ میر کی پسند..... ماہنامہ پکی کو بانی 29 صبیہ بیک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

ان کی مٹی سے گزرا ہوا دم میرا جتاؤ
مریت سے دیکھتے ہیں یہ اپنا اٹھا کر
میں ایک ہی منزل کا پرستار ہوں تو نہ
ہر پاند سے چہرے کا ظہور نہیں ہوں

جذبات محبت حبیب نے کئے پھر ضبط سے کام لیا
آنکھوں میں آنسوؤں کے جب نیرا کسی نے نام لیا

﴿شمینہ بیگم﴾ ----- سلاہور ﴿﴾

انسا جو درد سینے میں اس درد کی دوا تم دو
یامست کا نہ دار دانا نو کہتا میں خدا تم ہو

﴿شمر عباس﴾ ----- جہلم ﴿﴾

دنیا کے دستور نالے کوئی ہستا ہے کوئی رونا ہے
انوکھی دولت ہے محبت کوئی پانا ہے کوئی کھونا ہے

﴿منظور احمد﴾ ----- ناروے (حال پاکستان) ﴿﴾

ماہنامہ پکی کو بانی اردو 187 اکتوبر 2014ء

ان کی مٹی سے گزرا ہوا دم میرا جتاؤ
مریت سے دیکھتے ہیں یہ اپنا اٹھا کر
میں ایک ہی منزل کا پرستار ہوں تو نہ
ہر پاند سے چہرے کا ظہور نہیں ہوں

﴿عبدالمکریم﴾ ----- کھار پانہ ﴿﴾

نصیر میرا خیالات نہا فریت لی اس کی
دو اتنا بھی ساتھ نہیں کہ شامل کہیں اسے
ہر خوبی دنا دانا اس میں ہی مگر نہیں
وہ اتنا بھی مکمل نہیں کہ مکمل کہیں اسے

شہید آقبال - گو جرنوالہ

ہار کی آگ کا سراک شعلہ بنا رہا ہے
چپکے چپکے کوئی دامن سے ہوا رہتا ہے
سندھ سے ایم ابراہیم مصطفیٰ

ہم نے مانگی سزا جہان کی
بس بھی ہم نے ایک برائی کی
نہ سزا کوئی رفا کی بات
ہم نے تو خیر بے وفائی کی
﴿محمد یوسف-----کراچی﴾

خدا کی رو رہی ہے تم خدا کا نام مت لینا
ہماری جان لے لو تم وفا کا نام مت لینا
احمد مندرانی شارجہ

رونا رہوں گا عمر بھر غیری باد میں اسے K
پہنے ہوؤں کو تو جو رونا سکھا بھی ہو

﴿بہادر علی ارشد-----لہر﴾
یہ درد کے ٹکڑے ہیں اشعار نہیں ساغر
ہم کالج کے ٹکڑوں میں دھجوں کو پروانے ہیں
معراج علی درد، محض سداں ملک۔

آنکھوں پر غول کے پرے ہیں ذہن جگر کے گہرے
ہیں
فراد کریں تو کس سے کریں سب دنیا والے ہرے
ہیں

﴿کا مران محمود-----ڈی. جی. خان﴾
مصائب لاکھ بڑھ جائیں عزائم کم نہیں ہوتے
یہ وہ سر ہیں نوکٹ جاتے ہیں لیکن غم نہیں
ہوتے۔

﴿محمد افضل-----شاہ کوٹ﴾

ہر کسی کے سہارے چپنے سے شاشت کھو بیٹھے
دنیا میں دشمن ہزار ہیں آشراف دوست کوئی ہونا
ہے

اچھو مگر کراچی، نو مظفر آباد
خود پیاس کا صحرا ہوں مگر دل کی یہ ضد ہے
ہر دشت پہ سادان کی طرح نوٹ کے برسوں
کچھ دیر فصر ساتھ چلے ساتھ عجیب گے
اے شیخ عمر ہم بھی چراغ سحری ہیں

﴿سہارک علی-----اسلام آباد﴾
رسوائیوں کا دور ہے رہنا سنبھل کے غم
دستک بھی کوئی نہیں تو در دل نہ کھولنا
ولی اللہ صادق، کھلا بٹ صوابی

خوشبو کو سب صدا لگانے بھول سمجھ کر
اک بھول گیا بھی غنا جو ہمارا دل لے گیا
﴿محمد ایوب-----ضلع راولپنڈی﴾

دل ہی کیا لے گیا بہت اداس کر گیا
جاتے جانے مجھے خوشبو دے کر پریشان کر گیا
ایم شیخ احمد، شیخی۔ کرناٹ گجرات

اس شر بے چراغ میں جائے گی تو کہاں
آئے شب فران تجھے گھر ہی لے چلیں
ہوں کس طرح کئے گا کزی دھوب کا سفر
سر پر خیال باد کی چادر ہی لے چلیں
ملک امجد علی اعوان، آزاد کشمیر

پلٹ کر دیکھو ظالم تمنا ہم بھی رکھتے ہیں
اگر خوبصورت غم ہو تو پتھر دل ہم بھی رکھتے ہیں
﴿میرزا غلام حسین-----نرائے عالمگیر﴾

میں کس کس کو باو کروں کس کو بھول جاؤں
ہر کوئی ہے میرے اندر دوڑتے لو کی طرح
عشرت جہاں
میں آج صرف محبت کے غم کو کروں گا باو
یہ اور بات ہے کہ نیری باو آجائے
﴿خورشید عالم-----لالہ موسیٰ﴾

خدا انظار مجھے جس کا ایک دھت سے
گزر گیا وہ اچانک نظر چرائے ہوئے
﴿غلام مصطفیٰ-----سرگودھا﴾
چاندنی دلوں میں معلوم نہیں مجھ کو
بھولے بہت ہوئے غم کیوں یاد آتے ہیں

﴿شازیہ بتول-----سایہ وال﴾
صرف انا باو ہے دست بولی بھی ایک بار
زندگی بھر دل کا دواؤں کھلا رہنے والا
﴿محمد اختر-----رحیم یار خان﴾
اے باو صاحب تو رخسار بار بھونے لگے تو
پہچان محبت میرا بھی سنا دتا چپکے سے تم
﴿محمد یعقوب-----حیدر آباد﴾

ارشد بھی یوں کا فہم کیا نہ کرو
یہ آتش نشانی ہے کرے گا بھی بہت
اوشد علی ارشد۔ ضلع انگ
دیکھ مت نفرت سے مجھے اک بھکاری جان کر
تو اگر اہل نظر ہے تو میری پہچان کر
﴿سکونت علی-----جھنگ﴾

میرے پاس سے گزر کر میرا دل تک نہ پوچھا
میں یہ کیسے مان جاؤں کہ وہ دور جا کے ہوئے
مظفر آباد محمد لوہیں۔ سندری

دیکھ اگر کبھی اجڑے ہوئے دل کی رونق ناز
کبھی بستی نیری یادوں کی بسا دی ہم نے
﴿نجیم الحسن بخاری-----راولپنڈی﴾
بہ کارواں لئے کاس کاس کا کفر کو غم ہے
الم فو بہ ہے کہ لوٹے والوں میں ناز نیرا نام آتا
ہے

﴿محمد شہباز-----لمکان﴾
خوشیوں کے رنگ دور کے دھارے بھی دے گیا
وہ خاموشی کے ساتھ خواہے بھی رہے گیا
ٹپے سمندوں کے حوالے کیا مجھے
اور دیکھنے کو کتنے کنارے بھی دے گیا
﴿سارہ بی بی-----قصور﴾

دوئی کے ایک نکلے کی چاہت عجب تھی
ہم آج بھی ناز بہت دور گھر سے دور
﴿خالد محمود-----خانپور﴾
کوئی رنگ نہیں روپ نہیں جمال نہیں امر
کرتے ہیں شاد خود کو حسبنوں میں مگر

﴿شرافت بھٹی-----سکرات﴾
رنگین نظیوں کو کر دو خبر یہ جا کے
تو ہے ہیں امر جزیرے میں ہمارے
احمد علی کراچی

ستم کرنے والا انا تو ستم نہ کرو
ہم ملنے کی دعا کریں اود تم بھرنے کی دعا کرو
﴿کرامت حسین-----چنیوٹ﴾

سوچا ہے ہونٹوں پہ چپ کی مر لگا لوں گا
نہری سٹپٹی بلاؤں سے اس دل کو بھلا لوں گا
نازیبہ علی U.A.E۔ منس

ہم زمیں کی راہوں میں سے غم کے جلا کر
بیٹے ہوئے لٹوں کے نشان رکھ رہے ہیں
محمد ارشد ----- فیصل آباد

لکھ نو چکا ہوں کئی نیرے نام کی غزلیں
راحت قلم کی روانی ختم نہیں ہوئی
افتخار حسین ----- سکھر

مجھ کو تو میری قوم کی تقدیر چاہیے
ابو پیارے ریس کی حضور چاہیے
اس قوم کو سمجھ نہ بغیر چاہیے
اک فر با رفتار ضمیر چاہیے
ابجاز احمد ندیم۔ لاہور

لاروں کے جس پہ رکھ دیا بھلا غلوں کا
وہ گمراہ زخم مجھ کو میرا دوست وہ گما
سراج علی۔ گلگت

چاہیں تو گمراہ دیں اس کو چاہیں تو پائیں ہم
وہ انا بھی مسئلہ نہیں کہ مشکل کہیں ات
اگر یاد کریں ہم اوجھ محسوس ہو اس کو
وہ انا بھی عالم نہیں کہ قتل کہیں اسے
شبہ انبل۔ گوجرانوالہ

منا تھا ہم نے غیروں سے بڑا مشکل گزرا ہے
جو ساتھی دور ہو اپنا تو وقت بڑا مشکل گزرا ہے
عبدالرحمان خان ----- سوات

ہر اک دھڑکن میرے دل کی صرف تم کو ملاتی ہے
نہیں آنے صد لڑی ہر تم تو پھر ڈوب جانی۔
ظاہر شاہین K.S.A

گزرتی ہے جو اب ہم پر ہی تم کو سناتے ہیں
گزارے تھے جو لمحے تک تملاتے ہو آتے ہیں
پنہ پوری محمد نصیب خان۔ گجراتی

جو تم بدلے بدل بدل نظر بدل زمانے کی
بہ افسو چار پائی ہیں نشانی دل لگانے کی
کلثوم یاسمین ----- کھاریاں

جدائی کا یہ عالم تھا کہ ہم ہلوا دے بھی نہ کر سکے
محبت کا یہ بھرم تھا کہ ہم بے رفا بھی نہ کر سکے
خالد رشار لاپتہ۔ ضلع فیصل آباد

کبھی کبھی تو ستاروں کی جھلکوں میں وہ بھی
میرے خوابوں میں کچھ دیر جاگتا ہو گا
ملک ایم احمد عظیم شنگوی۔ لاہور

بنک انٹا خٹا رو دل دھڑک انٹا خٹا رو دل
نہ وہ بھی گھر گئے نہ ہم نے راست بدلا
حاجی محمد عنایت ----- میانوالی

خدا کرے زندگی میں سدا فیکر کریں کہائیں
اشرف میرے ہاتھ سے ہاتھ تیرا پھرنے والے
اشرف شہزی خانی کللی سنجہ۔ مظفر آباد

زخمی رات کو سے دنا
والے جب خوابوں میں سو جلتے ہیں
ایسے میں محبت کے روٹی تازہ

بدلوں کے چہان جالتے ہیں
کاشف محمود ----- سواتوالی سرگودھا

دلچہ لبنا میرا جنازہ ہم
نہری بارگ سے اچھا ہر کا
ایم ابراہیم مٹھلی۔ سہیل پوردار

میری زندگی میں ہوا کے جھوٹے کی طرح آنے والے
میرے دل پر لکھا نام چاندنی نے مٹا سکے زمانے دلی
نواز پرویز ----- ضلع لاہور

نہیں تم سے کچھ شکایت مگر ایک اتھا ہے اسے ہر
جو بنا رہی ہو محبت کبھی آکے دیکھ جاتا
صوفی محمد حسین ----- راولپنڈی

مکہ کریں تو کس سے رہے پہنچنے کا
ہم اس قتل ہی نہیں کہ کوئی سلاخ سے رافا کریں
✽ منشی فتح محمد ----- شہد محمد خان ✽

بہار کی طرح ات صنم میں تو جان دلاں
وقت نے خون مانگا تو خون جگر دلاں گا
امنار سہل۔ نو شہر در گل

چرخ شب کو جسے اندھیاں اچھی نہیں لگتیں
 گھمکے ایسے ہی انہیں خوش نصیب اچھی نہیں لگتیں
 جنہیں سونے کے بجرے میں غذا مل جائے چاندی کی
 انہیں بھر بھر بھر آرائیں اچھی نہیں لگتیں

[illegible]

اے صنم! جس نے تجھے چاندی صورت دی ہے
اُسی اللہ نے مجھ کو بھی محبت دی ہے

نواب شاہ (سندھ) کا واقعہ
میری زندگی میں تو اوت

(زبیر حسین)۔۔۔۔۔ صادق آباد

میری زندگی خیرے دم سے نصی
اے مضمون مبرے دل کا قرار خوا
نعمت جھنگوی صاحب

فوج دے تعلیم پہ نہ پڑھ عشق کے غذاؤں میں
بہشہ برپا ہو گئے ہیں جو بھول سکتے ہیں کنہوں میں

﴿سجّاد حسین-----لُؤْہِ ٹیک﴾

رونا رہوں گا عمر بھر تیری باز میں اے انیس
ہسنے ہوؤں کو نونے ہو رونا سکھا لٹی ہوا
تفہین حسین شاہ۔ ملکن

زخمی ہوئے جو ہونٹ نو محسوس ہو
چوما نھا کسی پھول کو دیوانگی کے ساتھ
محمد ادریس۔ سمندری ضلع فیصل آباد

۱۹۱۰ء کی کہانی: ۱۹۱۰ء - اکتوبر ۲۰۱۴ء

سب کچھ اس ارٹا دیا انہیں سفر میں
 خفی کہ کہیں باد کا گھوشہ بھی نہ
 دل باد بھی کرنا تو کہاں محفوظ ہے جلتے
 آنکھوں نے تو محفوظ وہ راستہ بھی نہ رکھا

﴿مُحَرَّرَاتُ﴾

دن کو مسافر ہوئے رات کو بغیر ہوئے
خواب ہی خواب فقط دن میں جاگتے ہوئے
عر بھر ٹھکنے رہے پھر بھی دین سدا رہا
جانے کیا لفظ تھے وہ ہم سے نہ خبر ہوئے

﴿ حاجی محمد یوسف ----- مردان ﴾

تکسیریں ہیں فرش راہ نور دل کو نظر ہیں
بہس تو از چاہنے والوں کے شہر میں

﴿جاویداقبال۔۔۔۔۔میرپورخاص﴾

اے کے انسان نو محبت سے بچے گا جسے
اس جرم میں نو فرستوں نے بھی سزا پائی ہے
محمد نمر کریم

صورت دکھا کر بھر ہے ناب کر دیا مجھے
اک لطف پہلا تھا تخم انتظار میں
مرزا احمد تونس۔ کرنا

جب سے ہی ہے اس بل میں انصاف شری
خدا کی قسم بدل مٹتی ہے اندر مہری
دلشدا جگم مہرۂ اودریہ

بر رفتے جے جیوں سا رہتا ہوں
مجھے کہیں بھی سکون نہیں ملتا
جنگلاتِ راہوں اندھیروں میں غاصم

لب تو کوئی کتاب نہ ہے
یاد محمد رفیع صاحب

زندگی جس کے تصور میں بسا لپٹے ہیں
وہی وعدہ محبت میں دعا دیتے ہیں
ہم نے کن آنکھوں میں دکھنا تھا تصور انا

لوگ کہنے میں آفسند خلد بنا لینے ہیں
خلد ملوید عامر۔ بھاگولڑا

عزیز اے ای دیکھو کہ جی سنہل جائے
اب اس قدو بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے
محسوس نہ ہونا ہے یہ درد تباہی ہے
شبثے کی عدالت ہے پتھر کی گواہی ہے

(منظور احمد)۔۔۔۔۔ میر یور (AK)

انہی دیر نہ سنوارو زلفیں اپنی گھٹاؤں سے ڈو گلتا ہے
کوئی تو بات کر نیری خاموشی سے ڈر گلتا ہے
تو بنے نو وضع کرنی ہیں چمن میں بہاریں
اہل نمشن کو بھی ساحل نیری خاموشی سے ڈو گلتا ہے

خالدہ اباز ساحل حافظ آباد
ہوئی بات پرانی مگر اب سوچتی ہوں
عام سا شخص تھا اس پر دل تبا کیسے
(طاہر حسین)۔۔۔۔۔ احمد پور شرقیہ

سوچنے ہیں حسروں کے موڑ پر شام و سحر
جائیں گے ساغر کمال ان کی مٹلی سے دوغہ کر
علیٰ مراد کراچی
روحانی و بے مجھے مخلوق ہے لیکن

و دن کی محبت کا یہ صلہ ملا ہے نزیبت
رخسوں کی کائنات کوئی دے گیا مجھے

اسی نے زخم سینے پہ لگائے ہیں جدائی کے
اک عمر جس کو ٹوٹ کر چلا تھا ذاتِ دل
تاکہ سو عیب ہیں اپنی ذات میں عمر
مگر نہیں ہے خدا کی نظر میں

نہج چوہدری فیصل آباد

[illegible]

ذیلی ہیں آج میری انگلیاں خود اپنے ہی لہر میں
سب کالج کے ٹکڑوں کو اٹھانے کی سزا ہے

؎ نبی احمد ----- بنوں ؎

بعض کے حکموں کو بگل ج لے پھرنا ہوتا ہے
کچھ تو علاج میں ٹائٹ چارہ مگر ہے کہ نہیں
﴿مبدالستار﴾-----﴿خانپور﴾

ہر سب سے فقرت کے ہیں پھر مہری بچہ
 لب تک کی وفاق کا بس لانا صلہ ہے
 اندھی ہے کوئی سب سے نہ ہونا ہے بڑا
 روز نہا شخص ہل غفل ہوا ہے

چند محرم رمضان ----- لالہ مولیٰ

نہ تو چاہے آگ مہر اثر ہونے تک
گوں جتنا خبری رزق کے پر اڑنے تک
شقی صبر غالب ہو تو نہ مٹنا ہے لب
ل کا کیا رنگ کوں خون جگر اڑنے تک
جلد شمس۔ ص ۱۰۱

سلاسل کے خود چھپنے کے سلاسل
نغم کے بل نو خوشی جج ذلی
غبت کے بازار میں لٹ گئے ہم
انسو خریدے اور نہیں جج ذلی

پرویس فست میں دھن کو پاؤ کیا کرتا
ہاں ہے دور لوگ ہوں وہاں فریاد کیا کرتا
کنٹر طارق جاوید ساحر ٹورٹ عباس

کوئین ماہ اکتوبر 2014ء

انچارج..... معیز دگر

غزلید نظمید

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اپنی غزل، نعت، نظم یا پھر اپنے پسندیدہ شاعر کا کلام ارسال کر سکتے ہیں۔ اس کے ہمراہ آپ اس ماہ کو کوئین کاٹ کر ارسال کریں۔ اگر آپ کو کوئین نہ بھیجنا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ شائع کر دیں گے۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خواتین اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لازمی درج کر دیں۔

بجیر غزلیں، نظمیں..... ماہنامہ سچی کہانی 29 حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

آزاد نظم

چودھویں کا چاند دیکھا تو
اس کی مسکراہٹ کا گمان ہوا
جھیل کی گہرائی پر نظر پڑی تو
اس کی آنکھیں یاد آ گئیں
پھول کھلا ہوا دیکھا تو
اس کے حسن کا دھوکا ہوا
پھر میں سوچتا رہا کہ
اس حسن کے شاہکار کو
کس شے سے مشبیہ دوں

☆ چودھری قمر جہاں علی پوری۔ ملتان

غزل

جو ابابیل کی کہانی ہے
مجھ کو وہ داستان سنائی ہے
بات ہے مستند حوالوں کی
بات گو کہ بڑی پرانی ہے
تیری تصویر میں ہے رکھا کیا
ساری دنیا تری دیوانی ہے

ماہنامہ سچی کہانی، لاہور، 193 اکتوبر 2014ء

سبھی کو اچھائی دینے والے
مجھے نہ تو کچھ خراب دینا
زمانے بھر سے کہے ہے سندر
مجھے تو مال نیاب دینا
ہمڈا کز سیدیم احمد ایب جعفری سندر
موبائل نمبر 0322-3816602 کراچی

متاثر سے

ماہین ہمارے سدا سے تھا

جو ایک تکمین تنازعہ

وہ تھا وقت کا

سیری مصروفیت اور تمہارے درمیاں

تم ہمیشہ

سیر اپلا انتخاب رہے

تمہارے کام اور میرے بچ

میں ہمیشہ

تمہاری آخری ترجیح تھی

☆ حیران فضا - رحیم یار خان

دکھ بولتے ہیں.....!

جب سینے اندر سانس کے دریا ڈالتے ہیں

جب موسم سرد ہوا میں

چپ سی گھولتے ہیں

چپ آنسو

پلکیں رولتے ہیں

جب سب آوازیں اپنے اندر

تپ آہستہ آہستہ گھسیں گھولتے ہیں

دکھ بولتے ہیں.....

اس نے بے ساختہ کہا مجھ سے
اچھا! تم پر ابھی جوانی ہے
جیسے دریا کوئی سبک رفتار
سیری تحریر میں روانی ہے
معجزہ ہے کمال کا یہ مراد
دیکھا جائے تو صرف پانی ہے

☆ رحمان احمد مراد سیالکوٹ

غزل

تیری خوشی سے دھک اٹھتے ہیں شرارے بھی

کاش! کوئی پھر دیکھے آج آنسو ہمارے بھی

غم اٹھائے تھے تیری دفا کے لیے ہم نے

مشکل لحاظ میں پھر کوئی یوں کسے پکارے بھی

تیری بے رخی کا برا نہیں مانتے ہم

تو لاکھ دل پہ کرے ستم ہمارے بھی

ملی تھیں دریاں بھی قسمت میں

غم کے باروں کو یوں ملنے نہیں جتنا رہے بھی

کچھ لوگ سزا کے غنظر ہیں یوں بھی جاوید

قسمت والوں کو پھر سے ملنے نہیں سہارے بھی

☆ محمد اسلم جاوید - فیصل آباد

غزل

کدورتوں کو بھلا کے اب تم

محبوبوں کا حساب دینا

کئی زمانے میں کھو چکا ہوں

ذرا سا اپنا شباب دینا

زمانے بھر کا جو غم بھلا دے

مجھے تم ایسی شراب دینا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور ریزیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنگ نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

ان جہنموں سے دل نہ لگتا
 جہنم میں نہیں ہے نام و نوا
 لوٹا تو ہے سب کی ضرورت
 کرسی کی ہے شان جدا
 غنبدوں سے کیا حاصل ہو گا
 طے کریں ملکہ آہیں کا جنگلا
 جس مذہب میں تخریق نہیں ہے
 ایک نبی ہے ایک خدا ہے
 جہودی محل کو قائم رکھو
 رقت سنائے کچھ فیصلہ اپنا
 (پیر الہ غزار)۔۔۔۔۔ اسلام آباد

غل

جب محبت کسی انسان کو ہزارا رہتی ہے
غبنہ آنکھوں سے سکون دل سے ملتا رہتی ہے
شام ہوتے ہی نری یار کی پاکی خوشبو
ایک فرزانے کو روانہ بنا رہتی ہے
غبنہ نے کی طرح آتی ہے کب آنکھوں میں
بہ بھی کہا کہ ہے کہ برسات میں اک پھول کی موت
شاخساروں پہ نئے پھول کھلا رہتی ہے
رفتہ سا کوئی بھی استاد نہیں ہو سکتا
زندگی جینے کے ارادہ رکھا رہتی ہے
دل کے بازار میں ہونا ہے رفا کا سورا
کثرت حرص مگر سول گھٹنا رہتی ہے
بعض اوقات فو شہرت کی نمنا ضعیف
سوکھے پتے کی طرح ہم کو گرا رہتی ہے

دکھ جاتے ہیں.....!

بشیر سوسائٹل نمبر 0300-6242575 سبکدوش

ایک بادِ گار ملاقات

منجی زبان میں رہ نیرا ہم سے ہم کلام ہونا
شادی میں نسیم کا بھی در نیرے ساتھ ہونا

ایک نو کم بخت تھا ظالم نیرا شباب
میں نے رہا شام کو نیرت ہر سوال کا جواب

بج جلدی اٹھ کر جب نو اپنے گھر جانے لگی
نیرے جانے کے بعد نیری بار مجھے سنانے لگی

جانے ہوئے نو نے کہا کہ ہمارے گھر آنا
پھر میں سوچنے لگا کوئی ایسا سا زمانہ

ایک دن میرا دردِ خلاء کا خمار تلخ آنا
مجھے اب بھی بار ہے وہ رفت سہانا

دے رہا شرا کہ نو نے میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ
اور کہا بھلاؤں گی میں زندگی بھر نیرا ساتھ

ہیں نے اب بھی رکھی نرئی ہے وہ جہن سنبل کر
اب تو بھی مجھے اپنا بنانے ان بادوں سے نکال کر

انجھڑ احمد سلطان - کوت راور، کاشن

غزل

پتلی پانی ، مہیں ہوا
 ہے زمست سے رشت چاروں کا
 ابرن کی لاپرواہی سے
 کوئی حاضر کوئی غائب رہنے لگا
 پیداوار یزداذ رشتہ
 ہر حاز مے نم بھی رسوا

﴿ عظمت نسیم ----- سرگودھا ﴾

دبا دلوں کے لئے جلا غنیمت بنی
بب مرے لب سے کوئی بات تو بلی نکلی
خطرناک سناپ غما موجود ہر اک سو غنیم
ہر ٹکٹن کو یہ چپا نہ چنبیلی نکلی
غنیم میدی۔ ایم اے کراچی

غزل

طاہر کرنے سے دنیا میں کہا نہیں
مرا غنیم مرا دلہا نہیں
بار آنے چن میں تو کس طرح آئے
گلوں سے رنگ مزاج صبا نہیں
فرانی بار کے لحات جان لیا ہیں
کیس فزار مجھے اے خدا نہیں
اک ہر خواہش منزل ہزار بار رست
خدا را یہ نہ کو راستہ نہیں
دعا کے واسطے حرف دعا نہیں
دنا شعار کا شیوہ ہے بس دنا کرنا
یہ اور بات دنا کا سدا نہیں
قدم دزم پر جٹائے خزاں ملی غنیم
کیس سراخ بار دنا نہیں
﴿ تراہد نمود ----- جہلم ﴾

غزل

ہم نے چ کرنا جھوٹا نہیں
سب کچھ لٹا کر بھی قلم توڑا نہیں
چ اور جھوٹ میں اعتبار رکھا ہے
حق کو بھی باطل سے جوڑا نہیں

نظم

کوئی جب بار بار آتا
غم کا سارا بار آتا
جلا باغ تھے ہم نے
دی ہم کو دوبارہ بار آتا
کبھی جو سانچہ میرے جاگن تھا
وہ اک روشن ستارہ بار آتا
امبریں کا غریبوں کے جہاں میں
محبت پر اجارہ بار آتا
لٹا تھا جو دنا کے بھونچے میں
غریب کا دل بھارا بار آتا
گزار تھیں جہاں شامیں بہت سی
وہ دربار کا کنارہ بار آتا
کبھی غم غم تھے جس منظر کا حصہ

﴿ غلام محمد ----- پنڈی گھیب ﴾

غزل

دور پاؤ نہ تھے میں وہ پہلی نکلی
وہ کسی اور ہی ساجن کی پہلی نکلی
تھے بہت اس کے نقاب میں بکاری شاہ
اس لئے مجھ سے وہ نکلی نہ پہلی نکلی
میں تھا غفلت سو بچم کو ہونی باہمی
اجزی اجزی مری قسمت کی بھنبلی نکلی
جس کے غفلت کے خے مشور بہت تھے
میری کنیا سے بھی کسر وہ چوٹی نکلی

﴿ سچی کہانی ----- 1964ء اکتوبر 2014ء ﴾

خود نو ہو مہربانہ غیروں میں شین
سیرت منوں کو سکتا چھوڑ مہا
دل بیل نو اب بھی اسی کو پکڑنا ہے
ہجر کے صحرا میں جو جھٹکتا چھوڑ مہا

﴿کرامت حسین۔۔۔۔۔ ضلع فیصل آباد﴾

غزل

جنہیں ہے حساب دے کر
پھر مہربانہ عذاب دے کر
سوں سننے سے قتل ہی دو
چلا مہربانہ جواب دے کر
تجسبی سناوت دو جنہیں لے کر
بجھا ہوا آفتاب دے کر
نرم گلشن سمیت لو کر
مجھے فقط اک مہربانہ دے کر
عجیل مجھے ہیں رنج بہت
رہا توں مجھے عذاب دے کر
گھڑے بھی کہے دیے ہیں اس نے
مکینوں کا چنل دے کر
تکھڑ جنہیں ہیں مری بھی جنہیں
زین کو تھوڑا سا فب دے کر
بچے کا کہا بہت پاس آخر
چھوڑوں کا حساب دے کر
سکون دل کو عطا کیا ہے
نئے نئے اضطراب دے کر
مٹاؤں ساحل میں مجھ کو رگی
میری نظر کو مراب دے کر
ساحل ہاشمی غازی آباد

دخالی نظم

چنگے ز مجھے بھدے وہ مجھے
بندہ لہہ وکدھے وہ مجھے

نافوں میں بھی ضمیر بچا نہیں
حرص اپنی موت آپ مر مہربانہ
جو ملا ہے وہ تھوڑا نہیں
شاہد ہم لاکھ جڑے سہی بہ حقیقت ہے
ہم نے کبھی کسی کا دل نوزا نہیں
﴿محمد ابراہیم۔۔۔۔۔ رحیم یار خان﴾

غزل

میں نے جس سے پیار کیا وہ ہر مل لگا
محبت کا جوازہ بہت دھوم دھام سے لگا
زندگی اپنی مگروری ہے بننے صحرا میں
میرے گھر پر سورج سدا سر شام لگا
بہت جٹان تھا ہمیں چھوڑی کا
نقد ہی ایسی تھی قسمت میں سکھ نہ آرام لگا
کچھ نہیں وہ دھون بنگر کی بوغریں تھیں
لاکھ جھیل جس کو ہم نے وہ قاتل سر عام لگا
اس کے آنے کی امید پہ کھلا در ہم نے چھوڑ دیا
کیا کرتے ہم دنا جب صنم ہی ہے دنا لگا
نمنا بہت تھی من کو کچھ کر دکھانے کی
کیا کرتے ہم نوزب نصیل ہی جب لے ہم لگا
نوزب بہتر لگا۔۔۔

غزل

راہ دنا میں وہ مجھے تنہا چھوڑ
بے کے فریب محبت مجھے رونا چھوڑ کیا
اس سے بڑھ کے اور کیا ہو چارہ گری کا دکھ
درد کا سمجھا زخموں کو رستا چھوڑ مہربانہ
رک کر کے وہ راہ رسم دے سہی
میری دنا کے چرخوں کو جٹا چھوڑ مہربانہ
انکاد جگر کو درد ہی درد دے کے
دل جلا کو تریچا چھوڑ مہربانہ

پیار کا پل صراط

اے انجمن رسنوں سے گزر جانے کی خواہش تھی
محبت میں امر و نہی کی مرچانے کی خواہش تھی
وہ کہتا تھا جہنم تیری ہے
اور میں اس شہ کی میں روشنی کے رنگ بھرنے ہیں
یہ ہم کو مختصر سے پند ہے جو مسرور
میں نے محبت سے نہیں ہر اب کرنے ہیں
کسی کو درد ہی ہے دیکھنا ہے اور کسی سے بات کرنی نہیں
جہاں میں گزر جائے وہیں یہ راست کرنی نہیں
وہ کہتا تھا محبت کا کوئی نام نہیں ہوتا
یہ ہر دم کا جذبہ ہے بھی جو تم نہیں ہوتا
اور عورت کی محبت ہے ہمیں تکمیل کرنی ہے
حسں لوگوں کے ہر اک حکم کی قبول کرنی ہے
محبت کو نئے صاحب سے لے کر کرنی کی اک خواہش
اس شب بھر جگاتی نہیں.....
نجانے کون کی چاہت اسے شب بھر لاتی نہیں
اسے ہر شخص کا جہان کہ جانے کی خواہش تھی
محبت میں امر و نہی کی مرچانے کی خواہش تھی

(اک سراں کے نام)

غزل

اگر نیوفا بن کر زخم ہمیں لگائیں گے
ہم وہ زخم سینے پر ہی کھائیں گے
جہاں سے گزریں گے محبوب میرے
ہم وہ مٹی سینے سے لگائیں گے
بچنے نہ دیں گے چراغ محبت
اسے اپنا خون دے کر بجائیں گے

کھائے۔ دہ کی آبا نکات
عمر اس دن اوسے وہ گئے
مکھوڑے لے گئے ناگہریں دات
چہرہ رہا لہنی گدھے وہ گئے
نکیں نکیں رت اج فٹے
د بھس لہنی کھٹ وہ گئے
واہن چٹ گواہنوں لہنی
مگر بوجے سہنے وہ گئے
من کے حکم خلائی والا
ہنے حانی جہت وہ گئے
سے بچج ورت کھلیں
کنے بنو دینج بستہ وہ گئے
کھو کر گھا ڈمپچوں ڈمپچوں
مسلے کھنڈے لہے وہ گئے
جہرے بین بیوں نالی
اہ فصوں لے وہ گئے
ساروں جلا ڈا بھریں ذرا
خلی شب نے گدے وہ گئے
مہاں منیر حسین۔ رحیم بار خان
زندگی

زندگی اتنی ہے واپس چلے پانے کو
دوست بلانی ہے عمر ڈوبی زانے کو
کسی ایک کے ساتھ بھی کرتی نہیں وفا
پھر بھی لوگ بیٹھے اس کا دھوا کھانے کو
چھین لہنی ہے سب کی خوشیوں کو
بھوڑ رہی ہے مگر آنکھیں آنسو بہانے کو
دے کر بارگ بدلتی کے سنا بدل نہیں ہے
ڈوبی وہ جانی ہیں فقط دل بسانے کو
خج کی ہند بل بل کر بھل جاتی ہے
جا دینی ہے اکرم ساتھ اپنے ہر اک پہانے کو
خزانہ ہندو آبا

دی ہے قدم قدم پر رسوائی مجھے
اور کہاں تک وہ آزمائیں گے

دیکھیں گے جب زخمی دل میرا
پھر تو ترس بھی کھائیں گے

وہ چھوڑ دیں گے اوروں کے ساتھ سفر کرنا
اور وہ ایک دن تیرے ہم سفر ہو جائیں گے

ایم انور علی، فیصل آباد

غزل

خدا جب غزل حسن چہ علم غمے شر میں
نہ کرنا پڑا کچھ دیر قیام غمے شر میں
مجھے ملنے کی فورت جب حد سے بڑھ گئی
نہ مشکل ہو گئی گزرائی ہر شام غمے شر میں
دھوڑا میں نے جب مٹی مٹی گچھ کو
دیوانہ کہنے لگے لوگ غم غمے شر میں
اتنے لگا جب میرا غم غمے غم کے ساتھ
خوب رسوا ہوا میرا غم غمے شر میں
گدگد کسی ت بھی نہیں کہتے گا اب شاکر
کہونکہ رہتے ہیں بے وفا غم غمے شر میں
بلوئے اختر شاکر۔ فیصل آباد

بے چارہ شوہر

جب بھی اس خبر دل کی ہوئی ہے
اس پر چٹا کبھی اٹھتا ہے
اپنے خوش جا کے جلدی سے
میں نے اکثر اسے پہلا ہے
بے بہت ناکہ پڑی کا
ہوئی جب بٹے فنی ہے
چچ من کر بچاوت شوہر کی
انہوں نے اسے بہزانی ہے

ایف ابن کنگ۔ لندن

نظم

جب سارا جگ سونا ہے

یہ دل پار میں غمے غمے رونا ہے

تب باد تجھے میں کرنی ہوں

تم باد مجھے کب کرتے ہو

جب پت جھڑبت جانا ہے

اور بارش لوٹ آتی ہیں

جب سادون ٹٹے لٹاتا ہے

اور یوں کہت سناتی ہے

تب باد تجھے میں کرنی ہوں

تم باد مجھے کب کرتے ہو

جب سور چبے تنگنائے ہیں

اور طمن رت پھر آتی ہے

جب مکتصور گھاٹ میں چھا جاتی ہیں

اور پار کی بارش ہوتی ہے

تب باد تجھے میں کرنی ہوں

تم باد مجھے کب کرتے ہو

جب صبح سالی ہوتی ہے

اور سارا دن بیت جانا ہے

جب سورج بام سے نکل جاتا ہے

اور چاند چاندنی بکھیرتا ہے

تب باد تجھے میں کرنی ہوں

تم باد مجھے کب کرتے ہو

پلو رسواں بی بی بی۔۔۔ منڈی بہاؤ الدین

غزل

جانبی کبھی، 1999ء، 10 جنوری 2014ء

بھانہ چھوڑ کے سوئے حرم چلا
 دو راہ میں ملے تو ارادہ بدل گیا
 کہنے ہیں وہ بنا کہیں ہم اپنے دل کی بات
 ان کو خبر نہیں کہ دل' دل سے نکل گیا
 طوفاں غم فراں میں اتنے اٹھے کہ جب
 ہر لشک مرا بارود پاراں میں داخل گیا
 کہنے ہیں لوگ مجھ کو یہ دیوانہ ہے کوئی
 غارہ کسی کے عشق میں جذبہ بدل گیا
 ظاہر معبود - لاہور

غزل

ہمارا کہا ہے دل اگر جفا کی چوٹ کھائیا
 انہیں تو مل گیا سکون انہیں تو چھین چھا
 چراغ کی لپیٹ میں تھا ایشیا
 جلاری نخص شام محل کو بجلیاں
 خدا پہ چھوڑ کے باغباں چٹا گیا
 ہمارا کہا ہے دل اگر جفا کی چوٹ کھائیا
 دل بناو تو ہی خود بنا ہمیں
 ملی ہے کس مہکاء کی سزا ہمیں
 چمن میں کیوں خزاں کا رنگ چھایا
 ہمارا کیا ہے دل اگر جفا کی چوٹ کھائیا
 جواب کون دے ہاری بات کا
 وہ پیار تھا کہ خواب ایک رات کا
 چراغ تھا جسے کوئی بجھا گیا
 ہمارا کیا ہے دل اگر جفا کی چوٹ کھائیا
 عابد ندیم، جٹک

غزل

دل دالے ہی دل سے محبت کرنے ہیں
 خون دل سے جام محبت بھرنے ہیں
 فن کی پار میں جہت کا رنگ ہی ہونا ہے
 دنا دالے کہنے ہیں وہ ہرے ہیں
 پیار کا رستہ جنگل رستہ ہوتا ہے
 جس پہ پاؤں خوشی سے اپنے دھرتے ہیں
 فن کی شان سب سے زلی ہوئی ہے
 بیٹنے ہیں وہ شان سے! پھر مرتے ہیں
 رستے میں جو لوگ چھڑنے جاتے ہیں
 خدا دور کا موسم ملتا ہے بھرنے ہیں
 تو بھی کسی کو یاد کرتا ہو گا اب
 اس موسم میں سب ہی ایسا کرتے ہیں
 کسم پورہ در - فیصل آباد

مرنگی

آئی	مرنگی	نئی	مرنگی	آئی
آئی	مرنگی	آئی	مرنگی	آئی
یو سہوں	کو	بھی	سائے	لائی
مزدوروں	نی	بھی	ٹاک	اڑائی
تلی	مرنگی	آئی	مرنگی	آئی
امیدوں	کی	ہے	دولت	شان
غریبوں	کو نہ	ملے	کفن	نہ
آئی	مرنگی	نئی	مرنگی	آئی
دولت	دالے بھی	میلے	اس	مرنگی
سب	کو سوئی	بٹلا	اس	مرنگی
نئی	مرنگی	آئی	مرنگی	آئی

مرتابہ کراچی

غزل

گری سے میں تو آنرز فم کی کچل گیا
 جیسے شمع کے حسن سے پروانہ جل گیا

میں جن راہوں سے گزرنے والے اور جانی تھی
 آج کام کام پہ پہنچے اے رہی ہنسبیل کیوں ہیں
 میری بری بھلی شہر میں بانہ فپ کا ہے
 اپنے کام سے پر فپ اسٹے گردن کیوں ہیں
 ہے یہ شہر کہ چلا تھے ٹوٹ کر میں نے
 میری "جس" پہ تھے پھر میں کیوں ہے
 ہے عزم اپنا کسی کو نہیں نہ ہم سے وہ پہنچے
 نہ جانے فپ میری ذات سے پرہیز کیوں ہیں
 ہر تکرار گزارا ہوا کام ہر زلف کھینچے دوستی
 نہ کر آج فرخندہ سہ سوتا تھا بھلی کیوں ہے
 فرخندہ بنگلہ

جی کمانی
 ہے یہ کمانوں میں کمانی جی کمانی
 نہیں آپ بھی ہر اک کی یہ زبان
 فریاد ہے ہر کوئی اس کا
 کیونکہ کمانوں میں ہے کمانی جی کمانی
 خدا دن دوئی رات چوکی زنی دن
 پڑھنے والے کے لب ہے جہلم جی کمانی
 میری یہ دعا ہے یہ کرے مزہ زنی
 کیونکہ ہے یہ کمانوں میں کمانی "جی کمانی"
 جھمپوٹ غوری

غزل

میں غم سے یہ شہر ہمارا اجڑا گتا ہے
 مومک ہر اک چہرہ تھا کھوا گتا ہے
 کوئی نہ جانے مجھ پہ ایک قیامت گزری ہے
 اس دنیا کو عام سا سیرا دکھڑا گتا ہے
 ان کی خوشبو اب تک مجھ کو خود سے آتی ہے
 ہاتھ کا ان کے لمس کیس پہ اٹکا گتا ہے

غنی پھول اور جام نیرا چہرہ
 رفتوں میں اعلیٰ مقام نیرا چہرہ
 کسنی جن باہم پھول و کھلیاں
 کاف کی پیوں کا نام نیرا چہرہ
 ایک شوخ و چٹخل حیرا وجود نازاں
 ایک بے خودی کی شام نیرا چہرہ
 شیم سر میں غری ذات سے نازکی
 موسم بہار کا نظام نیرا چہرہ
 پر نور زباں میں گیت ریلے
 سخن ور کا تکیہ کلام نیرا چہرہ
 نسکین شوق کے لئے نکلے ستارے
 ہوا جو کبھی لب بام نیرا چہرہ
 غنی رات سے پہلے خیالوں میں
 نکلا ہے سرشام حیرا چہرہ
 حد شعور تک ترانہ روپ
 رنگ حنا کا نظام نیرا چہرہ
 ہر گھڑی لبوں پہ آو سوزاں
 سبب گیا یہ کام حیرا چہرہ
 بہاروں کی آواؤں میں چمپا ہے
 اے ماہ پاروں کے نام نیرا چہرہ
 لے خار جو کی تنہا گل ارشد
 لیتا رہا یہ انتقام نیرا چہرہ
 ارشد علی ارشد - نرتو

غزل

نہیں معلوم کہ حضور اتنے مہمان کیوں ہیں
 میری فری کے لئے رخص میں سارا بھلی کیوں ہے

ہر بھی ہم سے یہ کہتے ہیں اہی چمن
یہ چمن ہے ہمارا گھارا نہیں
جانے کس کی نگین کس کی دھن میں کس
جارے ہو کہ مڑ کے دیکھنا بھی گوارا نہیں
ہم نے آواز پر گواز نہم کو ری
ہر بھی کہتے ہو ہم کو پکار نہیں
ایسے جیسے سے بہز کہ سرہاتیں
ابنا جینا تو ہم کو گوارا نہیں
نم ابھی آئے ہو چلے جاؤ گے
میری اپنی طبیعت کو یہ گوارا نہیں
عمر بھر کا سارا سو تو بنو
چار دن کا سارا سارا نہیں
ظالم اپنی قسمت پہ نازاں نہ ہو
دور بدلے گا یہ رقت کی بات نہیں
وہ یقیناً بنے گا صدائیں ہماری
کہا گھارا خدا ہے ہمارا نہیں
محمد اکرم فرید آباد

کشتی میں

یہ تیرا حسن رکھ کر ڈبا چاند بھی شہادت
نہ جانے وہ کون جو تیرا محبوب بن جائے
یہ تیری روشنی دیکھیں ہیں با کہ لہرات سہلے
ہر بھی دیکھے انہیں وہ مست ہو جائے
یہ تیری نیلا آئینہیں وہ سہلے لہ
جن میں ڈوب کر ہر نشہ بیکار ہو جائے
یہ خیرے بگڑے انداز دیکھ کر
ہر شخص تیرا دیوانہ ہو جائے
یہ تیرا چہرہ وہ سہلے لہ
چاند بھی دلچ کر کشتی ٹرے
نہ جانے وہ کون ہے خوش نصیب
جس کی دل بھین ٹوبہ ہو بن جائے
محمد اکرم فرید آباد

بار ماضی مجھ پر ایک قبر کرے ہے ہوا
نادم لیکن ان سے چاند کا کھلا لگتا ہے
جانے تو اسے یار بھی ہو ممتاز ذرا سوچو
جس کے لئے تو سارے جہاں سے بگڑا لگتا ہے
ممتاز احمد فیصل آباد

غزل

تو نے کنول نہ جانے آج پھر کس لئے بلا تھا
میں تو تجری گھوٹوں کو بہت پہلے چھوڑ آیا تھا
گزرے ہوئے موسم کی چائیں لے کر
میں تیری یار کی کلباں سمیٹ لایا تھا
ملکتی دھوپ میں کیسے گلاب لٹے تھے
سارے موسموں پر تیری چاہت کا سایہ تھا
اس رفت تجھے ستانا درک دیتا نہ جانے دیتا
بہت دیر ہو گئی جب یہ احساس خطا بار آیا تھا
میت میں کہاں رہا ہوں ہوتی ہے کنول
میں تو اپنی آخری کشتی بھی جا کر آنا تھا
جو کچھ لکھا ہے میرے مدد کی صداقت ہے
تجھے سے بادلوں کا رشتہ جو نہ ٹوٹ پایا تھا
ڈاکٹر مانی بابر فورٹ عباس

غزل

اے میرے ہم نشین چل کہیں اور چل
اس چمن میں ہمارا گزارا نہیں
بات ہوتی گھوٹوں کی تو یہ لیتے ہم
آپ تو بگڑوں پہ بھی حق ہمارا نہیں
جب بھی اہی چمن کو ضرور دیکھیں
خون ہم نے دیا گردنیں کت نہیں

مجلہ سائنس

انچارج
روبینہ کور
کوپن ماہ اکتوبر 2014ء

اس عنوان کے تحت آپ ہمیں اقوال و ذریعہ میں ملنے اور معلوماتی تحریریں بھیج سکتے ہیں۔ اس کے لیے آپ اس ماہ کا کوپن کاٹ کر ارسال کریں۔ اگر آپ کوپن نہ بھیجنا چاہیں تو 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ اگر آپ اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو 50 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ جو خوانین اپنی تحریر کے ساتھ تصویر شائع کروانا چاہیں تو اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لازمی روانہ کریں۔

کچھ گلستان... ماہنامہ سچی کہانی 29 جیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور

چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے۔

○ جنگی جنون اکثر اس پسندی کے بطن سے پیدا ہوتا ہے۔

○ ظاہر پر نہ جانا آگ سرخ نظر آتی ہے لیکن اس کا جانا ہوا خاک سیاہ اور جانا ہے۔

☆ بشارت صدیقی۔ لاہور

بیٹا رنور.....!

ایچھے مسلمان کو چھ خور و لاحق ہوتے ہیں
مذہب اللہ تعالیٰ کا خوف کہ وہ اس سے ایمان کی دولت
نہ چھین لے۔

بیچہ فرشتوں کا خوف کہ وہ اس کے گناہوں کو نہ کچھ
لیں۔

بیچہ شیطان کا خوف کہ وہ اسے اپنے جال میں نہ پکڑ
لے۔

بیچہ موت کے فرشتے کا خوف کہ وہ اچانک روح قبض
نہ کر لے۔

بیچہ دنیا کا خوف کہ آخرت سے غافل نہ کر دے۔

بیچہ اہل رعباء کا خوف کہ انہیں اپنی میں مشغول ہو

نہ سہی بہتی آواز 203ء مکتبہ نبویہ لاہور



انمول موتی

○ شبشہ ریت کی دیوار ہے اس کو اپنے محلے
کی کسی بڑی اور مضبوط عمارت کا ایک جز بنانا
ناوائی ہے۔

○ زندگی کو بد مزہ بنانا دونوں اپنا ایک مخالف پیدا کر
لو۔

○ بچنے کے لئے ضروری ہے کہ زہر پینے کی
عارت ڈالی جائے۔

○ عافیت اور امن دونوں کا ہی ہوا آئینہ اور کان
سے زائد کام لو۔ اور زبان بند رکھو۔

○ محبت جذبات کا ایک گہرا سمندر ہے جو

کراؤ گونہ بھول جائے۔

”یہ پہلی کے چاند ہیں۔“

☆ ایس۔ انیاز احمد۔ کراچی

کس کھاتے میں ہو.....؟

☆ چوہدری نر جہاں علی پوری۔ ملتان

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جنتی خاتون

عہد رسالت ﷺ کے ایک مقدس دن کا ذکر ہے۔ ایک دن رحمت عالم ﷺ نے یہ اعلان کیا کہ۔

”اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی جنتی خاتون

سے نکاح کرے تو اس کو چاہیے ام ایمن سے نکاح کر لے۔“

نہن کے ایک ڈبے میں چینگ بوری تھی تقریباً تمام مسافر ہی بغیر ٹکٹ سڑ کر رہے تھے۔ چیکر نے ایک آدمی سے پوچھا۔

”تمہارا ٹکٹ کہاں ہے؟“ مسافر بولا۔

”میں ریلوے کا ملازم ہوں۔“ چیکر نے دوسرے مسافر سے پوچھا۔

”تمہارا ٹکٹ کہاں ہے؟“ اس نے جواب دیا۔

”میں اسٹیشن ماسٹر کا بیٹا ہوں۔“ اسی طرح

تمام مسافروں نے اپنی جان بچائی مگر ایک صاحب رو گئے۔ چیکر نے اس سے پوچھا۔

”بھائی! تم کس کھاتے میں ہو؟“ رو آدمی بولا۔

”جناب! میں آپ کے کھاتے میں ہوں۔“

☆ امن فضاء۔ پشاور

ہنس مٹی

مبدوء خاتون ہیں جس کو سرورِ دو عالم ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ آپ سرکار ﷺ کی والدہ کے ساتھ کینرہ کے طور پر رہتی تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھیں۔ سید البشر ﷺ کی دلاوت باسعادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خبر گیری اور خدمت پر معبودِ نہیں۔ نبی پاک ﷺ انہیں امی کہہ کر پکارا کرتے تھے اور بہت شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ کبھی کبھی ان کی دلجوئی کے لیے بڑا لطیف باادب پاکیزہ مزاج بھی فرماتے تھے۔

حضرت اسم ابی اسحاق کو سبقت فی الاسلام کی سعادت بھی نصیب تھی۔ جب نبی پاک ﷺ نے لوگوں کو نکاح کی رحمت دلائی۔ جب یہ بیوگی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ حضور ﷺ کے متنی بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جب رسول کریم ﷺ کی زبانِ اقدس سے اس معزز خاتون کے معنی ہونے کی بشارت سنی تو ان سے نکاح کر لیا۔ انہی کے بطن سے محبوب رسول ﷺ حضرت اسماء بن زید پیدا ہوئے۔

ہم ایک مرتبہ پارک میں اپنے ایک دوست کے ساتھ گھوم پھر رہے تھے کہ اچانک ہمارا ایک دوست وہاں آ گیا۔ میں نے اپنے دوست سے آنے والے دوست کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”جناب! ان سے ملیے یہ ہیں ہمارے دوست چاند صاحب۔“ ہمارے دوست نے کہا۔

”سو صوف بہت ربلے پتلے ہیں؟“ میں نے کہا۔

نے ایک خادم کو حکم فرمایا۔ وہ جلدی سے ایک اونٹ سوادی کے قابل لے آیا۔ آپ ﷺ نے اس کی تکمیل حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو پکڑانے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”ای اوراد کیسے؟ اونٹ نبی کا بچہ ہے با کچھ اود؟“ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رحمت عالم ﷺ کے اس شفقت بھرے مزاح کو کچھ نہیں اور بے اختیار ہنسنے لگیں اود آپ ﷺ کو دعائیں دینے لگیں۔

☆ عبدالحسید فیصل آباد

موبائل نمبر 0344.7865442

عورت

کبھی شوہر کی نظر میں عورت شایک کرنے کی مشین ہے۔

کبھی عاشق کی نظر میں ایک ایسا پھول ہے جو دل کو حشر کرے۔

کبھی دھوپ کی نظر میں ایک ایسا کپڑا ہے جو غریب کے صابن سے دھو با جاسکتا ہے۔

کبھی فضا کی نظر میں ایک ایسی چمڑی ہے جو زنج کرنی ہے مگر خون نہیں کرنی۔

کبھی شاعر کی نظر میں قدرت کا مجموعہ ہے۔

☆ فضاء ماہرہ۔ پشاور

انسان اور بچوں

مکھن میں کھلنے والا ہر پھول خوشنما اود و غریب ہوتا ہے۔ بظاہر حسن کا بھوسہ، کج نیت کا حامل مگر

ان کا مقصد۔۔۔ ایک طرف سرے کی حیثیت اود دوسری طرف فبرکی ریت۔ کس محبت کی نشانی سمجھ کر کالر! بالوں میں دکھایا جاتا ہے تو بعض اوقات

منارہ خدیجہ کبانی، 205، اکتوبر 2014ء

ایک دن بزرگ خانوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں تو حضور ﷺ فوراً ہی اسی کہتے ہوئے کمرے ہو گئے۔ انہیں بڑے ادب سے بٹھا پھر بے حد ہنار سے پوچھا۔

”ای! آج کیسے تشریف آو دی ہوئی؟“ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بڑے ادب سے عرض کیا کہ۔

”اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایک اونٹ کی ضرورت ہے۔ اس عرض سے آئی ہوں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا۔

”ای! اونٹ کا کیا کر رہی گی؟“ تو انہوں نے عرض کیا۔

”اللہ کے رسول ﷺ آج کل ہمارے پاس سوادی کے لیے کوئی جانور نہیں ہے سفر و دراز کا ہونو بڑی دقت پیش آئی ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”اچھا تو میں اونٹ کا بچہ پیش کر دیتا ہوں۔“ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔“ بھلا میں اونٹ کے بچے کا کیا کروں گی۔ مجھے تو سوادی کے لیے اونٹ کی ضرورت ہے۔“ حضور اللہ ﷺ نے بڑی محبت سے فرمایا کہ۔

”میں تو اونٹ کا بچہ ہی دوں گا۔“ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

”حضور ﷺ! اونٹ کا بچہ میرے کس کام آئے گا؟“ حضور ﷺ نے پھر فرمایا۔

”ای! آپ کو اونٹ کا بچہ ہی ملے گا اود میں اسی پر ہی آپ کو سوار کراؤں گا۔“ اس کے بعد نبی پاک ﷺ

غفرت سے پاؤں تلے صل وہا جاتا ہے۔ جب کہ پھول پور سے پر ہی اٹھا دامن چاک کر لینے ہیں مھویا پھول کا مقدور کائنات کے اس عکس میں انسان کی مانند ہے۔

—

○ محبت ایک ایسی حقیقت ہے جو انسان کی روح کی گھمرائیوں میں از سر نو کی مانند پھیل جاتی ہے

○ محبت ایک ایسا پاکیزہ جذبہ ہے جو ایک غریب کی جھونپڑی اور ایک امیر کے شیشیوں میں یکساں طور پر خنجر لپتا ہے

○ محبت روحانی فرہت کا نام ہے

○ محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں۔
 یہ تمہارا سراپا غلط ہے۔ محبت ہر ذی الارواح
 پر راجح نہیں ہے۔

بر غافل ہوا ہے۔

○ محبت ایک مقدس بند ہے جو انسان کی اخلاقی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے۔

○ محبت انسان کا فطری تقاضہ ہے۔

○ محبت سورج کی ان کرنوں کی مانند ہے جو چار سو پھل کر کائنات کو منور کر دیتی ہیں۔

○ محبت ایک عبادت ہے اور ہوس ہے پاک ہے۔
○ محبت دو جہانی ہے جسے نابینا بھی پاسکتا ہے۔

○ ہم سب محبت کے لیے پیدا ہوئے ہیں یہ ہمارے دوزد کا بنیادی اصول ہے۔

پرفیس محمد انیس - ساہیوال
غور ت

عورت ایک ٹازک جوڑی ہے، دیکھوں نو کائنات

میں بکھرے ہوئے رگوں کی طرح فضا میں چھائی
دھنک کی طرح۔ مگر فہم ہونے کو ایک جھٹکا کافی
ہے۔ ہوں تو کالج کی سنہری چوڑیوں کی طرح ٹوٹ
جاتی ہے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتی ہے۔ مگر رہبر ریزہ
کالج کے خواب ہو کر بکھرتا کوئی نہیں جانتا اور نہ
جان سکے گا۔ مگر پھر بھی وہ ایک بڑی ماں بیٹی ضرور
ہیں۔ عورت انسان کا آخری تحفہ اور زمین کی
خوشبو ہے۔ عورت کائنات کا جسم اور پھولوں کی
خوشبو ہے عورت ایک مضبوط کردار بلند حوصلہ کی
مالک ہے۔

(محمد ریاض-----ملتان)

منظر

اگر کسی آدمی کے سر کے بال وقت سے پہلے
 جھڑ گئے ہوں تو یہ مرثیہ :
 جو چند مفید اور تسلیان
 تجھے حاضر ہیں انشاء اللہ فائدہ ہو گا۔

۱۔ عہدہ نواز، ناز، نیا کو کے پھول لے کر کڑے

نیل میں پس کر ڈال پس لرر اس جگہ لگائیں جہاں
 ہل اگانے ہوں چند بار کے پس سے پیچ لرر ہو جا
 ہے۔

2۔ کالی مرغ شیں کر اس جگہ محفل لیپ کریں
جہاں سے ہلی اڑ گئے ہوں انشاء اللہ ردبار ہالی آگ
اُٹس گئے۔

3۔ سبز حنیفہ کاپانی لے کر سر پہلا کریں اگر اس موسم نہ ہو تو خشک و حنیفہ نباتات باریک ہیں کہ روزانہ لب کریں چند روز کے لیے سے سبج روزہ رکھنے کا۔

۴۔ مسن کو روغن زیتون میں کھل کر پیس لیں اور اس میں فدرے انڈے کی سفیدی ملائیں پس دوا بنائیں

قارئین سچی کہانی کے لیے ایک دینی سلسلہ

سچی کہانی کوئیز

☆ کوئیز برائے ماہ اکتوبر 2014ء ☆

تین افسانہ نویس کے جوابات دے کر مابین 1000 روپے کا انعام حاصل کریں۔ پوچھے گئے سوالات کے جوابات اس ماہ کے کوئیز پر لکھ کر اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور اس کے ہمراہ 10 روپے کے غیر استعمال شدہ ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ ایک سے زائد درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جتنی زیادہ انٹریز اتنے ہی زیادہ انعام جیتنے کے مواقع..... ٹکٹ یا دور رسٹیکٹ "نوٹو کاپی" قابل قبول نہ ہوگی۔ کوئیز میسج برائے 7 تاریخ تک موصول ہو جانا چاہیے۔

1. سوال..... "پاڈا" نامی جانور کس ملک میں زیادہ پایا جاتا ہے.....؟

جواب

2. سوال..... اس کھیل کا نام بتائیں جس میں ہر کھلاڑی کی اپنی گیند ہوتی ہے.....؟

جواب

3. سوال..... انسان نے چاند پر کب قدم رکھا.....؟

جواب

نام و پتہ

سوال نمبر

(3) زمین کے نزدیک سیارے کا نام "زہرہ" ہے۔

اس ماہ کی دُر ہیں "زویہ زینہ" مطلع جلیزم

سچ آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔

(لودارہ ماہنامہ سچی کہانی لاہور)

ماہ ستمبر 2014ء کے درست جوابات

(1) جامع مسجد "اشتغال" ملک "انڈونیشیا"

میں واقع ہے۔ (2) پاکستان کے صوبے "خیبر

پختونخوا" میں سب سے زیادہ جنگلات ہیں۔

کجھ..... سچی کہانی کوئیز - 29 صیغہ بینک ملنگ چوک اردو بازار لاہور

☎ سوال نمبر 0314-4008530

ایک سچی کہانی ماہ اکتوبر 2014ء

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :-

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور ریزیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو
- ✧ ہر پوسٹ کے ساتھ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ✧ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو میسج کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

✧ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

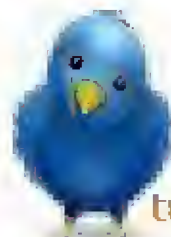
WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library for Pakistan



Like us on
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

